

ان اللہ لطیف خبیر
علمی دینی اصلاحی اور معلوماتی
ماہنامہ
اللطیف
ویلور



دار العلوم لطیفیہ

۹۶

اِنَّ اللّٰہَ لَطِیْفٌ خَبِیْر

اللطیف

زیرِ ظلِ حمایت و سرپرستی:

تقدّس مآب اعلیحضرت

مولٰنا مولوی ابوالنصر قطب الدّین سیّد شاہ محمّد باقر صاحب قبلہ قادری

مدظلہ العالی سجّادہ نشین مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز

مدیر اعلیٰ

فضیلت مآب

حضرت مولٰنا ابوالحسن صدرالدین سیّد شاہ محمّد طاہر صاحب قبلہ قادری

مدظلہ العالی B.A ناظم دارالعلوم لطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز

مدیر مسئول:

افضل العلماء ابوالمکارم:

سید مصطفٰے حسین بخاری قادری کڈپوی

فاضل لطیفیہ جنرل سکرٹری

انجمن دائرۃ المعارف

مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز

مدیران معاون:

افضل العلماء مولوی پی محمّد ابوبکر صاحب قمری ملیباری لطیفی

استاذ دارالعلوم لطیفیہ

افضل العلماء مولوی حافظ ایم بشیر الحق قریشی صاحب لطیفی ادھونی

استاذ دارالعلوم لطیفیہ

نمائندگانِ طلباء

سید منیر محی الدین نندلوری

سکرٹری انجمن دائرۃ المعارف

عبدالرشید منیار

جائنٹ سکرٹری انجمن دائرۃ المعارف

۱۰ شعبان المعظم ۱۳۹۸ھ

مطابق ۱۷ جولائی ۱۹۷۸ء

بروز دوشنبہ

مطبوعہ: [illegible] قومی پریس بنگلور



فہرست مضامین رسالۂ اللطیف ۱۳۹۸ھ

نمبر شمار	مضامین	مضمون نگار	صفحہ
۱	نظم	از قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین شیخ المشائخ حضرت رکن الدین شاہ ابو الحسن قربی قادری قدس سرہ العزیز	۱
		عطیہ حضرت مولانا ابو صالح عماد الدین سید شاہ محمد ناصر صاحب قبلہ قادری المعروف میراں پاشاہ صاحب	
۲	رباعی	حضرت امجد حیدر آبادی — از ادارہ	۲
۳	جمال بے نظیر	افضل العلماء حافظ ایم بشیر الحق قریشی ادھونی استاذ دار العلوم لطیفیہ	۳
۴	افتتاحیہ	ادارہ	۴
۵	روئداد دار العلوم لطیفیہ	ادارہ	۵
۶	تفسیر سورۂ الم نشرح	مولانا مولوی عبد العزیز صاحب اشرفی مبارکپوری استاذ دار العلوم لطیفیہ	۱۰
۷	بوئے جنت سے محروم	افضل العلماء حافظ ایم بشیر الحق قریشی ادھونی استاذ دار العلوم لطیفیہ	۲۴
۸	الجہاد فی سبیل اللہ	مولوی محمد برہان الدین عسکری جبلکلی زمرۂ سابعہ متعلم دار العلوم لطیفیہ	۳۱
۹	نعت رسول	حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ۔ پیشکش: محمد جعفر پاشا ورنگل	۳۴
۱۰	وادیٔ خموشاں	مولوی محمد بشیر احمد چتوری زمرۂ سابعہ متعلم دار العلوم لطیفیہ	۳۶
۱۱	اقوالِ زرین	منتخبۂ سید سجاد پاشاہ جنتکل	۴۱
۱۲	عقائد اہل سنت وجماعت	ادارہ	۴۳
۱۳	مخزن السلاسل	مترجم افضل العلماء ابو المکارم سید مصطفیٰ حسین بخاری قادری استاذ دار العلوم لطیفیہ	
۱۴	تین محبوب چیزیں	افضل العلماء حافظ ایم بشیر الحق قریشی ادھونی ------ "	۷۴
۱۵	تذکرۂ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ	افضل العلماء مولوی محمد انوار اللہ صاحب سر قاضی مدراس مدرس دار العلوم لطیفیہ	۷۷
۱۶	سوغات خلوص	افضل العلماء حافظ ایم بشیر الحق قریشی ادھونی استاذ دار العلوم لطیفیہ	۸۷
۱۷	حیاتِ جاوداں	محمد اقبال احمد ملیار رامدرگ متعلم زمرۂ سابعہ دار العلوم لطیفیہ	۹۰
۱۸	حضرت بلالؓ کی تین اذانیں	پیشکش: سید علی قادری صاحب حیدر آبادی	۹۶





از قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین شیخ المشائخ
حضرت رکن الدین سید شاہ ابوالحسن

قربی قادری قدس سرہٗ

عطیۂ حضرت مولانا ابو صاحب
عمادالدین سید شاہ محمد ناصر صاحب
قبلہ قادری المعروف میراں پادشاہ

الحمد لمصنفہ

بوج توں اس کوں ہوویگا دونوں جگ میں تو سعید | بوجنا اس کوں توں ہے عشاق کا دنیا میں عید
نین ہے میرے عاشقاں کوں لذتِ دیدار سوں | ہے ہمیشہ دل سوں انکے نعرۂ ہل من مزید
ہے فرید الدہر جن بوجیا فرائد علم کے | او فرائد بوج کر ہو تو دو عالم میں فرید
خوں بہا دیتا اُسے دیدِ جمالِ لایزال | غمزۂ محبوب کرتا ہے جسے رن میں شہید
بیر او ہے عشق کا لذت چکا دیوے مراد | کر یقیں دل میں رکھے پاکر مراد او ہے مرید
ہے حقیقت میں پدر تیرا وہی مرشد یقیں | تو ہوا پیرو تمام اُس کا تو فرزندِ رشید
ہر ذرے کو جگ منے دکھیگا ہم آواز توں | ساز دل سوں جب اٹھاویگا انا الحق کا نشید
بوج عین اللہ پس کوں بیشک بے ریب توں | ہو معلّم اپنا کنتم ہے قرآن مجید
یو معیت عینیت ہے عبد و رب کے سات بوج | یو معیت مطلقہ ہے غیریت سوں تیں بعید
عینیت با غیریت ہو غیریت یا عینیت | دین مطلق یو ہے سچ کر دیکھ ہر دم حق کا دید

عین حق نا ہوئے گا گر یک ذرہ باقی ہے شک
محو کرنا وہم و شک قربیؔ یہی قولِ حمید

اُدعونی اَستجِب لکم

(سورۂ بقرہ)

تم دعا کرو، میں قبول کرتا ہوں

رباعی:

ہر دم اس کی عنایت تازہ ہے
اُس کی رحمت بغیر اندازہ ہے
جتنا ممکن ہے کھٹکھٹائے جاؤ
یہ دستِ دُعا خدا کا دروازہ ہے



بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جمالِ بے نظیر

روئے تاباں کی زخشندگی کے سامنے بدرِ کامل بھی بے نور، انتہائی پرکشش اور حسین وجمیل جس کی ایک جھلک سے سارے آلام ومصائب کا احساس فنا ہو جائے اور زبان بے ساختہ کہہ اٹھے **کل مصیبة بعدك جلل**، آنکھیں حسین، سیاہ اور روشن، پیشانی کشادہ اور فراخ، زلف کالے، چمکیلے، گھنے اور لمبے، گردن اونچی جو دیکھنے میں خوبصورت معلوم ہو۔ دندان شفاف موتی کی طرح چمکدار، مسکرائے تو روشنی پھوٹ پڑے، راہ چلے تو خوشبو مہکے، جس سے منزل کا نشان مل جائے۔ دُور سے دیکھنے میں زیبندہ، دلفریب اور دل آویز، قریب سے بے پایاں شیریں اور کمال حسین، قد میانہ اور موزوں۔ اکثر خاموش اور پُر وقار، لیکن دبستگی لئے ہوئے، آواز میں رعبِ جلال، زبان نہایت شیریں۔ کلام سلجھا ہُوا اور بے حد موثر و دلنشین اور مخاطب کے فہم سے مناسب، لہجہ نرم اور خوبصورت۔ گفتگو نہ اتنی مختصر کہ سامع مافی الضمیر کو سمجھنے سے قاصر رہے اور نہ اتنی طویل کہ بارِ خاطر ہو، ہر وقت جاں نثاروں کے حلقہ میں، مصاحبین ایسے سعادتمند کہ ایک خفیف اشارہ پہ دنیا وما فیہا کو قدمِ نازپر قربان کر دیں۔ دربار تکلف وتصنع، زیبائش و آرائش، فخر ومباہات کے لوازمات سے خالی اور شاہ وگدا کے امتیازات سے عاری، لیکن عظمت وجلال اور شان وشوکت کا یہ عالم کہ کوئی آنکھ ملا کر بلند آواز سے بات نہ کر سکے۔ مخلوق میں شامل، خدا سے واصل، سراپا جمال ہی جمال، حسن ہی حسن، لطافت ہی لطافت، نور ہی نور، اور ان عدیم النظیر خصوصیات کے ساتھ اپنی امت سے اتنی محبت وشفقت کہ جاں بلب رہتے ہوئے بھی لب پر اُمتی اُمتی کا وِرد، اور قیامت کی ہولناک ولرزہ خیز ساعت میں گناہگاروں اور عاصیوں کو شفاعتِ کبریٰ کی یقین دہانی، اس حسین سراپا کی مالک، اس مقدس ذاتِ گرامی کے علاوہ اور کون ہو سکتی ہے جس کی شان یہ ہے:۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر (صلی اللہ علیہ وسلم)

اُمیدوارِ شفاعت: بشیر الحق قریشی ادھونی ادیب فاضل (مدراس یونیورسٹی) استاذ دارالعلوم لطیفیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

افتتاحیہ

ادارہ

ایمانیات میں عقائد بنیادی حیثیت کے حامل ہیں۔ اسی پر ایمان کا دارومدار ہوتا ہے ظاہر ہے کہ بنیاد جتنی مضبوط اور پائدار ہوگی، عمارت بھی اتنی ہی قوی اور مضبوط ہوگی۔ اس کے برخلاف بنیاد کی کمزوری عمارت کے انہدام کا باعث ہو جاتی ہے۔ اسی لئے مذہب اسلام میں عقیدہ کی درستگی اور پختگی اولیاتِ دین سے ہے، اس کے بغیر کسی بھی مسلمان کے اعمال و افعال میزان الٰہی میں کوئی حیثیت، کوئی مقام اور کوئی وزن نہیں رکھتے۔ اس کی ساری عبادتیں اور ریاضتیں، صدقات وخیرات صرف ایک عقیدہ کی بگاڑ کی وجہ سے بیکار ہو جاتے ہیں اور وہ خسر فی الدنیا والآخرہ کا مصداق ہو جاتا ہے۔

سلف صالحین نے اس کی طرف پوری توجہ دی امتِ مسلمہ کو نہ صرف عقائد صحیحہ کے حصول کی ترغیب دلائی بلکہ اپنی زندۂ جاوید نگارشات کے ذریعہ ان کی طرف کامل رہنمائی بھی کی۔ چنانچہ حضرت امام غزالی علیہ الرحمہ نے اپنی بلند پایہ تصنیف احیاء العلوم میں مذہب اسلام کے صحیح عقائد کو پیش کرنے کے بعد اہمیت کے ساتھ فرمایا کہ بچے کو اس کے ابتدائی دور ہی میں عقائد ذہن نشین کرا دینا چاہئے۔ اس کی عمر کے ساتھ اس پر ان کے معانی منکشف ہوتے جائیں گے۔ ابتدا یاد سے ہونی چاہئے، پھر فہم آئے گا اس کے بعد اعتقاد و ایقان، اور تصدیق کی منزل ہوگی ــــ حضرت سید شاہ ابوالحسن قربی قادری قدس سرہٗ العزیز نے میزان العقائد میں عقاید صحیحہ سے متعلق معرکۃ الآراء بحث کرتے ہوئے ملحدین کا خوب ابطال کیا ہے۔ اور تمام کے لئے اللہ تعالیٰ سے عقائد صحیحہ کی توفیق طلب کی ہے۔ حضرت محی الدین شاہ عبداللطیف قادری ذوقی قدس سرہٗ العزیز انشاء عقاید ذوقی میں رقمطراز ہیں کہ انسان کو چاہئے کہ پہلے اپنا اعتقاد درست کرے، اس کے بعد دوسرے کاموں میں مشغول ہو ــــ حضرت الحاج سید شاہ عبداللطیف قادری المعروف بہ سید شاہ محی الدین قادری المشہور بہ قطب ویلور قدس سرہٗ العزیز اپنی بے مثال کتاب "جواہر السلوک" میں لکھتے ہیں کہ کسی بھی سالک کے لئے اہل سنت وجماعت کے عقائد حقہ کے مطابق اپنے عقائد کو درست کرنا نہایت ضروری ہے ــــ حضرت میر حیات میسوری علیہ الرحمہ نے حمد و نعت کے بعد اپنی کتاب مصباح الحیات کا آغاز جن اشعار سے کیا ہے، اس کا لب لباب یہ ہے۔ آپ کہتے ہیں جب اللہ تعالیٰ



دارالعلوم لطیفیہ اور گنبد اقطاب کا دیدہ زیب منظر

پیشکش: سید مرتضےٰ حسین جہانگیر لطیفی ویلور

نے ہمیں اپنی معرفت کی دعوت دی ہے تو ہم پر عقائد
کا سیکھنا لازم ہو گیا کیونکہ ان کے نہ جاننے سے انسان
خسران مآل کا شکار ہو جاتا ہے۔ لہٰذا والدین کے
لئے ضروری ہے کہ جیسے ہی بچہ ہوشمند ہو جائے اس کو
درست عقائد سکھائیں اور راہ راست دکھائیں۔

درست اور صحیح عقائد سے ناواقفیت ہی کا
نتیجہ ہے کہ کچھ لوگ بعض صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالےٰ
علیہم اجمعین پر نہ صرف اعتراض کر بیٹھتے ہیں بلکہ ان
کے حق میں زبان درازی کر کے اپنے سرمایۂ ایمان کو
برباد کر لیتے ہیں، نعوذ باللہ من ذالک اور کچھ
ناعاقبت اندیش ایسے بھی ہیں جو بعض فروعی اور اختلافی
مسائل میں الجھ کر قوم و ملّت میں انتشار کا باعث ہو جاتے
ہیں۔ ان سے ہماری پُر خلوص استدعا ہے کہ وہ سلف
صالحین کی مقدس تعلیمات کا اچھی طرح مطالعہ کریں اور
سمجھیں، نیز طریقۂ اہل سنت وجماعت سے اعراض نہ
کریں، اسی میں فلاح دارین ہے۔

الحمد للہ جنوبی ہندوستان کے اس عظیم خانوادۂ
اقطاب ویلور کے مقدس بزرگوں نے مختلف علوم و فنون
کے علاوہ علم عقائد میں بھی کئی ایک کتابوں کو تصنیف کر کے
خلق خدا کی صحیح رہنمائی کی ہے۔ افراط و تفریط سے
ہٹ کر طریقۂ اہل سنت وجماعت ما انا علیہ و اصحابی
کو منقح کر کے پیش کیا ہے۔ اس سلسلہ میں حضرت زبدۃ العارفین
حضرت سید شاہ ابو الحسن قربیؒ قادری اور قدوۃ السالکین
حضرت محی الدین سید شاہ عبد اللطیف قادری ذوقیؒ اور حضرت
قطب ویلور قدس سرارہم کی لاجواب کتابیں میزان العقائد الشاہ
عقائد ذوقی اور فصل الخطاب بین الخطاء والصواب
وغیرہ راہ حق اور اعتدال کی طرف بہترین رہنما
اور راہبر ہیں۔

اس شمارہ کے مختلف صفحات پر بھی ہم نے اہل
سنت وجماعت کے عقائد کو پھیلا دیا ہے،
تاکہ ناظرین کو صحیح عقائد کا صحیح اندازہ ہو جائے۔

آپ کا محبوب سالنامہ اللطیف جو اس
وقت آپ کے ہاتھوں کی زینت بنا ہوا ہے، اپنے
سفر کی اٹھارویں منزل میں قدم رکھ چکا ہے۔ اس
کے عزائم بلند اور حوصلے جوان ہیں۔ انشاء اللہ تعالےٰ
یہ اپنے مقدس اور طویل سفر پر نہ صرف رواں دواں
رہے گا بلکہ اپنی ہر منزل پر قوم و ملّت کو ایک نیا فکر
اور نیا عزم عطا کرتا جائے گا۔

وآخر دعوانا الحمد للہ رب العالمین

رُوئدادِ دارالعلوم لطیفیہ

الحمدللہ اس پُرفتن وپُرآشوب دَور میں بھی دارالعلوم لطیفیہ دین کی خدمت اور قوم کی ہدایت ورہنمائی اور تشنگان علوم کو ظاہری وباطنی علوم سے فیضیاب وسیراب کرتا آرہا ہے اور یہ ادارہ اس لحاظ سے امتیازی خصوصیت کا مالک ہے کہ اسے ابتدا ہی سے صاحبدل بزرگوں اور پاک باطن حضرات کی سرپرستی حاصل رہی ہے۔ جن کی روحانیت کا فیضان آج بھی جاری وساری ہے۔

موجودہ مربیانِ دارالعلوم

اعلیٰحضرت مولانا ابوالنصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر صاحب قادری سجادہ نشین مکان حضرت قطب ویلور، اور آپ کے برادران حضرت مولانا ابوصالح عماد الدین سید شاہ محمد ناصر صاحب قبلہ قادری۔ وحضرت مولانا ابوالحسن صدر الدین سید شاہ محمد طاہر صاحب قبلہ قادری ناظم دارالعلوم ھذا نے زمانے کے بے شمار حوادث ومصائب کے باوجود طلباء کی علمی ترقی کے ساتھ ان کے اخلاق اور چال وچلن کی بہتری ودرستگی کی طرف خاص توجہ مرکوز فرماتے رہے ہیں۔

~~~

آغازِ سالِ نو

بحمداللہ اس دینی تعلیم گاہ کا تعلیمی سالِ نو کا آغاز مورخہ ۱۱ شوال المکرم ۱۳۹۷ھ مطابق ۲۵ ستمبر ۱۹۷۷ء بروز یکشنبہ ہوا۔ ہر سال کی طرح اس سال بھی ہندوستان کے مختلف علاقوں سے تشنگانِ علوم نے اس مادرِ علمی کی گود میں رہ کر اکتسابِ فیض کیا۔

دَورۂ حدیث

مورخہ ۲۶ شوال المکرم ۱۳۹۷ھ مطابق ۱۰ اکتوبر ۱۹۷۷ء روز دوشنبہ صحیح بخاری شریف وصحیح مسلم شریف کے دورۂ حدیث کا آغاز خانقاہِ عالیہ قطبیہ میں تقدس مآب اعلیٰحضرت مولانا مولوی ابوالنصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر صاحب قادری مدظلہ العالی سجادہ نشین مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز کی دعاؤں سے ہوا۔ نیز مورخہ ۲۵ رجب المرجب ۱۳۹۸ھ م ۲ جولائی ۱۹۷۸ء کو بروز یکشنبہ فضیلت مآب اعلیٰحضرت قبلہ مدظلہ العالی کی دعاؤں سے پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

ادبی افتتاحی اجلاس

دارالعلوم لطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز جہاں اپنے اندر گوناگوں خصوصیتوں کو
~~~

رکھتا ہے، اس کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ وہ ہر
سال طلباء کی ذہنی اور علمی صلاحیتوں کو افزوں و
دوچند کرنے کے لئے قابل شخصیتوں کو مدعو کرتا ہے۔

حسب عادت امسال بھی **انجمن دائرۃ المعارف**
کے سالانہ ادبی افتتاحی جلسہ کے موقع پر جناب ڈاکٹر
سید وحید اشرف صاحب ایم اے۔ پی ایچ ڈی صدر شعبہ
فارسی مدراس یونیورسٹی کو مدعو کیا گیا، تاکہ طلبائے
دارالعلوم ان کے افکار و خیالات سے روشناس ہوں۔
چنانچہ ۲۳ ذی قعدہ ۱۳۹۷ھ مطابق ۶ نومبر ۱۹۷۷ء
روز یکشنبہ ڈھائی بجے دارالعلوم کے تاریخی ہال میں
مذکورہ انجمن کی سالانہ ادبی افتتاحی تقریب ترتیب دی
گئی۔ تقدس مآب اعلیٰحضرت مولانا مولوی ابوالنصر قطب الدین
سید شاہ محمد باقر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی سجادہ
نشین مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز
نے مسند صدارت کو زینت بخشی۔ جلسہ کا آغاز مقدس
کلام پاک کی پاکیزہ آیات اور نعت سرائی سے ہوا۔

مہمان خصوصی جناب ڈاکٹر سید وحید اشرف صاحب نے
اپنے مخصوص انداز فکر میں طلباء و اہل جلسہ سے خطاب
فرمایا۔ قرآن مجید کی آیت کریمہ ذالک الکتاب لاریب فیہ
کی تفسیر انتہائی انوکھے انداز میں بیان کی اور اسکی حیثیت
کو لاریب ثابت کیا اور آپنے کہا کہ دنیا کی
ہر کتاب تحریف اور رد و بدل کا شکار ہو چکی ہے۔ اس
کے برخلاف چودہ سو سال کا ایک طویل عرصہ گذر جانے
کے باوجود قرآن مجید کے زیر و زبر میں تک فرق نہیں
آیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ پروردگار عالم نے خود اس
کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔ اور آج یہ مقدس کتاب
سینکڑوں حافظوں کے سینوں میں محفوظ ہے۔

آپ کے بعد جناب سید صفی اللہ صاحب ایم اے
شعبۂ اردو مدراس یونیورسٹی نے فن تقریر پر گفتگو کرتے
ہوئے اُردو زبان کی اہمیت اور اس کی ضرورت پر اپنے
زریں خیالات کا اظہار فرمایا۔ مذکورہ تقاریر کے بعد عالیجناب
حضرت مولانا ابوالحسن صدرالدین سید شاہ محمد طاہر
صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی B.A ناظم دارالعلوم
لطیفیہ نے اپنے دلچسپ انداز بیان میں طلباء و اہل جلسہ
سے خطاب فرمایا۔ آپ نے علم دین کی فضیلت پر گہر افشانی
کرتے ہوئے فرمایا کہ اہل علم کی صحبت اور ان کا قرب بھی انسان
کے لئے نجات کا باعث ہوتا ہے۔ علمائے کرام کی صحبتیں
لوگوں کو دین و دنیا میں سرفروئی اور کامیابی سے سرفراز
کرتی ہیں۔ اس سلسلے میں آپ نے اہل علم کے چند دلنشین
واقعات کو پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ جب علم والوں کی صحبت
کا یہ عالم ہو تو اندازہ لگایئے کہ علمائے حق کے مراتب و درجات
کا عالم کیا کچھ نہ ہوگا، پھر آپ نے طلبائے عزیز کو ان کے
آنے کی مقصد کی طرف توجہ دلائی اور ان کو جد و جہد
اور جانفشانی کے ساتھ حصول علم میں مشغول رہنے کی نصیحت
کی۔ اخیر میں آپ نے تمام کا شکریہ ادا فرمایا۔

بحمد اللہ تعالیٰ یہ ادبی تقریب پوری کامیابی کے
ساتھ اختتام پذیر ہوئی۔

دارالتصنیف والاشاعت

اس سال مذکورہ شعبہ سے کئی ایک نادر پارے مع تراجم منظرِ عام پر آرہے ہیں بفضل اللہ حضرت قطبؒ ویلور قدس سرہ العزیز کی تصنیفات سے فصل الخطاب بین الخطاء والصواب کے چند فوائد کا ترجمہ، اور مخزن السلاسل جو مختلف سلاسل پر منحصر ہے، اس کے بعض سلاسل اور مکتوباتِ لطیفی جو حضرت قطبؒ ویلور کے خطوط میں سے ایک خط ترجمہ کے ساتھ پیش کیا جارہا ہے، نیز خوارقِ حیدریہ جس میں حضرت سید شاہ حیدر ولی اللہ علیہ الرحمہ کے مختلف خوارق و کرامات کا تذکرہ ہے مع ترجمہ پیش کیا جارہا ہے۔

اسبابِ صحت

طلباء کی صحت اور ان کے دل و دماغ کو تر و تازہ رکھنے کے لئے دارالعلوم کے میدان میں بعد نمازِ عصر مختلف گیمس کا انتظام ہوتا ہے۔ والی بال۔ بیڈ منٹن، ٹینی کائٹ کبڈی وغیرہ جیسے کھیلوں سے لطف اندوز ہوتے رہتے ہیں۔

نویدِ مسرت

الحمدللہ دارالعلوم ھذا سے جو طلباء یونیورسٹی کے امتحانات افضل العلماء منشی فاضل، ادیب فاضل میں شریک ہوئے تھے انہیں نمایاں کامیابی نصیب ہوئی۔

امتحانات

مورخہ ۲۴ محرم الحرام ۱۳۹۸ھ م ۴ جنوری ۱۹۷۸ء بروز چہارشنبہ سہ ماہی امتحانات اور مورخہ ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۹۸ھ م ۱ اپریل ۱۹۷۸ء روز شنبہ ششماہی امتحانات اساتذۂ کرام کی نگرانی میں ۲۸ رجب المرجب ۱۳۹۸ھ م ۵ جولائی ۱۹۷۸ء سے دارالعلوم کے سالانہ امتحانات شروع ہوئے۔ ایک ہفتہ تک جاری رہے۔ سالانہ امتحانات کے بعض پرچے بیرونی علمائے کرام نے تیار فرمایا اور جوابات کی تصحیح انہیں سے عمل میں آئی۔

عباپوشی و عطائے اسناد

۱۰ شعبان المعظم ۱۳۹۸ھ بروز دوشنبہ دارالعلوم کے وسیع و عریض ہال میں صبح کے دس بجے سالانہ اجلاس بزیر صدارت فضیلت مآب اعلیٰحضرت مولانا مولوی ابوالنصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر صاحب قبلہ قادری مدظلہ العالی سجادہ نشین مکان حضرت قطبؒ ویلور قدس سرہ العزیز اعلیٰ پیمانے پر منعقد ہوا جس میں مقامی و بیرونی علمائے کرام و مقتدر علم دوست حضرات مدعو تھے۔ اور اعلیٰحضرت قبلہ مدظلہ العالی اپنے دستِ فیض قدس سے فارغین کو عبائی اور سناد عطا فرمایا۔

تقسیمِ انعامات

درسیات، مقالہ نویسی مقابلۂ تحریر و تقریر اور گیمس و اسپورٹس میں اول و دوم آنے والے طلباء اور عہدیداروں کو جو سال بھر تندہی کے ساتھ خدمات پیش کئے تھے اسی دن شام میں ایک دوسری نشست ہوئی جس میں ان تمام کو قیمتی انعامات سے نوازا گیا۔ نیز ان قدیم طلباء و اسٹاف ممبرس

جو سالانہ گیمس و اسپورٹس میں حصہ لے کر آخری دنوں کو رنگین بنایا تھا انہیں بھی انعامات سے نوازا گیا۔

ھدیہ تشکر

ادارہ ان تمام حکیموں اور ڈاکٹروں کا مشکور ہے جو ہمارے طلباء کی صحت کا ہمیشہ سے خیال کرتے ہوئے آئے۔ نیز مدیران اخبار کا بھی مشکور ہے جو دارالعلوم کی کارروائیوں کو شائع کرتے رہے۔ بالخصوص ادارہ جناب عبدالمتین صاحب مالک الیکٹرک قومی پریس بنگلور کا تہ دل سے مشکور ہے کہ آپ نے ہماری ہر چیز کی اشاعت بڑی جانفشانی سے پایۂ تکمیل کو پہنچایا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے حبیب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے دارالعلوم سے عقیدت و محبت رکھنے والوں کو دین و دنیا میں سرخروئی و کامیابی عطا فرمائے۔ آمین

ثم آمین

تفسیر سورۃ الم نشرح

از
مولانا مولوی
عبد العزیز صاحب اشرفی
مبارکپوری
لطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز
استاذ دار العلوم

کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہ کیا ۝ اور تم پر سے تمہارا وہ بوجھ اُتار لیا ۝ جس نے تمہاری پیٹھ توڑ دی تھی ۝ اور ہم نے تمہارا ذکر بلند کر دیا ۝ تو بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے ۝ بیشک دشواری کے ساتھ آسانی ہے ۝ تو جب تم نماز سے فارغ ہو تو دعا میں محنت کرو ۝ اور اپنے رب ہی کی طرف رغبت کرو ۝ ع

یہ سورہ مکیہ ہے۔ اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے۔ اور سورۂ والضحیٰ کے بعد نازل ہوا ہے جس طرح سورۂ والضحیٰ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و کمالات بیان کئے گئے ہیں، اسی طرح اس سورہ میں ابتدائی زمانہ کے ایسے حالات و خوبیاں بیان کی گئی ہیں کہ عقل متحیر و پریشان ہے اور یہ قرآن مجید کا عجیب معجزہ ہے کہ ابتدا تا انتہا معارف و حقائق اسرار و رموز سے لبریز ہے۔ انکی یافت اور تحصیل میں کوئی ساری عمر بھی تمام کر دے تو ان اسرار میں سے ایک قطرہ کی مقدار بھی واقفیت حاصل نہیں کر سکتا۔

الم نشرح لك صدرك

کیا ہم نے تیرے واسطے تیرا سینہ کشادہ نہیں کیا بالکل واضح ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے رحمت کاملہ آپ پہ ظاہر فرمائی۔ آپ کو رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث فرمایا اور آپ کا سینۂ مبارک کشادہ کر دیا۔ سینہ میں کچھ ضیق و تنگی نہیں رہی تو وسوسہ کی بھی گنجائش نہیں رہی۔ کیونکہ وسوسہ کا محل سینہ ہے، لقولہ تعالیٰ **یوسوس فی صدور الناس** یعنی خناس ابلیس جو لوگوں کے سینہ میں وسوسہ ڈالتا ہے پس اللہ تعالیٰ نے وسوسہ کی گنجائش نہ رکھی اور بجائے اس کے خوبیوں کا محل بنا دیا۔ دل ایسا مقام ہے جہاں عقل و معرفت رہتی ہے اور دل کا قلعہ یہ سینہ ہے تو شیطان پہلے سینہ کے گرد آتا ہے۔ اگر اس نے قلعہ میں راہ پائی تو چھاپا مارتا ہے اور اپنے لشکروں کو لیجاتا ہے اور فکریں و امیدیں اور دنیاوی رنج و الم اور حرص اس میں آباد کرتا ہے۔ اس حالت میں بھی دل مغلوب ہو کر پریشان اور تنگ ہو جاتا

ہے اور وہ اسلام کی حلاوت نہیں پاتا اور نہ اللہ تعالیٰ کی بندگی سے لذت ملتی ہے۔ یہ سب اس حالت میں ہے کہ آدمی نے غفلت کی اور شیطان نے قلعہ فتح کر لیا۔ اور اگر اس نے دشمن شیطان ابلیس کو بھگا دیا تو دل میں امن وامان آباد ہوتا ہے اور دل کھل جاتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ایمان کا نور جب دل میں داخل ہوتا ہے تو سینہ اس کے لئے کشادہ ہو جاتا ہے اور اس کی پہچان یہ ہے کہ اس دارِ غرور یعنے دنیا سے جو دھوکے کی ٹٹی ہے پہلو تہی کرنا یعنے الگ ہونا کہ دل نہ لگاوے اور اس دار خلود یعنی آخرت کی طرف جہاں ہمیشہ رہنا ہے دل سے جھک جانا ہے اور موت کی آمد سے پہلے اس کا سامان مہیا کرنا۔ شیخ ابو السعود نے لکھا ہے کہ سینہ کی شرح کرنے سے مراد یہ کہ اس کے تصرفات کا دائرہ وسیع کر دیا جبکہ قوت قدس سے اس کی تائید فرمائی۔ اور کمالات انسانی سے بھر دیا۔ اور سینہ ہی احوال نفس کا محل ہے اور علوم وادراکات کا خزانہ ہے۔ حاصل مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب رسول علیہ السلام کو بدیہی کمالات یاد دلائے۔ از انجملہ یہ کہ کیا ہم نے تیرا سینہ فسیح، وسیع، کشادہ نہ کیا جس سے یہ نتیجہ ہوا کہ تو نے ظاہر و باطن دو جہاں کا احاطہ اور تخمین علوم ربانیہ حاصل کرنے کی قوت پائی بلکہ دوسروں کو افادہ وتلقین کی قدرت ہوئی۔ اور یہ جسمانی تعلقات تجھکو روحانی ملکات حاصل کرنے سے مانع نہ ہونے پائے اور خلق کی ہدایت میں مشغول ہونا تجھے حق کے ساتھ استغراق سے حجاب نہ ہو۔

سوال شرح الصدر کس طرح ہوا؟

جواب: اس کے جواب میں دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ شرح الصدر سے شق الصدر مراد ہے یعنی سینہ چاک کر کے آلائش سے پاک کرنا۔

دوم یہ کہ باطن میں نور معرفت سے کشادگی دینا۔

ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بعض باتیں پوچھنے میں کسی کو جرأت نہ ہوتی تھی۔ لیکن ابو ہریرہ جرأت کر کے پوچھتے تھے۔ چنانچہ ابو ہریرہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ نے شان نبوت میں سے سب سے پہلے کیا بات دیکھی تھی۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ بیٹھے اور فرمایا اے ابو ہریرہ جب میری عمر کچھ اوپر دس برس کی تھی تو میں ایک جنگل میں گیا، وہاں میں نے یکایک کچھ گفتگو سنی۔ غور کیا تو وہ میرے سر کے اوپر جانب سے آواز آتی ہے۔ میں نے تامل کیا تو ایک مرد دوسرے سے کہتا تھا کہ یہ وہی تو ہے۔ اس نے کہا ہاں وہ وہی ہے۔ پھر وہ لوگ میرے سامنے ہو گئے۔ ان کے چہرے ایسے خوبصورت تھے کہ میں نے کبھی نہیں دیکھے اور اُن سے ایسے عمدہ خوشبو آتی تھی کہ میں نے کبھی نہیں سونگھی اور ان پہ ایسے عمدہ کپڑے تھے کہ میں نے کبھی نہیں دیکھے۔ پھر وہ دونوں میری طرف متوجہ ہو کر آگے بڑھے، اور

پھر ایک نے میرا بازو پکڑ لیا۔ مجھے بھی محسوس نہ ہوا پھر ایک نے دوسرے کو حکم دیا کہ اس کا سینہ چاک کیجئے۔ پس اس نے جھک کر میرا سینہ چاک کر کے دونو طرف کھول دیا۔ میں اپنے سینہ کو دو طرف کھلا ہوا دیکھا تھا لیکن خون کا کچھ نشان بھی نہ تھا اور نہ کسی قسم کا درد محسوس ہوتا تھا۔ پھر اس کو حکم دیا کہ اس میں سے کینہ، حسد نکال دے۔ اس نے خون کے تھکے کی طرح ایک چیز نکال کر باہر پھینک دی۔ پھر اس نے حکم دیا اس میں مہربانی اور رحمت بھر دے تو میں نے دیکھا کہ جیسی چیز اس نے نکالی اسی شکل کی مگر چاندی کے مانند سفید اس میں رکھی پھر (سینہ برابر کر کے سی دیا) میرے دائیں پاؤں کا انگوٹھا ہلا کر کہا کہ سلامتی کے ساتھ جائیے۔

یہ انشراح دو طرح ہوا۔ ایک ظاہری جبکہ سینہ چاک کر کے آلائشی جو حصہ شیطان تھا نکال دیا۔ اور یہ تین مرتبہ ہوا یا چار مرتبہ۔ علماء نے لکھا کہ اولاً بچپن میں جب آپ دائی حلیمہ کے یہاں تھے تاکہ بچوں کے شوق لہو و لعب کی طرف راغب نہ ہوں۔ پھر قریب بلوغ کے تاکہ شباب کے جوش میں دنیا کی طرف میلان نہ ہو۔ اسی واسطے آپ کسی لہو و لعب کی طرف مائل نہ ہوئے۔ واضح ہو کہ اگر صدہا برس چلہ کشی و ریاضت کی جاوے تو بھی یہ صفائی میسر نہ ہو گی، جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس انشراح میں حاصل ہوئی۔ اس لئے کہ آپ کے سینہ سے شیطانی حصہ نکال دیا گیا تھا اور بجائے اس کے خوبیاں بھر دی گئیں۔ اور یہ بات کسی ریاضت وغیرہ سے نہیں حاصل ہو سکتی۔ ثانیاً معراج میں جانے کے وقت شق الصدر ہوا۔ اس سے یہ قوت رکھی گئی کہ آیات کبریٰ ملاحظہ کر سکیں۔ یہ سب کمالاتِ عظیمہ ہیں جن کا نمونہ کسی پیغمبر و رسول میں نہیں معلوم ہوا۔ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِي أَنْقَضَ ظَهْرَكَ اور موضوع کر دیا ہم نے تجھے تیرا وزر جس نے تیری پیٹھ بوجھل کر دی تھی۔ یہ مثل تاج کرامت ہے جو کسی مرسل پیغمبر اور کسی فرشتہ کے لئے نہیں ہے۔ وضع کے معنے رکھنا اور گھٹانا۔ پس جب کہیں وضع فیہ اس جگہ میں نے رکھ دیا اور جب کہیں وضع عنہ، تو معنی یہ کہ اس سے گھٹا دیا۔ اس معنی میں وضیع وہ شخص جو شریف نہ ہو یعنی گھٹیا ہوا کمینہ ہو، اور یہ محاورہ عام ہے۔ چنانچہ عوام بولتے ہیں، کہ اس کی تنخواہ میں سے اس قدر وضع کر لیا یعنی گھٹا دیا، انقض ظہرک یہ ایک مثل ہے۔ یہ مثل اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ السلام کے واسطے بیان فرمائی تو اس سے کیا مراد ہے۔ بہت سے علماء سلف رضی اللہ عنہم نے کہا کہ یعنے ہم نے تجھے وہ بوجھ ہلکا کر دیا جس کا اٹھانا

تجھے بار معلوم ہوتا تھا، یہی معنی مناسب معلوم ہوتا
ہے، کیونکہ اوپر کی آیت میں یہ احسان رکھا کہ ہم نے
تیرا سینہ کھول دیا یعنی وحی قرآن کے لئے۔ پھر فرمایا
جو بارگراں تجھ پر ثقیل معلوم ہوتا تھا وہ تجھ سے ہلکا کر
دیا گیا۔

قول دوم یہ کہ وزر سے مراد وہ کدورات
ہیں جو زمانۂ ولادت سے چالیس برس کی عمر تک
کافروں کے ساتھ رہنے سے طاری ہوئی تھیں لیکن
ہم لوگ اس کدورت کو قیاس نہیں کرسکتے ہیں، اس
لئے کہ آفتاب کا غبار اور شیشہ کا زنگ برابر نہیں ہوتا
اور لوہے کا میل اور موتی کا یکساں نہیں ہے اور آں
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب مبارک اول سے
پاک تھا اور شق الصدر سے بالکل پاک ہو کر محل نور
الٰہی ہوا تو آفتاب کو اس سے کیا نسبت ہے، اور جس
قلب کے مثل عالم وجود میں رب عزوجل نے انبیاء
و مرسلین و ملائکہ مقربین میں ایجاد نہیں فرمایا تو ہم
لوگ کیونکر اس کا اندازہ کرسکتے ہیں۔

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

اور جس نے میل کا نام سن کر قیاس کیا کہ لوہے کے
مانند میل ہوگا وہ سخت احمق ہے۔ آیت میں
(وزرک) کے کیا معنی مراد ہیں۔

(جواب) میں کئی وجوہ ہیں۔ وجہ اول یہ کہ
شریعت کی وحی نازل ہونے سے پہلے چالیس
برس تک کے زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
سے ایسے بعض کام ہو گئے تھے جو شریعت میں ممنوع
بیان ہوئے تو ان کا خیال کرکے آنحضرت صلی اللہ علیہ
وسلم پر بار عظیم طاری ہوتا تھا اگرچہ وہ کام ایسے زمانہ میں
ہوئے تھے جو گناہ نہیں ہوسکتے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ نے وہ
بھی معاف کئے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے قبطی کو مار ڈالا
تھا اللہ تعالیٰ نے معاف کیا۔

وجہ دوم یہ کہ (وزرک) کے معنی باعتبار زبان
عرب کے بارگراں ہے اور اس سے نبوت کا بارگراں مراد
ہے کہ اس کا اٹھانا ابتدا میں آپ پر شاق تھا۔ پس اللہ
تعالیٰ نے قوتِ الٰہیہ سے اس کو ہلکا کر دیا۔ یعنی آپ کو
ایسی قوت روحانی عطا کی کہ یہ بار آپ پر آسان ہو گیا۔

وجہ سوم۔ بعض نے کہا کہ (وزرک) سے
مراد وہ گرانی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش
کی حالت دیکھ کر پیدا ہوئی تھی یعنی آپ دیکھتے تھے کہ
قریش نے دین ابراہیم علیہ السلام کو بگاڑ دیا اور بجائے
توحید کے شرک اختیار کرلیا۔ اور خانہ کعبہ میں بت
رکھے تو آپ کو بہت گراں گزرتا تھا اللہ تعالیٰ نے یہ بوجھ
ہلکا کر دیا کہ اپنا دین توحید نازل فرمایا۔

وجہ چہارم (وزرک) سے اگرچہ گناہ کے معنی مراد
ہیں، لیکن گناہ فی الحقیقت آپ کے واسطے نہیں ہیں،
بلکہ بات یہ تھی کہ آپ کے سامنے آپ کی امت کے گناہ
پیش ہوتے تو آپ بہت غمگین ہوئے اور آپ پر

بہت گراں گذرا تو فرمایا کہ یہ تیرا بارِ گناہ جس سے تیری پیٹھ پر گرانی تھی ہم نے تجھے دُور کر دی۔ خلاصہ یہ کہ امت کے گناہ آپ کی طرف منسوب کیا۔ اس لئے کہ آپ رحمۃ للعالمین تھے یعنی تمام عالم کے رحمت تھے تو جن لوگوں نے آپ کی رسالت کا اقرار کیا اور ایمان لائے ہیں اُن پر آپ کس قدر بے انتہا رحمت تھے تو اس ایمان دار امت کے واسطے غمخواری فرماتے تھے۔ اس لئے اس کے مجموعہ گناہ کو بلفظ وزر تعبیر فرماکر آپ کی جناب میں منسوب کیا اور اس تاویل کے موافق ہمارے ارحم الراحمین پروردگار نے امتِ اسلامیہ کے سب گناہ اپنے حبیب رحمۃ للعالمین کے حوالہ کئے اور یہ نہایت بشارت کا مقام ہے۔ صرف ہم لوگوں کو مرتے دم تک ایمان کا غم چاہیے یعنی آپ کو گناہوں کی حد میں اس طرح رکھیں کہ شیطان کے حوالہ نہ ہو جائیں۔ اس لئے کہ بعضے گناہ ایسے سرزد ہوتے ہیں کہ ان کی سیاہی سے دل اندھا ہو جاتا ہے اور شیطان مسلط ہو جاتا ہے۔ پس ہر روز ہر دم یہ دُعا کرنا چاہیئے کہ اللہ لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر خاتمہ بالخیر کرے

امام رازی وغیرہ نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امتِ عاصی کی غمخواری فرماتے کہ دیکھیئے اللہ تعالیٰ ان کے حق میں کیا حکم فرماتا ہے، اس غم کو دُور کرنے کے لئے مقام شفاعت مرحمت فرمائی یا **وجہ پنجم** یہ کہ (وزرلک) کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے تجھے رسول معصوم کر دیا یعنی تجھے کوئی گناہ نہ ہوگا جو تیری پیٹھ پر بار گراں ہو۔ کیونکہ اگر گناہ ہوتا تو ضرور آپ پر گراں ہوتا۔

اس لئے حدیث شریف میں وارد ہے کہ بہت خفیف باتیں جن کو لوگ روزمرہ بے تکلف عمل میں لاتے ہیں، جیسے زور سے ہنس دینا وغیرہ تو حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، خادم رسول اللہ نے لوگوں سے فرمایا کہ اے لوگو! اب یہ زمانہ آگیا کہ تم لوگ ان باتوں کو کچھ پرواہ نہیں کرتے ہو، حالانکہ ہم لوگ ان کو پہاڑ کے برابر سمجھا کرتے تھے، جب یہ حالت صحابہ رضی اللہ عنہم کی تھی تو خیال کر سکتے ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کس قدر گراں ہوتا۔ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو معصوم کر دیا جس سے یہ بوجھ کبھی نہ ہوگا اور اس امر کو ایسے کلام سے بیان کیا جس سے کسی امتی پر یہ گرانی نہ ہو، کہ کاش وہ بھی معصوم کر دیا جاتا اور علماء تو جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اسرار کیونکر ہیں۔

رازیؒ نے لکھا ہے کہ اسی قسم سے یہ روایت کہ زمانۂ وحی سے پہلے ایک مرتبہ قریش میں سے ایک شخص کے یہاں ایسی دعوت تھی جس میں دَف اور دیگر باجہ گانا تھا۔ بعضے بوڑھے لوگوں نے آپ کو بھی بااصرار مجبور کیا کہ وہاں جاکر شریک ہوں۔ وہاں اللہ تعالیٰ نے آپ پر ایسی نیند غالب کی کہ آپ بالکل سو گئے، اور آپ نے کچھ نہیں سنا یہاں تک کہ صبح ہوئی اور دن نکل آیا حتیٰ کہ دھوپ کی تیزی سے آپ جاگے تھے۔

وجہ ششم (وزر) سے مراد وہ کیفیت

ہے، جو جبرئیل علیہ السلام سے اولی ملاقات، وحی اقرأ باسم ربک میں پیدا ہوئی تھی کہ بدن مبارک کانپنے لگا اور قریب تھا کہ آپ پہاڑ سے گر پڑیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس حالت کو دُور کیا اور آپ کو ایسی قوت دی کہ لذت وحی کی جانب مشتاق ہو گئے کہ تاخیر نزول میں شدت شوق سے چاہتے کہ اپنے آپ کو پہاڑ پر سے گرا دیں۔

وجہ ہفتم یہ کہ وزر سے مُراد وہ اذیت و تکلیف ہے جو کافروں کی طرف سے ادائے رسالت کے وقت آپ کو پہنچی۔ جس سے آپ بہت کبیدہ خاطر ہوتے تھے، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو قوت دی، حتیٰ کہ کافروں نے چہرۂ انور زخمی کیا اور آپ فرماتے تھے کہ الٰہی اس قوم کو ہدایت دے کہ یہ جانتے نہیں ہیں۔ حدیث صحیح میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے معاملے میں جیسی اذیت مجھے دی گئی ہے کسی کو نہیں دی گئی۔ روایت ہے کہ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کے ایمان لانے کا سبب اگرچہ اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم تھا لیکن ظاہر میں یہ سبب ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قریش کے سرکشوں نے خصوصاً ابوجہل نے مارپیٹ کی اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم جو چند آدمی تھے ان میں سے کسی کو یہ قوت نہ تھی کہ مشرکوں سے مقابلہ کریں سوائے ابوبکر کے کہ حضرت ابوبکر نے ہر طرف سے مقابلہ کیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ کافروں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو اس قدر مارا کہ زخمی ہو کر بے ہوش ہو گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی زخمی ہوئے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو ان کے کنبہ کے لوگ اٹھا لائے۔ جب ہوش آیا تو پہلا کلمہ منہ سے یہ نکلا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کیسے ہیں۔ لوگوں نے کہا زندہ ہیں تو کہا الحمد للہ آپ کی صحت میں سب مصیبت آسان ہے۔ ادھر گھر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زخمی مغموم تھے ناگاہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ شکار سے واپس آئے، آپ کو اس حالت میں دیکھ کر پوچھا کہ اے بھتیجے تم کیوں اس حالت غمگین میں ہو۔ آپ نے فرمایا چھوڑ دو ایسے شخص کو جو چچا وغیرہ نہیں رکھتا۔ آخر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو حال معلوم ہوا تو آپ سخت غضبناک ہو گئے اور اسی طرح مسلح مکان سے باہر چلے اور مسجد الحرام میں ابوجہل لعین کو دیکھا اور ایک کمان اس زور سے اس کے سر پہ ماری کہ وہ زخمی ہو گیا اور اس حالت میں بھاگ کر باب شیبہ سے نکل گیا اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ واپس آ کر کلمۂ توحید زبان پر جاری کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے۔

واضح ہو کہ قولہٗ (چچا وغیرہ نہیں رکھتا ہے) اس فقرہ کا مطلب یہ ہے کہ رشتہ اصل میں اس وقت ثبوت ہوتا جب دین میں اتحاد ہو تو کفر کی حالت میں فقط ظاہری طور پر چچا ہو سکتا ہے باطن میں نہیں ہے جیسے حضرت نوح علیہ السلام کے فرزند کافر کی نسبت اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ

لیس من اھلک وہ تیرے اہل و عیال سے نہیں ہے۔

وجہ ہشتم اس سورہ کا نزول حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور ابو طالب کے مرنے کے بعد ہوا سو تو وزر سے انہیں دونوں کی جدائی مراد ہے پس اس کے عوض میں آپ کو معراج عطا فرمائی جس سے یہ وزر دور ہوا ـــ ورفعنا لک ذکرک اور ہم نے بلند کیا تیرا ذکر اس طرح بلند کیا جب اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر دنیا و آخرت میں بلند کیا۔ چنانچہ جو کوئی خطبہ پڑھتا ہے وہ ضرور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتا ہے اور جو کوئی کتاب میں حمد لکھتا ہے وہ نعت بھی لکھتا ہے اور نماز میں ضرور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھا جاتا ہے اور اذاں صریح آپ کی رسالت کا ذکر اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ حدیث مرفوع سے ثابت ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے میرے پاس آکر کہا کہ آپ کا رب جلیل فرماتا ہے کہ اے محمدؐ میں نے کیونکر تیرا نام بلند کیا۔ میں نے کہا میرا رب ہی خوب جانتا ہے کہا کہ وہ فرماتا ہے کہ جب میں ذکر کیا جاتا ہوں تو تیرا نام بھی ذکر کیا جاتا ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے، مقامات زمین و آسمان میں جہاں جہاں اللہ تعالیٰ نے میرے واسطے حکم کیا تھا۔ جب میں اس سے فارغ ہوا تو میں نے عرض کیا اے رب مجھ سے پہلے جن کو تو نے پیغمبر بھیجا ان میں سے ہر ایک کے لئے تو نے دنیا میں کرامت فرمائی، چنانچہ ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا، اور موسیٰ علیہ السلام کو کلام سے شرف دیا، یعنی وہ کلیم اللہ کہلائے اور داؤد علیہ السلام کے لئے پہاڑوں کو اور سلیمان علیہ السلام کے لئے ہوا و شیاطین کو مسخر کر دیا۔ اور عیسیٰ علیہ السلام کے واسطے مردہ زندہ کر دئے، اے رب تو نے میرے واسطے کیا کرامت قرار دی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد! کیا میں نے ان سب سے بڑھ کر تیرے واسطے نہیں کیا کہ جب ذکر کیا جاؤں، تو تو بھی میرے ساتھ ذکر کیا جاوے اور میں نے تیری امت کے سینے ایسے کر دئے کہ حفظ سے قرآن پڑھیں۔ یہ بات میں نے کسی امت کے لئے نہیں رکھی اور تجھے میں نے اپنے عرش کے خزائن سے ایک خزانہ عظیم دیا، وہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ ہے۔

ابن عباس وغیرہ نے کہا کہ ذکر بلند کرنے سے اذاں مراد ہے یعنی اذاں میں اشھد ان لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ اشھد ان محمد رسول اللہ سے ذکر بلند کیا جاتا ہے اور حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کا شعر ؎

اعز علیہ للنبوۃ خاتم
من اللہ من نور یلوح ویشھد

یعنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نور سے نبوت کی انگشتری
اللہ تعالیٰ کی طرف سے روشن کی گئی جو چلتی اور گواہی
دیتی ہے۔ ۵

وضم الاله اسم النبی الی اسمه
اذا قال فی الخمس المؤذن اشهد

یعنے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد کا نام اپنے نام کے
ساتھ ملا دیا۔ جب نمازیوں میں مؤذن اشہد کہتا ہے یعنے
اشہد ان محمد رسول اللہ۔

وشق له من اسمه لیجله
فذو العرش محمود وهذا محمد

اور اللہ تعالیٰ نے اس پیغمبر خاتم النبیین کی تعظیم کے
واسطے اپنے نام سے اس کا نام مشتق کیا۔
چنانچہ ذوالعرش کا نام محمود ہے اور یہ رسول اللہ
محمد ہے۔

خطیب نے سراج میں کہا ہے کہ مشرکین چونکہ آں
حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب مومنین کو فقیری محتاجی
اور تنگ دستی کا الزام دیتے تھے اور کہتے تھے کہ اگر اللہ
تعالیٰ کے نزدیک تم لوگ اچھے دین پر ہوتے تو تم کو یہ
محتاجی کیوں ہوتی بلکہ ہم سے زیادہ مالدار ہوتے اور
اسی قسم کی بیہودہ باتیں یہاں تک بیان کرتے کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ گمان ہوا کہ مشرکین کو اسلام سے
بے رغبتی فقط اسی وجہ سے ہے کہ اہل اسلام فقیر ہیں۔
لہٰذا اللہ تعالیٰ نے پہلے وہ نعمتیں یاد دلائیں جو حقیقت
میں نعمت ہیں۔ پھر وعدہ دیا کہ اس تنگدستی سے جو دنیا کا تعلق
اہل اسلام کے دلوں سے منقطع ہو جائے گا اس وقت اللہ
تعالیٰ آسانی و ثروت بکثرت عطا فرمائے گا۔ فان
مع العسر یسرًا۔ یعنی پھر البتہ سختی کے بعد آسانی ہے۔
یعنی اللہ تعالیٰ نے مکرر تاکید سے آگاہ فرمایا کہ عسر یعنی
سختی و دشواری کے ساتھ ہی یسر یعنی راحت اور آسانی
ضرور پائی جاتی ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ
کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایکوقت اور آپ
کے سامنے ایک سوراخ تھا۔ بس آپ نے فرمایا کہ اگر عسر
آکر (بالفرض) اس سوراخ میں گھس رہے تو یسر آکر اسی
سوراخ میں جاکر اس کو نکال باہر کرے گا۔ پھر اللہ تعالیٰ
نے اس بشارت کے ساتھ ہی دوسری فضیلت کا وعدہ
جمیل فرمایا لقولہ ان مع العسر یسرا۔ یعنی دنیا میں
طاعت کی عسرت کے ساتھ آخرت کی راحت ہے۔ خطیب نے
لکھا ہے کہ پھر جب اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ
وسلم پر اپنی نعمتیں بیان فرمائیں اور بعد عسر کے یسر
عظیم کا وعدہ دیا تو اس کے بعد عبادت میں کوشش
کرنے کا اور شکر ادا کرنے کا حکم فرمایا فاذا فرغت
فانصب والی ربك فرغب پھر جب تو فارغ ہو تو
قیام کر اور اپنے رب کی جانب رغبت کر۔ ف ابن کثیر نے
لکھا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب دنیاوی امور سے

فارغ ہو اور اس کا لگاؤ قطع کر چکے تو عبادت کے واسطے قیام کرو اور فارغ البال ہو کر خوش دلی کے ساتھ عبادت میں مشغول ہو اور اپنے رب کے جانب خلوص کے ساتھ رغبت کر۔ حدیث میں ہے کہ جب طعام (کھانا) حاضر ہو تو اس وقت نماز نہیں ہے' اور جو کوئی دونوں اخبث کے جھگڑے میں ہو تو بھی نماز نہیں ہے۔

اور حدیث میں ہے کہ جب شام کا کھانا حاضر ہو اور نماز عشاء کی اقامت کہی جاوے تو تم لوگ پہلے کھانا شروع کرو۔ علماء نے طعام کے مسئلہ میں کہا کہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب نماز کا وقت دراز ہو جیسے عشاء کا وقت ہے اور جماعت کی نماز کے لئے تکبیر کہی گئی ولیکن ایک شخص کو طعام کی خواہش ہے تو چاہیئے کہ پہلے فراغت کرلے تاکہ اس کی طرف دل کا لگاؤ نہ رہے۔ اخبث سے مراد پیخانہ و پیشاب ہے' اور جھگڑا یہ کہ ایک شخص کو پیخانہ یا پیشاب کی حاجت ہے تو یہ نہ چاہیئے اس کو روک کر نماز پڑھ لے بلکہ فراغت کرلے تب نماز بدلجمعی کے ساتھ قائم ہو۔

اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام البشارات سابقہ ولاحقہ اور عجائب واقعات عرب و عجم آپ کی پیدائش سے پہلے اور ما بعد واقع ہوئے ہیں لکھے جائیں تو مضمون بہت ہی طویل ہو جائے گا۔ اس وجہ سے بہت ہی مختصر و ضروری اشارات پر اکتفا کرتا ہوں۔

تمام انبیاء علیہم السلام سے ازل میں عہد لیا گیا کہ جو پیغمبر مبعوث ہو وہ اپنی امت کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگی سے آگاہ کرے اور زمین کے اقطار میں مختلف زبانوں میں خلقت انسانی پیدا فرمائی۔ بحکم قولہ ان من امتی خلد فیھا نذیر ہر امت میں ایک رسول بھیج دیا تو تمام زمین کی امتیں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے آگاہ ہوگئیں' تب آخر میں تمام امتوں کے واسطے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا جیسا کہ کتب سماویہ میں آنحضرتؐ کی بشارتیں باوجود تحریفات کے پائی جاتی ہیں' اور بکثرت لوگوں نے خواب میں اور کاہنوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا حال بیان کیا ہے۔

سطیح کاہن ملک یمن کے قبیلہ بنی ذئب سے تھا' یہ عرب میں بلکہ روئے زمین پر عجیب الخلقت تھا سوائے سر و ہاتھ کے اس کے بدن میں ہڈی نہ تھی۔ اسکا بدن مانند مشکیزہ کے تھا' اس کا سر سینہ میں چلا جاتا تھا۔ کہانت میں اس کے واقعات بے شمار ہیں۔ اس نے اول نصر بن ربیعہ کو خبر دی کہ ایک مدت کے بعد حبشہ اس ملک یمن پر غالب ہو کر تم لوگوں کو مقہور کریں گے' پھر ستر برس بعد سیف ذی یزن ان سے چھین لیگا۔ پھر چند مدت بعد یمن ایک عظیم الشان پیغمبر کی امت پر منتقل ہو کر قیامت تک اس کے خاندان میں رہیگا۔

اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار بیان کئے۔

آثار شب ولادت صحیح تر قول کے موافق جس سال اللہ تعالیٰ نے ابابیل پرندوں سے اصحاب الفیل کو ہلاک کیا، اسی سال بارھویں ربیع الاول کو خاندان بنی ہاشم کے ایک گھر میں جسکو ہارون الرشید کی والدہ خیزران نے مسجد بنا دیا ہے، اس نور کامل الظہور نے طلوع فرمایا۔ اس رات کے عظائم واقعات جن کے مشاہدہ میں کسی کافر کو بھی شک نہیں ہوسکتا بے شمار ہیں، جیسے بحیرہ جو بلاد رے میں ہے یکایک خشک ہوگیا، اور شام میں دریائے ساوہ رواں ہوگیا حالانکہ صدہا برس سے اس میں پانی کا نام نہ تھا اور نوشیرواں کے محل سے یکایک چودہ کنگرے گر پڑے حالانکہ مضبوطی میں ضرب المثل تھا۔ نوشیرواں نے خائف و ہراساں ہو کر ارکان دولت و دانایان فارس کو جمع کیا تاکہ اس بارے میں کچھ اظہار کرے۔ ہنوز کسریٰ نے مافی الضمیر اظہار نہ کیا تھا کہ صوبۂ فارس سے ہولناک خبر پہنچی کہ بڑے آتشکدہ فارس کی آگ فلاں تاریخ رات کو یکایک سرد ہوگئی۔ حساب سے معلوم ہوا جس ساعت یہاں کنگرے گرے تھے اسی ساعت میں آتشکدہ سرد ہوا ہے۔ یہ آگ ہزار برس سے جلتی رہی، ایک دم کے واسطے نہیں بجھی تھی اور مجوس اس آتشکدہ کو اپنا قبلہ جانتے تھے نوشیرواں کا خوف اس خبر سے کئی گونہ ہوگیا اور کسی موبد (قاضی) نے کہا کہ میں نے اسی رات خواب میں دیکھا کہ مضبوط اونٹ عربی گھوڑوں کو کھینچتے ہیں۔ یہاں تک کہ دجلہ سے اتر کر ملک ایران و فارس میں پھیل گئے۔ میرے خیال میں کوئی سانحہ ظاہر ہوا ہے۔ نوشیرواں نے اپنے ماتحت بادشاہ عراق عرب کا جس کا نام نعمان بن المنذر تھا فرمان بھیجا کہ وہاں سے ایک عقلمند بھیج دے، اس نے عبد المسیح کو بھیجا جو اس وقت کے مشاہیر میں سے تھا اس نے نوشیرواں کے خیالات معلوم کر کے کہا اس کا جواب سطیح کاہن دے سکتا ہے، جو دیار شام میں ساکن ہے بادشاہ نے اس کو سطیح کے پاس بھیجا۔ جب یہ پہنچا تو سطیح بحالت نزع تھا۔ عبد المسیح نے دستور کے موافق اس مشکیزہ کو ہلایا اور نوشیرواں کا پیغام سنایا۔ اس نے جواب نہ دیا، عبد المسیح نے لاچار ہو کر چند اشعار کہے، یکایک سطیح نے سر اٹھا کر کہا کہ عبد المسیح ہے اور ساسان کے بادشاہ کے پاس سے آیا ہے۔ اس نے سوانح و خواب سے پریشان ہو کر میرے پاس بھیجا ہے۔ واضح ہو کہ جب تلاوت ظاہر ہوگی (قرأۃ قرآن) اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہونگے تو یہ علامت ہے کہ دریائے ساوہ رواں ہوگا۔ اور بحیرہ ساوہ خشک ہو جائے گا اور فارس کا آتشکدہ بجھ جائے گا اور مجوس فارس و ایران اور نصاریٰ روم پست و مغلوب ہو جائینگے اور سطیح بھی باقی نہ رہے گا اور جس قدر کنگرے ایوان کسریٰ سے گرے ہیں اسی قدر اس کے خاندان سے

بادشاہ ہوں گے، پھر اس کے بعد زوال وسختیاں ہیں۔ اس قدر کہہ کر سطیح دم بخود ہوگیا۔ دیکھا تو وہ مُردہ ہو چکا تھا۔ عبد المسیح نے شام سے مراجعت کر کے نوشیرواں کو یہ بیان سُنایا۔ تو نوشیرواں نے چودہ بادشاہ اپنے خاندان سے سُن کر خوش ہوا کہ ابھی مدت دراز ہے اور یہ نہ جانا کہ ان میں سے دس تو چار ہی سال میں تمام ہو جائیں گے۔ اور ان میں سے آخری بادشاہ یزدگرد بن شہریار تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، کی خلافت میں مجاہدین کی تلوار سے خراسان میں مارا گیا۔

شبِ ولادت میں اتفاق سے قریش کے ایک بزرگ بت کی پوجا میں جمع ہو کر اقسام طعام لائے۔ ناگاہ وہ بت سرنگوں گرا تو قریب کے حاضرین نے اتفاقیہ سمجھ کر اس کو سیدھا کیا۔ ایک لحظہ کے بعد وہ پھر اوندھا گرا تو اہل شرک بہت غمناک ہوئے اور آخر اس کو بدستور نصب کیا بعد ایک لحظہ کے نگونسار ہوا۔ تب تو اضطراب عظیم پیدا ہوا اور یکایک اس بت کے پیٹ سے ہولناک آواز آئی جس کا حاصل یہ ہے کہ ایک فرزند پیدا ہوا ہے جس کے نور سے مشرق و مغرب روشن ہو گئے اور بتوں کی موت اس کے ہاتھوں میں ہے۔ واضح ہو کہ بے شمار عجائب و غرائب وقت ولادت کے حضرت کی والدۂ ماجدہ، زنان حاضرات سے منقول ہیں۔ زمین و آسمان بقعۂ نور بنا ہوا تھا۔ اس وقت فاطمہ ثقفیہ اور شفاء والدۂ عبد الرحمٰن

بن عوف حضرت آمنہ کے پاس موجود تھیں وہ اسی نور کے استغراق میں بہت سی چیزیں دیکھ کر وہ بھی متحیر تھیں۔ لیکن جس قدر آمنہ کو نظر آتا تھا اُن کو نظر نہ آیا۔ (تفصیل کی گنجائش نہیں)۔

بیان رضاعت بقبیلۂ بنی سعد

جمہور کے نزدیک اول آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی والدۂ ماجدہ آمنہ نے دُودھ پلایا، پھر ابولہب کی لونڈی ثویبہ نے دودھ پلایا جس نے پہلے حمزہ بن عبد المطلب کو دودھ پلایا تھا۔ پھر حلیمہ سعدیہ اس دولت سے مشرف ہوئیں۔ واضح ہو کہ اشراف مکہ کا دستور تھا کہ اپنے بچوں کی وطن میں دودھ سے پرورش نہیں کرتے تھے۔ اول یہ کہ ہوائے مکہ بہت گرم ہے، دوم یہ کہ عورتیں اس کام سے فارغ نہیں۔ اس لئے کہ اطراف کے قبائل میں جہاں کی آب و ہوا اچھی ہوتی تھی، اپنے بچوں کو بھیج دیتے اور بچوں کو لینے کے واسطے ربیع و خریف کے موسم میں اطراف سے بہت عورتیں آیا کرتی تھیں کیونکہ ان کو قریش سے منافع حاصل ہوتے تھے۔ انہیں عورتوں میں حلیمہ سعدیہ بھی ہیں) اس سال قحط و عسرت شدید واقع ہوئی تھی، حتیٰ کہ صحرا خشک ہو گئے تھے۔ قافلہ کے ساتھ نہ پہنچ سکیں۔ ایک روز بعد میں پہنچیں۔ کسی گھر میں بچہ نہ ملا۔ بہت ہی افسردہ و غمگین ہوئیں کہ اسی حالت میں

مجھے ایک مرد معزز صورت نظر آئے جو ہمارے قبیلہ
کی فرودگاہ پر آواز دیتے تھے کہ کس دودھ پلانے والی کو
بچہ نہیں ملا ہے۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ عبدالمطلب
سردار قریش ہیں۔ میں نے جاکر اپنا حال ظاہر کیا۔ فرمایا
کہ تو کون ہے؟ میں نے کہا کہ میں بنی سعد سے ہوں میرا
نام حلیمہ ہے، ایک روز دیر کو پہنچی، میرے قبیلے کی عورتوں
نے بچے لئے اور میں محروم رہ گئی۔ خوش ہو کر فرمایا کہ سعد
و حلم دو صفتیں تجھ میں خوب ہیں۔ پھر فرمایا کہ میرا ایک
بچہ یتیم نام محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) ہے۔ میں نے تیرے قبیلہ
کی تمام عورتوں سے کہا کسی نے نہ لیا اور کہا کہ یتیم سے
کچھ نفع کی امید نہیں ہے۔ میں امید کرتا ہوں تو ہی اس
سے متمتع ہو۔ میں نے کہا اچھا میں اپنے شوہر سے مشورہ
کرلوں۔ فرمایا کہ ہاں زبردستی نہیں ہے۔ جب میں نے
شوہر سے مشورہ لیا تو خدائے تعالیٰ نے اس کے دل
میں خوشی پیدا کردی۔ اس نے کہا اے حلیمہ جلدی کر شاید
اس کو دوسری عورت لے لے۔ میری بہن کی دختر نے
کہا کہ اے خالہ، بنی سعد کی عورتیں تو توانگروں کے بچے
لے جاکر اس کی پرورش کے خرچ میں گراں بار رہونگی۔ میں
اس بات کو سن کر اندیشہ میں ہوئی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے
میرے دل میں تسکین دے دی۔ جب عبدالمطلب مجھے آمنہؓ
کے گھر لائے۔ میں نے دیکھا کہ نورانی صورت ایک عورت
ہے، مجھے ہنس کر اپنے فرزند کے پاس لے گئیں۔ میں نے
دیکھا کہ ایک فرزند ارجمند ہے کہ آفتاب گویا اس کے
رخساروں میں رواں ہے، اور ایسا حسن وجمال دیکھا کہ
میں یکبارگی فریفتہ ہوئی۔ اپنا دایاں دودھ اس کے منہ
میں دیا۔ فوراً پینا شروع کیا۔ پھر میں نے بایاں دیا تو نہ لیا،
یہی آپ کا ہمیشہ معمول رہا۔ جب میرے شوہر نے آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کا جمال باکمال دیکھا سجدۂ شکر خداوندی بجا
لائے۔ اور فرمایا کہ اے حلیمہ آدمیوں میں میں نے کبھی ایسا لڑکا
نہیں دیکھا۔ القصہ حضرۃ حلیمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کو لیکر اپنے وطن روانہ ہوئیں تو راستہ میں عجائبات قدرت
کا مشاہدہ کرتی رہیں، اور جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم
آپ کے گھر رہے خیر وبرکت ہی سے سرفراز ہوتی رہیں۔

شق الصدر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دو رضاعی بھائی تھے
ہر روز بکریاں جنگل میں چرانے جاتے تھے۔ جب آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف تین برس کی ہوئی تو ایک
روز حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا اے اماں میں اپنے
بھائیوں کو نہیں دیکھتا ہوں۔ میں نے کہا اماں تجھ پر
قربان، تیرے بھائی دن میں بکریاں چرایا کرتے ہیں۔
فرمایا پھر مجھے ان کے ساتھ کیوں نہیں بھیجتی ہو۔ میں نے
عذر کیا ولیکن اصرار دیکھا تو مجھے دل شکنی گوارہ نہ
ہوئی۔ میں نے کہا کل ان کے ساتھ کردونگی۔ دوسرے
روز تڑکے ہی شانہ کردیا اور آنکھوں میں سرمہ لگایا،

کپڑے تبدیل کر دئے۔ پھر میں نے آپ کے بھائیوں کو تاکید اور بہت وصیت کی کہ تم لوگ خبردار بکریوں کو چھوڑ کر ان کی ہمہ تن نگہبانی کرنا اور ان کو چھوڑ کر بکریوں کے پیچھے نہ جانا اگرچہ بکری جاتے رہے۔ یہ تاکید کر کے فرزند حبیب کو روانہ کیا ولیکن میرا دل لگا رہا۔ ہنوز ابھی دوپہر نہیں ہوئی تھی کہ میرا فرزند زبیر نام ہانپتا کانپتا فریاد کرتا تھا کہ اے ماں جلدی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر لے شاید تو زندہ پاوے۔ مجھے امید نہیں ہے۔ میں نے بدحواس ہو کر فریاد کی۔ قبیلہ کے لوگ جو موجود تھے چراگاہ کی طرف دوڑے اور میرے شوہر نے زبیر سے حال پوچھا، اس نے کہا کہ اچانک دو مرد ظاہر ہوئے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھا کر پہاڑ پر لے گئے اور سینہ چاک کر ڈالا۔ میں ان کو اسی حال میں چھوڑ کر آیا تھا۔ حلیمہ بے تاب ہو کر فریاد کرتی تھی اور ان کے شوہر کو یہ گمان ہوا کہ کسی دشمن نے یہ ظلم کیا ہے۔ زبیر نے کہا اے باپ یہ دونوں مرد ہوا سے اترے تھے۔ بہرحال افتاں و خیزاں وہاں تک پہنچے۔ الحمد للہ یہ دیکھا کہ آپ پہاڑ پر سراسیمہ بیٹھے ہیں۔ چہرۂ مبارک کا رنگ قدرے پھیکا ہے۔ حلیمہ کے شوہر نے فوراً گود میں لے لیا اور کہا کہ ہماری جانیں تم پر قربان اے فرزند تم کو کیا ہوا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تفصیل سے واقعہ کو بیان فرمایا۔ حضرت حلیمہ بیان کرتی ہیں کہ ہم لوگوں نے

غور کیا تو سینے کے نشانات ظاہر ہوئے تھے۔ لوگوں نے مشورہ دیا کہ مصلحت یہی ہے کہ رنج جدائی گوارہ کر کے آپ کو صحیح و سالم عبد المطلب کے پاس پہنچا دیا جائے۔ چنانچہ حضرت حلیمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بحفاظت راستہ میں عجائباتِ قدرت کا نظارہ کرتی ہوئی عبد المطلب تک بصحت و سلامتی پہنچا دیا۔ اور آپ کی قسمت میں جو انعام ملنا تھا ملا۔ بعض روایتوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت حلیمہ مکہ کے دروازے پر پہنچیں سواری سے خود بھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اُتارا۔ آپ کو وہیں چھوڑ کر رفع حاجت کے لئے گئیں۔ واپسی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گم پایا اور بہت تلاش کیا مگر پتہ نہ چلا مجبور ہو کر عبد المطلب کو بھی خبر دی۔ وہ بھی تلاش میں نکلے۔ طوافِ کعبہ میں مشغول ہوئے کہ ہاتف غیبی کی آواز سے معلوم ہوا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وادی تہامہ میں ہیں۔ ابوجہل اس طرف سے آتا تھا آپ کو دیکھا کہ درخت سے کھیلتے ہیں۔ نام پوچھ کر اپنی ردیف میں بٹھا لیا ولیکن اونٹنی نے چلنے سے انکار کیا۔ ہرچند اس نے کوشش کی، یہاں تک کہ زدوکوب سے کام لیا باوجود اس کے اونٹنی نہیں چلی۔ ابوجہل خوف زدہ ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے آگے بٹھایا تو اونٹنی فوراً کھڑی ہوئی خوشی سے چلنے لگی۔ تھوڑی دور پر ثقفی اور ابن نوفل مل گئے۔

انہوں نے بھی اس امر کو آزمایا تو ان کی سواریوں نے بھی اس وقت قدم اٹھایا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آگے بیٹھے۔ پھر کچھ دور چل کر عبدالمطلب کو پایا اور ان کے حوالے کیا اور ابوجہل نے یہ عجیب واقعہ جو اونٹنی سے متعلق تھا سنایا۔

عبدالمطلب نے حلیمہ کو تسکین دینے کے لئے ان کے حوالہ کیا اور ساتھ ساتھ حضرت آمنہ کے گھر لائے اور فوراً جا کر بہت سے اونٹ قربانی کئے۔ حلیمہ کہتی ہیں میں نے بی بی آمنہ سے شق الصدر کا حیرت ناک قصہ بیان کیا اور کہا کہ اس واقعہ کی وجہ سے جدائی پر صبر کرتی ہوں۔ اس بی بی نے سن کر کچھ بھی تعجب نہیں کیا بلکہ مجھ سے فرمایا کہ ہاں میرے اس فرزند کے بارے میں کوئی شان عجیب ہے، چونکہ اس کی ولادت کے زمانہ میں خود میں نے بہت عجیب و عظیم واقعات دیکھے ہیں، حلیمہ کو پھر واپس لے جانے کی جرأت نہ ہوئی ولیکن اکثر اوقات آیا کرتی تھیں۔ تنبیہ واضح ہو کہ شق الصدر میں اوپر کے ٹانکے کے نشانات ظاہر کردئے حالانکہ اس کی ضرورت نہ تھی۔ اس سے قوم کو اس معجزہ کی تصدیق عطا کی اور حرم میں ابوجہل وغیرہ کو تنبیہ کی گئی کہ تمہاری بہتری اسی میں ہے کہ اس کی اطاعت قبول کرو نہیں تو ہلاک کئے جاؤ گے۔ اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف قریب چار برس کی تھی۔

بوئے جنت سے بھی محروم

فضل العلماء حافظ بشیر الحق ادھونی، استاذ دارالعلوم لطیفیہ ویلور

عن عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، قال، ثلاثۃ لا یدخلون الجنۃ ابدا الدیوث، والرجلۃ من النساء ومدمن الخمر۔ قالوا یارسول اللہ اما مدمن الخمر فقد عرفناہ فما الدیوث قال، الذی لایبالی من دخل علی اہلہ قلنا فما الرجّلۃ من النسّاء قال اللتی تشبّہ بالرّجل۔ ذیل کا مضمون مذکورہ بالا حدیث کی تشریح اور توضیح پر مشتمل ہے جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیوث، مردنما عورت، اور ہمیشہ شراب میں مست رہنے والے کو بوئے جنّت سے بھی محروم قرار دیا ہے۔ ملت اسلامی کے اندر مذکورہ حدیث کے مصداق افراد کی کمی نہیں۔ لہٰذا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث عہد حاضر میں خصوصیت کے ساتھ ایک دعوت فکر ہے۔ خدا کسی مسلمان مرد اور عورت کو جنت کی نعمتوں سے محروم نہ رکھے۔

اسلامی نظام حیات کی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ایک صالح معاشرہ کو غیر معمولی اہمیت دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے قبل از وقت ہی ان تمام عناصر وعوامل کا انسداد کیا جو معاشرہ کی فضا کو متعفن کرسکتے ہیں۔ موجودہ دور میں ملت اسلامی کا عظیم المیہ کہیئے کہ اسلام کے کھینچے ہوئے خطوط پر کہیں معاشرتی زندگی رواں دواں نہیں ہے۔ یہ کھلی حقیقت ہے کہ ایک مضبوط وطاقتور اور ترقی یافتہ معاشرہ دوسری سوسائٹی کے افراد پر اپنے اثرات چھوڑتا ہے لیکن ذی فہم سوسائٹی اپنے اندر ایسے اجزاء کو جذب کرلینے سے احتراز کرتی ہے جو اس کے امتیازات اور خصوصیات کو ختم کرسکتے ہیں۔ آج ہر ملک کے اندر مسلم معاشرہ اسلامی معاشرت کے مقابلہ میں اپنے ہی ملک اور علاقہ کے معاشرت اور وہاں کی خصوصیات وروایات سے متصف رہنے کے ساتھ ساتھ مغربیت سے بے حد متاثر ہے۔ اس مختلف النوع اور رنگارنگی اثرات کا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ آج اسلامی زبان تہذیب، تمدن اور معاشرت پر غیر اسلامی رنگ چھا رہا ہے۔ ایسی نازک صورت میں اسلامی ذہن وفکر کی تشکیل اور اسلامی حمیت کے احیاء اور ابھار سے غفلت یقیناً ملت کا نقصان کی طرف ایک تیز رفتار قدم ہے۔ اسلام کے

مقابل نئے نئے نظامہائے حیات اُبھرتے ہی رہیں گے۔ اور نئی نئی تہذیبیں وجود میں آتی رہیں گی۔ لیکن امتِ مسلمہ کا فریضہ ہے کہ وہ اسی روش پر قائم رہے جس کی ہدایت خدا و رسول نے کی ہے۔ اسی حقیقت کو خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام کو سمجھایا۔ چنانچہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک مرتبہ آپ صحابۂ کرام کے درمیان بیٹھے ہوئے اپنی انگشتِ مبارک سے ایک سیدھی لکیر کھینچی اور فرمایا یہ خدا کا راستہ ہے۔ پھر اسی لکیر کے دائیں بائیں جانب کئی ایک ٹیڑھی لکیریں کھینچیں اور فرمایا ان تمام رستوں میں کوئی راستہ بھی ایسا نہیں ہے جس پر شیطان کا قبضہ نہ ہو۔ اس کے بعد آپ نے قرآن کریم کی یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی وان ھذا صراطی مستقیما فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ خدا نے آگاہ کیا کہ یہی میرا سیدھا راستہ (اسلام) ہے۔ اسی پر چلتے رہو۔ دوسرے راستوں کی جانب نظر نہ کرو۔ ورنہ بھٹک جاؤ گے۔

اس حدیث سے پہلی بات تو یہ معلوم ہوئی کہ وہ سیدھی لکیر اسلام ہے اور باقی لکیریں دیگر مذاہب اور ادیان ہیں جو تمام باطل اور غلط ہیں۔ صرف اسلام ہی راہ نجات اور منزلِ مقصود پالینے کا واحد راستہ ہے اور دوسری بات یہ سمجھ میں آرہی ہے کہ حضور اکرمؐ نے ملت اسلامی کو اسلام کے بتائے ہوئے اصول و قوانین کی پیروی و اتباع کا حکم دیا ہے اور حضور اکرمؐ نے اسی عظیم مقصد کی تکمیل کے لئے ساری توانائیاں صرف کیں اور ایک عدیم المثال اسلامی معاشرہ قائم فرمایا۔ دیوث، مردنما عورت اور شرابی، یہ تینوں معاشرہ کے لئے سمِ قاتل تھے جس کے انسداد کے لئے سخت اقدام فرمایا اور انہیں بوئے جنت سے بھی محروم کر دیا۔

دیوث

صحابۂ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جب یہ حدیث سنی تو عرض کیا خدا کے رسول شرابی کے مفہوم سے ہم لوگ واقف ہیں لیکن دیوث اور مردنما عورت کی حقیقت ہم پر منکشف نہ ہو سکی۔ اس سوال پر خود حضور اکرم نے دیوث کی یہ تشریح فرمائی کہ الذی لایبالی من دخل علی اھلہ دیوث وہ بے غیرت آدمی ہے جو اپنی بیوی کو فحش و گندگی اور زناکاری میں دیکھتے ہوئے بھی زانی شخص سے کسی قسم کا تعرض نہ کرے اور اس معاملہ میں لاابالی پن ظاہر کرے۔

بیوی کو بدکاری و آوارہ گردی اور زناکاری میں مبتلا دیکھ کر مرد کی رگِ حمیت و غیرت کا پھڑک اٹھنا انسانی فطرت کا تقاضہ ہے۔ اور یہ خصوصیت صرف انسان ہی کی نہیں بلکہ حیوان میں بھی یہ مادہ موجود ہے۔ اسی وصف اور قوت کو انسان کے اندر مستحکم کرنے کے لئے شریعت نے سخت قدم اٹھایا۔ کیونکہ نفسِ انسانی میں یہ ایسی قوت ہے جس کی عدم موجودگی

بے شمار گندگیوں اور برائیوں کا پیش خیمہ ثابت ہوتی ہے۔

اسلام میں دیوث کا ذکر اور اس کی مذمت اس حقیقت کی آئینہ دار ہے کہ غیرت ہی دین کی اساس ہے اور جس شخص کے پاس غیرت نام کی کوئی چیز نہیں اس کا کوئی مذہب بھی نہیں۔ کیونکہ غیرت ہی وہ محسوس قوت ہے جس کے وجود اور بقا سے قلب زندہ ہے۔ اور اسی قلب کی زندگی سے اعضاء جوارح کے اندر حرکت اور زندگی قائم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب کبھی گندگی اور برائی کا مظاہرہ ہوتا ہے تو قلب میں اس کے متعلق حقارت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں اور یہی جذبات اعضاء میں گرمی اور حرکت پیدا کرتے ہیں جو انسدادِ سوء کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔ لہٰذا جب کسی کے قلب میں کسی قسم کے جذبات ہی جنم نہیں لیتے تو اس کے اعضاء میں تحریک کا کوئی سوال ہی نہیں ہوتا۔ قلب کی زندگی جذبات کے نشوونما کا باعث ہے اور یہی جذبات اعضاء میں تحریک کا باعث ہیں، اور اسی تحریک سے حرکت و عمل کا رشتہ قائم ہے، جس پر زندگی کا دارومدار ہے۔ اسی لئے حضورؐ نے فرمایا جسم کے اندر ایک حصہ قلب ہے جس کی صحت و سالمیت پر سارے جسم کی صحت کا انحصار ہے۔

قلب سے اسی قوت کے خاتمہ کا سبب ہے کہ دیوث اپنی بیوی کو فحش میں مبتلا دیکھنے کے باوجود اس کے دل پر کوئی جذبہ طاری نہیں ہوتا جس کی وجہ سے وہ لاابالی پن کا مظاہرہ کرتا ہے۔ لفظ غیرت بظاہر ایک چھوٹا سا لفظ ہے لیکن اسی کے اندر قوم کی زندگی پوشیدہ ہے۔ بدقسمتی سے آج مسلم دشمن طاقتیں اسی قوت (غیرت) کو مسلمانوں سے ختم کرنے کے درپے ہیں۔ مسلم ممالک میں بڑھتی ہوئی مغربی تہذیب نے اس قوت پر ضرب کاری لگائی ہے۔ شاید اسی کا اثر ہے کہ آزادانہ طریقہ سے مردوں اور عورتوں کا اختلاط، مخلوط اجتماعات، بے پردگی اور غیر شخص کا اپنی بیویوں سے تعارف اور بات چیت، یہ تمام باتیں کوئی معیوب نہیں سمجھی جارہی ہیں لیکن اس کے جو اثرات رونما ہو رہے ہیں وہ ذی فہم اصحاب سے پوشیدہ نہیں۔

مردنما عورت

مذکورہ حدیث کی رو سے ایسی عورت بھی جنت کی نعمتوں سے محروم سمجھی گئی ہے، جو وضع قطع، لباس، شکل صورت طرز تکلم، رہن سہن، چال چلن، وغیرہ میں مرد سے مشابہت پیدا کرلیتی ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی عورتوں پر لعنت بھیجی ہے جو مردوں سے مشابہت اختیار کرلیتی ہیں اور آپ نے ان مردوں کو بھی ہدف ملامت بنایا جو نسوانیت اور زنانہ پن اختیار کرلیتے ہیں اور آپ نے اس بات پر کافی لعنت کی کہ مرد عورت کا لباس پہنے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وہ مرد بھی جنت سے محروم ہیں جو وضع قطع، شکل صورت لباس، بات چیت

اور رہن سہن میں عورتوں سے مشابہت پیدا کر لیتے ہیں۔ مغربی تہذیب و تمدن کا "فیضان" کہئے کہ مسلم معاشرہ کے اندر مردانہ لباس اور زنانہ لباس میں فرق کرنا کوئی معیوب بات نہیں سمجھا جا رہا ہے۔ اور یہ وبا اتنی عام ہو رہی ہے کہ اس طرزِ عمل کو حسن پرستی اور فیشن سے تعبیر کیا جا رہا ہے۔ جدید دنیا کے اندر بھلے سے یہ حسن اور فیشن ہی سہی لیکن جنت سے دور ہی کس قدر "حسین" بات ہے۔

شرابی

جنت سے محروم کئے گئے تین، نفوس میں سے ایک وہ بھی ہے جو ہمیشہ نشہ میں مست رہتا ہے۔ شراب ایک ایسی چیز ہے جو آدمی کی دنیا اور دین دونوں کو تباہ و برباد کر دیتی ہے۔ قرآن میں شراب کے لئے خمر کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ عربی میں خمر حجاب کے اس حصے کو کہتے ہیں جسے عورت اپنے چہرے پر ڈالتی ہے اور شراب کو بھی خمر اسی مناسبت سے کہا گیا کہ وہ بھی عقل کے چہرہ پر پردہ ڈالتی ہے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شراب کی یہی تعریف کی ہے الخمر ما خامر العقل اسلامی نقطۂ نظر سے شراب ہر وہ جامد یا سیال چیز ہے جس کے اندر نشہ پایا جاتا ہو۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہؓ نے ایک مرتبہ یمن کا دورہ کیا اور وہاں بنائی جانے والی شرابوں سے متعلق حضور اکرم ﷺ سے پوچھا تو آپؐ نے دریافت کیا ان میں نشہ بھی پایا جاتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے اثبات میں جواب دیا۔ اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کل مسکر خمر و کل خمر حرام ہر نشہ آور چیز شراب ہے اور ہر شراب حرام ہے۔

اسلام کے ابتدائی دور میں شراب حرام نہیں ٹھہرائی گئی کیونکہ یہ ساری عرب سوسائٹی پر چھائی ہوئی تھی۔ اگر دفعتاً ایک ہی مرتبہ حرام قرار دی جاتی تو لوگوں کی طبیعت پر یہ حکم گراں گذرتا اور دین میں حرج واقع ہونے کا امکان تھا۔ اس لئے بتدریج نفسیاتی حیثیت سے مختلف تدابیر کے ذریعہ اس کا علاج شروع کیا گیا۔ پہلے مرحلہ میں صرف اتنی بات ذہن نشین کرائی گئی، کہ اس میں نفع کے مقابلہ میں نقصان زیادہ ہے۔ پھر دوسرے مرحلہ میں یہ حکم دیا گیا کہ نمازوں کے اوقات میں شراب استعمال نہیں کی جانی چاہئے۔ اس تفہیم کا اثر یہ ہوا کہ ذی فہم اصحاب نے اس کے کثرت نقصانات اور اوقات نماز میں باہم قرب و اتصال کی وجہ سے شراب کو ترک ہی کر دیا۔ اسکے بعد آخری مرحلہ میں شراب کو لطیف پیرائے میں انتہائی نجس اور خبیث قرار دے کر تحریم کا اعلان کیا۔

صاحب جصاص فرماتے ہیں، شراب کو نجس قرار دینا ہی اس کے حرام ہونے کی واضح دلیل ہے کیونکہ شریعت کی زبان میں رجس اور نجس سے اجتناب اور کنارہ کشی لازمی ہے۔ ہجرت کے تیسرے سال

غزوۂ احد کے بعد شراب مطلق حرام ٹھہری۔ جوں ہی
حضورؐ نے منادی کرائی اسی وقت ایک ہی آواز پر رہی سہی
شراب نالیوں میں بہا دی گئی۔ حضرت انسؓ کا بیان ہے
کہ شراب کا دور چل رہا تھا کہ اچانک کانوں میں یہ آواز
آئی ایھا القوم ان الخمر قد حرمت (لوگو! شراب
مطلق حرام ہو چکی ہے) اسی وقت میکدے میں تمام خم
وساغر توڑ دئے گئے اور شراب بہادی گئی۔

شراب کی تحریم اسلام کے علاوہ دیگر آسمانی
ادیان و مذاہب میں پائی جاتی ہے اور ان مذاہب میں
بھی یہ چیز مکروہ سمجھی جاتی ہے جو انسانی ذہن کے
اختراعات ہیں۔ چنانچہ ہندوستان میں سکھوں کا ایک فرقہ
ایسا بھی ہے جو شراب کو حرام سمجھتا ہے۔ اور ہندوؤں
کے اعلیٰ طبقہ میں یہ چیز نجس ہے اور ان کے یہاں شراب
خوار کو ذات اور برادری سے خارج کرنا ایک فعل مستحسن ہے۔

مذہب عیسائیت میں بھی یہ چیز حرام ہے۔
جیسا کہ ملت مسیحا کے امام ارتوکس کتاب مقدس سے
نشہ آور چیزوں کی حرمت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں'
ہر آسمانی کتاب جو کسی بھی نبی اور رسول پر نازل کی
گئی ہو اس میں مسکرات کو اجمالی حیثیت سے حرام
قرار دیا گیا ہے۔

اسلام نے صرف شراب ہی کو حرام نہیں قرار
دیا بلکہ اس کے تمام دواعی اور محرکات کو بھی حرام ٹھہرایا۔
چنانچہ ابن عمرؓ نے حدیث روایت کی ہے کہ حضورؐ نے
فرمایا' خدا نے لعنت بھیجی ہے شراب پر' شرابی پر' شراب
پلانے والے پر' فروخت کرنے والے پر' کشید کرنے والے
پر' خریدنے والے پر' شراب اٹھا لیجانے پر' اور اس شخص
پر جس کے لئے وہ ڈھو کر لے جائی گئی ہو۔

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دسترخوان
پر کھانے سے بھی منع فرمایا جس پر شراب پی جا رہی ہو۔ بعض
لوگوں نے تحریم کا حکم سنکر پوچھا۔ خدا کے رسول کیوں نہ
ہم اپنے یہودیوں کو تحفہ دیں؟ آپ نے فرمایا جس خدا
نے حرام ٹھہرایا ہے تحفہ دینے سے بھی منع فرمایا ہے۔ چند
لوگوں نے شراب کو سرکہ میں ڈالنے کی تجویز پیش کی۔
حضور نے فرمایا نہیں۔ اس کو تو بہادو اور علاج و معالجہ
کے بارے میں اس کے استعمال کو پوچھا گیا۔ حضورؐ اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بھی منع کیا اور فرمایا خدا نے
مرض اور اسکی دوا دونوں کو پیدا کیا ہے۔ لہٰذا تم حرام
چیزوں کو دوا نہ بناؤ اور شراب تو خود ہی ایک مرض ہے
وہ دوا کیسے ہو سکتی ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں
خدا نے اس چیز میں کوئی شفا نہیں رکھی ہے جو حرام ہے۔

دیلم حمیری نے حضور سے عرض کیا' ہم لوگ
سخت محنت کرنے والے اور سرد علاقہ کے رہنے والے
ہیں۔ ہمارے یہاں سردی اور تھکان سے بچنے کے
لئے شراب استعمال کی جاتی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا'
تمہارے علاقہ والوں سے کہو اس چیز سے پرہیز کریں۔
حمیری نے عرض کیا' خدا کے رسول شاید ہمارے علاقہ

کے لوگ اس کو ترک نہ کریں۔ اس پر حضورؐ نے سختی سے فرمایا اگر ترک نہ کریں تو ان کے ساتھ جنگ کرو۔

شراب کو حضورؐ نے تمام گناہوں کی جڑ قرار دیا ہے۔ جوں ہی اس کے پینے سے عقل زائل ہوتی ہے آدمی سے حلال وحرام کی تمیز اُٹھ جاتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے ایک واقعہ بیان فرمایا، کہ بنی اسرائیل میں ایک عزلت نشین عابد تھا۔ سؤ اتفاق وہ ایک ایسے مکان میں جا پہنچا، جہاں شراب عورت اور خنزیر کا گوشت موجود تھا۔ اس کو خنزیر کا گوشت کھانے کے لئے کہا گیا لیکن اس نے صاف انکار کیا۔ اس پر اوباشوں کو اور بھی شرارت سوجھی اور ان لوگوں نے مجبور کیا کہ ان تین چیزوں میں سے کسی ایک کو استعمال کرنا ہوگا۔ عابد نے دیکھا فرار کی صورت نہیں ہے۔ شراب پینے کو خفیف گناہ سمجھتے ہوئے اسی کو پا یا۔ لیکن نشہ نے وہ اثر کیا کہ اس نے خنزیر کا گوشت بھی کھالیا اور عورت کے ساتھ زنا بھی کیا۔

شراب طبی نقطۂ نظر سے بھی نقصان دہ ہے۔ اس کے استعمال سے جگر معدہ اور دماغ پر بڑا اثر واقع ہوتا ہے۔ موجودہ زمانہ میں اکثر ممالک کے اندر صحتِ عامہ کے خراب ہونے کا ایک سبب کثرت شراب نوشی بھی ہے۔ فرانس کی مردم شماری کرنے والی کمیٹی نے کہا ہمارے ملک میں مہلک امراض سے ہلاک ہونے والے کی تعداد کے مقابلہ میں کثرت شراب نوشی سے مرنے والوں کی تعداد زیادہ ہے۔ چنانچہ سنہ ۱۹۵۵ء میں مرنے والوں کی تعداد معلوم کی گئی تو معلوم ہوا کہ سترہ ہزار کی موت محض شراب نوشی کی وجہ سے ہوئی ہے اور امریکہ کی کمیٹی نے سنہ ۱۹۶۶ء میں یہ اعلان کیا تھا کہ ہمارے ملک میں الکحل کی وجہ سے مرے ہوئے لوگوں کی تعداد گیارہ ہزار ہے اور ایسے ہی طبعی موت مرنے والوں کی تعداد ساڑھے سات ہزار ہے۔

شراب سے اقتصادیات اور معاشیات بھی متاثر ہوتی ہیں، اور قومی وملکی زندگی میں ایک بحران پیدا ہوجاتا ہے۔ آج دنیا کا کوئی ملک ایسا نہیں ہے، جہاں دختِ رز کے جلوؤں کی نمائش نہ ہورہی ہو اور لوگ اسکی طرف مائل نہ ہوں۔ سنہ ۱۹۷۴ء میں عالمی مردم شماری کی رپورٹ کے مطابق صرف امریکہ کے مرکز نیویارک کی سات فی صدی آبادی شراب کی ہوتی ہے اور پورے امریکہ کی دو تہائی آبادی شراب استعمال کرتی ہے۔ اور سنہ ۱۹۶۸ء کی رپورٹ کے مطابق یورپ کے صوبے سے شہر بلجیم جس کی آبادی صرف تین سو ملین ہے، وہاں شراب اتنی عام ہے کہ ہر پینتیسویں فرد کے لئے ایک شراب خانہ ہے جس میں عورتیں اور بچے بھی شامل ہیں۔

یہ صرف ایک دو ملکوں کی مثال ہے۔ اس طرح تمام ممالک کا جائزہ لیجئے کتنی شراب بنتی ہے اور کتنے لوگ اس کا استعمال کرتے ہیں اور قوم وملک کی دولت کس طرح ضائع ہورہی ہے، وہ اچھی طرح معلوم ہوجائے گا۔

غرض شراب کا ہر پہلو اور ہر زاویہ سے جائزہ

لیجئے، افادیت کا کوئی پہلو نہیں۔ اس کے برخلاف اخلاقی، اقتصادی، معاشرتی، عقلی، جسمانی، مالی، اجتماعی، انفرادی نقصانات ہی نقصانات ہیں۔ آخر میں اور ایک چیز کی وضاحت نہ کی جائے تو حدیث کی تشریح تشنۂ تکمیل رہ جائے گی وہ یہ ہے کہ حضورؐ نے اس حدیث میں لفظ "ابداً" استعمال کیا ہے جس سے بہ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ دیوث، شرابی اور مردنما عورت جنت میں داخل ہو ہی نہیں سکتے کیونکہ لفظ "ابداً" دوام و استمرار کا متقاضی ہے۔ اور حضور اکرمؐ نے دوسری طرف مومن کے لئے یہ خوشخبری سنائی ہے کہ اقرارِ توحید کی وجہ سے وہ جنتی ہے۔

محدثین کرام نے ان دونوں حدیثوں کے درمیان یہی تطبیق دی ہے کہ اگر کوئی شخص مذکورہ حدیث کی تین باتوں کو حلال سمجھے تو وہ کافر ہے، اور اس کفر کی بنیاد پر وہ کبھی جنت میں داخل نہیں ہو سکتا۔

صرف ارتکابِ معصیت کی وجہ سے سزا پانے کے بعد جنت میں داخل ہوگا۔ اور لفظ ابداً کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ مدت سزا میں طوالت ہوگی۔

خدا سے دعا ہے کہ وہ تمام مسلمانوں کو جنت کی نعمتوں سے سرفراز کرے۔

آمین!

بسلسلۂ صفحہ ۳۳

وسلم فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنا مال خالص فی سبیل اللہ خرچ کرتا ہے اور وقت آنے پر اپنی جان بھی خدا کے لئے قربان کر دیتا ہے تو کل قیامت کے دن اُس کا مقام نبیوں سے صرف ایک درجہ کم ہوگا اس لئے کہ ان کو نبوت کی بدولت شہید سے ایک درجہ بڑھ کر ہے۔

حاصل کلام جہاد فی سبیل اللہ کی بے حد فضیلت ہے اور جہاد محض تلوار اٹھانے کا نام نہیں بلکہ زندگی کے ہر شعبہ سے مفاسد کا خاتمہ علم کی اشاعت اور فریضۂ تبلیغ کی ادائیگی حتیٰ کہ اچھی بات بھی کسی کے گوشگزار کرنا یہ بھی ایک جہاد ہے۔ غرضیکہ ایک مومنوں کی زندگی کا ہر نیک عمل ایک جہاد ہے۔

حصہ ۲

الجہاد فی سبیل اللہ

از
محمد برہان الدین عسکری
بھٹکلی
زمرۂ سابعہ
دارالعلوم لطیفیہ
مکان حضرت قطب ویلور

مسلمانوں پر جہاں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ فرض ہے اُسی طرح جہاد کرنا بھی ضروری ہے۔ جہاد کی دو قسمیں ہیں: جہادِ اکبر ـــ جہادِ اصغر۔

جہادِ اکبر نفسِ امّارہ کے ساتھ مقابلہ کا نام ہے۔ نفسِ امارہ کو مارنے والا سب سے بڑا مجاہد ہے۔

نہنگ و اژدہا و شیرِ نر مارا تو کیا مارا
بڑے موذی کو مارا نفسِ امّارہ کو گر مارا

جہادِ اصغر اعلائے کلمۃ الحق کے لئے کافروں کے ساتھ جنگ کرنے کو کہتے ہیں۔ چنانچہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک غزوہ سے واپسی کے وقت فرمایا: رجعنا من الجهاد الاصغر الی الجهاد الاکبر یعنے اب ہم جہادِ اصغر سے جہادِ اکبر کی جانب لوٹ رہے ہیں۔ آپ علیہ السلام نے جہادِ نفس کو جہادِ اکبر اس لئے فرمایا کہ ایک مسلمان کو کافروں کے ساتھ جہاد کی ضرورت کبھی کبھی پیش آتی ہے۔ اس کے برخلاف اس کو نفس کے ساتھ ہمیشہ نبرد آزما رہنا پڑتا ہے، غرض دونوں جہاد اپنی جگہ ضروری ہیں۔

آئیے۔ اب ہم کچھ جہادِ اصغر کی فضیلت کا جائزہ لیں۔ جہاد سے متعلق قرآن مجید کی آیات اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کثیر ارشادات پائے جاتے ہیں۔ جن سے اس کی فضیلت اور اہمیت اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے۔ قرآن عظیم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل الله امواتا بل احیاء عند ربهم یرزقون (آل عمران)

جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ان کو ہرگز مُردہ نہ سمجھو بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے پاک پروردگار کے پاس ان کو طرح طرح کی نعمتیں دی جاتی ہیں۔

مجاہدینِ اسلام کو کس طرح کے انعامات ملیں گے اور وہ کس قسم کے ہونگے اس کا اندازہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے اچھی طرح کر سکتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں، جنتیوں میں کوئی شخص بھی دوبارہ دنیا میں جانا پسند نہیں کریگا اگرچہ اس کو ساری دنیا بھی دے دی جائے ـــ

لیکن شہید اس بات کی آرزو کریں گے کہ ان کو ایک دفعہ نہیں دس دفعہ پھر دنیا میں بھیجا جائے تاکہ وہ ہر دفعہ فی سبیل اللہ شہید ہو کر آئیں۔ ان کو یہ آرزو صرف شہادت کے مراتب اور اس کے خاص انعامات کو دیکھ کر ہو گئی۔

الذین اٰمنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللہ باموالھم وانفسھم اعظم درجۃ عند اللہ واولٰئک ھم الفائزون جو لوگ ایمان لائے اور حق کے خاطر گھر بار چھوڑا اور اپنی جان و مال کے ساتھ اللہ کی راہ میں جہاد کئے ان کا درجہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا ہے اور وہی لوگ حقیقت میں کامیاب ہیں۔ دوسری جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :-

ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیل اللہ صفًا کانھم بنیان مرصوص۔

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو اس کے راستے میں ایک آہنی دیوار کی طرح صف بستہ ہو کر جہاد کرتے ہیں، پھر فرمایا :

ان اللہ اشتریٰ من المومنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ۔

بیشک اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی جان اور مال کو جنت کے بدلے میں خرید لیا ہے۔

یہی وجہ تھی کہ وہ بلا خوف وخطر دشمن کی صفوں کو چیرتے ہوئے آگے بڑھ جاتے تھے کشتوں کے پشتے لگا دیتے تھے گویا خدا کی دی ہوئی اور خدا کی خریدی ہوئی چیز کو اسی پہ قربان کر رہے ہیں۔

شان آنکھوں میں نہ جچتی تھی جہانداروں کی
کلمہ پڑھتے تھے وہ چھاؤں میں تلواروں کی

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ :

ان ابواب الجنۃ تحت ظلال السیوف

بیشک جنت تلواروں کی چھاؤں میں ہے۔ دیکھئے ان حضرات کا ضمیر کتنا پاک تھا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو جہاد کے لئے طلب فرماتے تو بلا تامل آپؐ کی خدمت میں اسلام پہ اپنی جان کی بازی لگانے کے لئے حاضر ہو جاتے۔

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب صحابہؓ کرام کے درمیان یہ حدیث بیان کی کہ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ جس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرما رہے تھے کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے تو ایک صحابی فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے یا ابی موسیٰ کیا تم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح کہتے ہوئے سنا ہے۔ ابی موسیٰ نے فرمایا ہاں میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے تو وہ اپنے ساتھی کی طرف متوجہ ہوئے ان کو سلام کیا میان سے تلوار نکالی اور میان کو توڑ کر وہیں پھینک دی اور دشمن کی جانب نکل گئے۔ جہاد کیا، یہاں تک کہ جام شہادت نوش فرمایا۔

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

یا ایھا النبی حرض المومنین علی

القتال اے نبی مومنوں کو جہاد کی رغبت دلائیے
ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے الذین
آمنوا جاھدوا فی سبیل اللہ اے وہ لوگو!
جو ایمان لائے ہو، راہ خدا میں جہاد کرو۔ غرض قرآن
پاک میں مختلف مقامات میں جہاد کا حکم آیا ہے۔ حضور اکرم
صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، قسم ہے اس ذات کی
جس کے قبضے میں میری جان ہے کوئی زخمی ایسا
نہیں جو خدا کی راہ میں زخمی ہو، مگر وہ قیامت کے
دن ایسی حالت میں آویگا کہ اس کا رنگ خون کی طرح
سرخ ہوگا مگر خوشبو مشک کی سی ہوگی۔

اللہ کے محبوب سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم
نے خود بھی شہادت کی آرزو کی تھی۔ چنانچہ حضورؐ نے
فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ بار بار مشرکوں سے جہاد
کروں، شہید کیا جاؤں، پھر لڑوں پھر شہید
کیا جاؤں۔

محمود وراق کہتے ہیں کہ ہمارے پاس ایک
حبشی غلام تھا۔ میں نے اس سے کہا تم شادی کیوں
نہیں کر لیتے تو کہا میرا پروردگار میرا نکاح حوروں
سے کریگا۔ چنانچہ ہم جہاد کے لئے گئے اور وہ غلام
فی سبیل اللہ جہاد کرتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا
ہم نے اس کا سر ایک جگہ اور جسم دوسری جگہ پڑا
دیکھا تو ہم نے اس سے پوچھا تم نے کتنی حوروں سے
شادی کی تو اس نے ہاتھ کے تین انگلیوں کو اٹھا کر
اشارہ کیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا
جو بندہ توحید کا اقرار کرے اور اسلام قبول کرے اور
میری رسالت کی گواہی دے تو اس کے لئے جنت ہے،
اس پر ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دوسری
مرتبہ ارشاد فرمائیے۔ تو رسول صلے اللہ علیہ وسلم نے
دہرایا اور پھر یہ ارشاد فرمایا کہ اگر وہ بندہ خدا کی راہ
میں جہاد کرے اور اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر دے
تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت میں ایک سو درجہ بلند کر دے گا،
اور ہر درجہ کا فاصلہ آسمان و زمین جیسا ہوگا۔

ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو جہاد کی
طرف رغبت دلاتے ہوئے فرمایا:

یا ایھا الذین آمنوا ھل ادلکم علے
تجارۃ تنجیکم من عذاب الیم تؤمنون با
للہ ورسولہ وتجاھدون فی سبیل اللہ با
موالکم وانفسکم ذالکم خیر لکم ان کنتم
تعلمون اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایسی تجارت
نہ بتاؤں جو تمہیں دردناک عذاب سے بچائے، وہ تجارت
یہ ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، اور
اس کی راہ میں اپنی جان و مال سے جہاد کرو، یہ تمہارے
لئے بہترین کام ہے اگر تم جانو۔ حضور اکرم صلے اللہ علیہ

بقیہ برصفحہ ۳۱





پیشکش :-
محمد جعفر پاشاہ (ورنگل) متعلم
دار العلوم لطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور

۱ حنَّ شوقاً الی دیارٍ لقیتُ فیہا جمالَ سلمیٰ
میرا شوق اس دیارِ مقدس کے لئے بیقرار ہے، جہاں میں نے جمال سلمیٰ کی جھلک دیکھی ہے

کہ می رساند ازاں نواحی پیامِ وصلت بجانبِ ما
اس سمت سے وصل کا پیغام میری طرف آ رہا ہے۔

بہ وادیِ غم بہم فتادہ زمامِ فکرت زدست دادہ
میں غم کی وادی میں پڑا ہوا ہوں، صبر کی باگ میری ہاتھ سے چھوٹ گئی ہے

نہ بخت یاور، نہ عقل رہبر، نہ تن توانا، نہ دل شکیبا
نہ قسمت یاوری کرتی ہے، نہ عقل رہبری کرتی ہے، نہ جسم میں توانائی ہے اور نہ دل میں صبر کی طاقت ہے

زہے جمالِ تو قبلۂ جاں، حریم کوئے تو کعبۂ دل
آپ کا جمالِ اقدس قبلۂ جاں ہے، اور آپ کا کوئے حریم کعبۂ دل ہے

فَاِنْ سجدنا الیکَ نسجدُ وَاِنْ سعینا الیکَ نسعیٰ
ہم اگر سجدہ کریں گے تو آپ کی طرف کریں گے اور اگر سعی کرینگے تو آپکی طرف کرینگے

بکت عیونی علی شیونی فساءَ حالی ولا ابالی
اپنی کیفیت عشق پر میری آنکھیں روتی ہیں میرا حال برا ہو گیا ہے لیکن مجھے پروا نہیں ہے۔

کہ دانم آخر طبیب وصلت، مریض خود را کند مداوا

اس لئے کہ میں جانتا ہوں کہ آخر کار طبیب حاذق اپنے مریض کا علاج کریگا

اگر بجور رم بجا آوری جاں، وگر بہ تیغم بیفگنی سر

اگر جور کے ساتھ میری جان نکال لی جائے اور اگر تلوار سے میرا سر قلم کر دیا جائے

قسم بہ جانت کہ بر ندارم سر ارادت ز خاک آں جا

تو قسم ہے آپ کی جان محترم کی کہ عقیدت کا سر اس خاک پاک سے نہیں اٹھاؤنگا

بہ ناز گفتی فلاں کجائی، چہ بود حالت دریں جدائی؟

بڑے ناز سے آپنے کہا فلاں کہاں ہے اس جدائی میں تیرا کیا حال تھا؟

مَرِضْتُ شَوْقًا وَمِتُّ هِجْرًا، فَكَيْفَ اَشْكُوْا اِلَيْكَ شَكْوًا

(میں نے کہا) میں شوق دید میں بیمار ہوگیا۔ اب میں ہجر میں مر رہا ہوں لیکن بتلائیے آپکا شکوہ کس طرح کروں۔

ز سرّ عشق تو بود ساکن، زبان ارباب شوق لیکن

ارباب شوق کی زبان راز عشق کے ظاہر کرنے کے سلسلے میں خاموش تھی

ز بے زبانی غم نہانی چنانکہ دانی شد آشکارا

لیکن غم پنہاں، بے زبانی کی زبان سے، جیسا کہ آپ جانتے ہیں ظاہر ہوگیا

بر آستانت کمینہ **جامی** مجال ماندن نہ دید ازاں رو

آپ کے مقدس آستانہ پر غم نصیب جامی دیدار کرنیکی ہمت نہیں تھی، اس لئے

بہ کنج فرقت نشستہ محزوں، بکوئے محنت گرفتہ ماوا

وہ کنج فرقت میں اداس ہو کر بیٹھ گیا ہے اور اس نے ایک غمکدہ کو اپنا مسکن بنا لیا ہے۔



وادیٔ خموشاں

محمد شبیر احمد لطیفی
(مولوی عالم)
دار العلوم لطیفیہ حضرت مکان
ویلور

اسلامی نقطۂ نظر سے انسان کی اُخروی زندگی کا آغاز وادیٔ خموشاں (قبر سے) ہوتا ہے اور اس زندگی کا دائرہ اس قدر وسیع اور عریض ہے کہ قبر سے لیکر حشر ونشر اور قیامت کے سارے منازل اسی میں شامل ہیں اور اس عالم کی چیزیں انتہائی پُر اسرار ہیں جو انسانی عقل وفہم سے بالاتر قرار دی جا سکتی ہیں۔ لیکن اسکا یہ مطلب نہیں کہ جو چیز ہماری عقل سے باہر ہے اس کے وجود ہی سے انکار کر دیں۔ جب زبان نبوت نے عالم برزخ اور اس کے احوال وکوائف کو بیان فرمایا ہے تو لامحالہ ان چیزوں کا اقرار ہی کرنا ہوگا ورنہ انکار کی صورت میں منکرین کا شمار بھی اسی گروہ میں ہوگا جو اپنی کج فہمی اور کم عقلی کی بنا پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حشر ونشر اور معاد کی باتیں سن کر استہزا اور مذاق کیا کرتا تھا کہ مردہ جسموں کو جو گل کر ختم ہو جائیں گے کیسے دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور انہیں سزا اور جزا دی جائیگی۔

انسان عالم برزخ میں داخل ہو جانے کے بعد بھی روح اور جسم کا تعلق باقی رہتا ہے۔ اگرچہ کہ اجسام اپنی اصلیت اور حقیقت کھو دئے ہوں اور یہ تعلق ایک غیر مرئی اور غیر محسوس شئی ہے لیکن اتنی سی بات عذاب قبر کی نفی اور روح وجسم کے عدم تعلق پر دلالت نہیں کرتی۔ اس سلسلہ میں حجۃ الاسلام شاہ ولی اللہ دہلوی کی تفہیم قابل صد ستائش ہے۔ آپ رقمطراز ہیں "عذاب قبر کا معاملہ ایسا ہی سمجھو جیسے انسان ایک خواب دیکھ رہا ہے کہ خواب میں اس کو موذی جانور تکلیف پہنچا رہا ہے اور شدت الم سے وہ چیخ رہا ہے جس کی وجہ سے اس کی پیشانی عرق آلود ہو جاتی ہے لیکن اس کے پہلو میں بیٹھے ہوے آدمی پر کوئی حقیقت منکشف نہیں ہوتی اور سونے والا جس مصیبت سے دوچار ہے اس سے قطعاً لاعلم اور ناآشنا ہوتا ہے۔ بالکل ایسا ہی سمجھو کسی کو عالم برزخ میں عذاب دیا جاتا رہے گا لیکن کسی پر اس کی حقیقت واضح نہ ہوگی۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندۂ مومن کو جب قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو اس کے نزدیک دو فرشتے آتے ہیں اور اس کو بٹھا کر سوال کرتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے

وہ جواب دیتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے، پھر سوال کرتا ہے کہ تیرا دین کیا ہے۔ وہ جواب دیتا ہے کہ میرا دین اسلام ہے۔ پھر اس سے پوچھتے ہیں کہ تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ وہ جواب دیتا ہے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں، فرشتے مزید پوچھتے ہیں کہ تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ محمد اللہ کے پیغمبر ہیں۔ وہ جواب دیتا ہے کہ میں نے قرآن کا مطالعہ کیا جس میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بتلایا گیا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مومن بندہ کا یہی جواب ہے، جس کے متعلق قرآن شریف نے کہا یثبت الذین اٰمنوا بالقول الثابت فی الحیوٰۃ الدنیا وفی الاٰخرۃ یعنی اللہ تبارک تعالےٰ مومنین کو صحیح جواب کی برکت پہ ثابت رکھیگا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں تینوں جواب دینے کے بعد آسمان سے آواز آتی ہے کہ میرے بندہ نے صحیح بات کہی، اس کو جنت کا لباس پہناؤ اور اس کے لئے جنت کا دروازہ کھول دو اور اس کی قبر کو کشادہ کردو، حتیٰ کہ منتہائے نظر تک اس کے لئے قبر کشادہ کردی جاتی ہے اور وہ جنت کی بہاروں سے لطف اندوز ہونے لگتا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندۂ کافر کو قبر میں اٹھاکر بٹھاتے ہیں اور سوال کرتے ہیں، تیرا رب کون ہے، وہ لاعلمی کا اظہار کرتا ہے۔ پھر اسلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھا جاتا ہے، اس پر بھی وہ افسوس کے ساتھ لاعلمی کا اظہار کرتا ہے، اسپر آسمان سے آواز آتی ہے، اس نے خود کو بے جرم ثابت کرنے کے لئے لاعلمی ظاہر کی ہے۔ اس کو دوزخ کا لباس پہناؤ اور دوزخ کی کھڑکی کھول دو، اس کے بعد دوزخ کی گرم ہوائیں اس کی قبر میں پہنچنے لگتی ہیں اور اس کی قبر اتنی تنگ کردی جاتی ہے کہ ادھر کی پسلیاں ادھر مل جاتی ہیں اور ایک فرشتہ پہاڑ شکن آلہ سے اندھا دھند اس کو برابر پیٹتا چلا جاتا ہے۔ اس چیخ و پکار کو انسان اور جن کے علاوہ تمام مخلوقات سنتی ہیں۔

قرآن شریف میں اللہ تبارک وتعالیٰ سورۂ نسا میں ارشاد فرماتا ہے۔ کُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُھُمْ بَدَّلْنٰھُمْ جُلُوْدًا غَیْرَھَا لِیَذُوْقُوا الْعَذَابَ ط جب ایک دفعہ ان کی کھال جل چکے گی تو ہم اس کی جگہ دوسری نئی کھال پیدا کردیں گے، تاکہ عذاب چکھتے ہی رہیں۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ، سے منقول ہے کہ دوزخیوں کو روزانہ ستر ہزار مرتبہ آگ جلائی جائے گی۔ ہر مرتبہ جب آگ جلائے گی تو کہا جائیگا،

جیسے تھے ویسے ہی ہو جاؤ۔ چنانچہ وہ ہر بار ویسے ہی ہو جائیں گے۔

ایک مرتبہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان سے گذر رہے تھے۔ اچانک آپ کی سواری بدکنے لگی، تو آپ نیچے اتر گئے۔ اور دو قبروں کے درمیان کھڑے ہو گئے اور صحابۂ کرام کو حکم دیا کہ درخت کی ڈالی لائیں صحابۂ کرام نے حکم کی تعمیل کی۔ آپ نے اس کو توڑا اور دونوں قبروں پر نصب فرمایا۔ اور فرمایا ان دونوں قبروں کے اندر عذاب دیا جارہا ہے اور عذاب بھی کسی بڑی بات پر نہیں ان میں سے ایک طہارت کا اہتمام نہیں کرتا تھا اور دوسرا غیبت کرتا تھا۔ صحابۂ کرام نے ڈالی کے متعلق استفسار فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا جبتک یہ تر رہے گی ان کے عذاب میں تخفیف ہوتی رہے گی۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، جب کسی قبر کے پاس کھڑے ہو جاتے تو اس قدر روتے تھے کہ آپ کی داڑھی تر ہو جاتی تھی۔ لوگوں نے آپ سے پوچھا آپ جنت و دوزخ کے تذکرے سے نہیں روتے ہیں بلکہ کسی قبر کو دیکھ کر آپ اتنا کیوں روتے ہیں۔ حضرت عثمان غنی نے ان سے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، بے شک قبر آخرت کی منزلوں میں سے یہ پہلی منزل ہے۔ اگر آدمی کو اس سے نجات ملی، تو اس کے بعد کی ساری منزلیں اس کے لئے آسان ہو جاتی ہیں۔ اگر اس سے نجات نہیں ملی تو اس کے بعد کی ساری منزلیں اس سے زیادہ سخت اور اذیت ناک ہو جاتی ہیں۔

ایکمرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ایک یہودی عورت آئی۔ اس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے عذاب قبر کا واقعہ یاد دلایا اور کہا کہ اعاذك الله من عذاب القبر۔ اللہ تبارک وتعالیٰ تجھے عذاب قبر سے محفوظ رکھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ ہاں عذاب قبر حق ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس کے بعد سے میں ہمیشہ دیکھا کرتی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی نماز سے فارغ ہوتے تو اللہ کی بارگاہ میں عذاب قبر سے پناہ مانگتے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مردہ اپنی قبر میں ایسا ہی محتاج ہوتا ہے جیسے سمندر میں ڈوبنے والا جو ہر لمحہ کسی کی مدد کا منتظر رہتا ہے اور مردہ مرحوم ہر لمحہ ہر آن دعائے مغفرت اور صدقہ کا منتظر رہتا ہے۔ جب اس کے والدین اور احباب و خویش اقارب کی جانب سے کوئی دعا یا صدقہ دیا جاتا ہے تو یہ چیز اس کے لئے دنیا و مافیہا سے بہترین ہوتی ہے۔ بے شک زندوں کی

طرف سے بہترین تحفہ مرحوموں کے لئے دعائے استغفار ہے۔

جو شخص کلمۂ طیبہ پر ثابت قدم رہتا ہے اللہ تبارک وتعالیٰ سے دنیا و آخرت دونوں جگہ ثابت قدم رکھتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے سوال کیا کہ اے عمر! اس وقت تمہارا کیا حال ہوگا جبکہ لوگ تم کو قبر میں رکھ کر دفن کر کے واپس چلے جائیں گے۔ اس کے بعد تمہارے قریب قبر کے ممتحن آئیں گے جن کی آواز گرج دار ہوگی اور آنکھیں بجلی کی طرح ہوں گی اور تم کو جھنجوڑ کر حاکمانہ انداز میں سوال کریں گے۔ یہ سن کر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس وقت ہماری عقل ہمارا ساتھ نہ دے گی۔ آپ نے ارشاد فرمایا ہاں اسی طرح تمہاری عقلیں تمہارے پاس ہوں گی جیسی آج ہیں۔ یہ سن کر حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ بس تو میں سوالوں کا جواب دے دوں گا۔

چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا جب وصال ہوا تو لوگوں نے تجہیز و تکفین کے بعد آپ کی نعش مبارک کو قبر میں لٹا دیا۔ تدفین کے بعد تمام آدمی قبرستان سے واپس ہوئے لیکن حضرت علی کرم اللہ وجہہ قبرستان ہی میں رُک گئے۔ اور حضرت عمر کی قبر کے قریب مراقبہ میں بیٹھ گئے۔ خدائے تعالیٰ کی طرف سے حضرت علیؓ کو یہ عدیم النظیر صفت حاصل تھی کہ آپ قبر کے اندر منکر نکیر اور صاحب قبر کی گفتگو بطریق احسن سماعت فرماتے تھے۔ حضرت عمرؓ کی قبر میں بھی منکر نکیر گرج دار بجلی کی آواز کے مثل آپ سے کلام کر رہے تھے۔

منکر نکیر نے حضرت عمر سے پہلا سوال یہ کیا کہ تمہارا رب کون ہے؟ تمہارا دین کیا ہے؟ اور وہ کون ہے جنہوں نے تمہیں دین سکھایا؟۔ منکر نکیر کے سوال میں اتنی شدت اور سختی تھی کہ حضرت عمرؓ بے حد گھبرا گئے۔ اور آپ سے جواب بن نہ سکا۔ چند ثانیے گزرنے کے بعد آپ کو قدرے سکون اور آرام نصیب ہوا اور آپ اپنے دل پر قابو پانے کے بعد منکر نکیر سے فرمایا آپ کی خوفناک اور مہیب آواز سے مجھ پر سکتہ کی سی کیفیت طاری ہوگئی اور مجھ سے بات چیت کی صلاحیت فوت ہوگئی۔ اس کے بعد آپ نے فرشتوں سے فرمایا۔ میں دنیا کے اندر فاروق اعظم کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔ سارے عرب پہ میرا رعب و دبدبہ چھایا ہوا تھا اور ساری دنیا میرے خوف سے گھبراتی تھی، لیکن آپ کی آواز نے اس وقت مجھ پہ ایسا خوف طاری کر دیا کہ میرا دل دہل گیا۔ خدا کی قسم کمزور دل والوں کی قبر میں کیا حالت ہوتی ہوگی۔ اتنی گفتگو کے بعد حضرت عمرؓ نے فرشتوں سے درخواست کی کہ میں تو آپ

کے سوالوں کا جواب تسلی بخش دوں گا آپ اطمینان رکھئے، لیکن میری یہ ایک بات بھی مان لیجئے کہ میرے بعد امتِ محمدیہ کے ساتھ سوال و جواب کے معاملہ میں نرمی کرنا وہ بہت ہی ناتوان اور کمزور ہے۔ آپ کی آواز ہی سے بے ہوش ہو جائے گی اور اپنی یادداشت کھو دیگی۔

اس پہ فرشتوں نے کہا اے عمرؓ! ہم آپ کی بات مان لیتے ہیں اور آئندہ امتِ مسلمہ کے ساتھ نرمی سے پیش آئیں گے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے یہ تمام گفتگو سنی اور پکار کر کہا اے امیر المومنین! آپ نے اپنی دنیوی زندگی میں امتِ مسلمہ کے لئے بہت کچھ کیا جس کی وجہ سے آپ بے حد مقبول ہوئے اور آج آپ نے اپنی اخروی زندگی میں بھی امتِ مسلمہ کے لئے ایک اہتم بالشان اور قابلِ تحسین خدمت انجام دی ہے اور آپ کی ذات سے قبر کے اندر بھی امتِ مسلمہ کے لئے ایک عظیم فیضان پہنچا۔

حاصلِ کلام عالمِ برزخ کے واقعات کو ہماری ناقص عقلیں سمجھ لینا ایک امر دشوار ہے احادیث صحیحہ کی روشنی سے وادیٔ خموشاں کے اندر مومن کے لئے راحت اور کافر کے لئے تکلیف ثابت ہے۔ اگر عذاب قبر حق اور سچ نہ ہوتا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم متعدد بار عذابِ قبر سے پناہ نہیں مانگتے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آخرت کی پہلی منزل آسان فرما دے۔ آمین۔ بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

اقوالِ زرّیں

منتخبہ: سید سجاد پاشاہ جنتکل متعلم دار العلوم لطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور

۱) تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے کلمہ کی کیسی اچھی مثال دی ہے کہ وہ پاک درخت کے مثل ہے جس کی جڑ مضبوط ہے اور شاخیں آسمان تک ہیں، وہ اپنے خدا کے حکم سے ہر وقت پھل لاتا ہے۔ (قرآن پاک)

۲) جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو خدا کی راہ میں صرف نہیں کرتے ان کو عذاب الیم کی بشارت دیدو۔ (قرآن پاک)

۳) اللہ تعالیٰ سے بہت حیا کرو کیونکہ خدا نے جس طرح تم میں رزق کی تقسیم کی ہے اسی طرح اخلاق کی بھی تقسیم کی ہے۔ (نبی اکرم)

۴) پانچ چیزیں اپنے پر لازم کرلو، میں تمہارے لئے جنت کا ضامن ہوں (۱) میراث کی تقسیم کے وقت ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو۔ (۲) اپنے مقابلے میں بھی انصاف کرو۔ (۳) جہاد کے وقت دشمنوں سے نہ ڈرو۔ (۴) مال غنیمت میں خیانت نہ کرو۔ (۵) اور ظالم کو مظلوم سے دفع کرو۔ (نبی اکرمؐ)

۵) گناہ تاریکی ہے۔ پرہیزگاری اس کا چراغ ہے۔ (صدیق اکبرؓ)

۶) قبر بھی تاریکی ہے اور سخت اندھیرا ہے۔ اس کے لئے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ چراغ ہے۔ (صدیق اکبرؓ)

۷) تم خود اپنی جانوں سے حساب لو اس سے پہلے کہ تمہارا حساب لیا جائے۔ (عمر فاروقؓ)

۸) توبہ کی تکلیف سے گناہ کا چھوڑ دینا زیادہ آسان ہے ــــ (عمر فاروقؓ)

۹) یہ نہ دیکھو کہ بات کس نے کہی بلکہ یہ دیکھو کہ جو بات کہی گئی ہے، وہ کیسی ہے۔ (حضرت علیؓ)

۱۰) بردباری اور حلم انسان کی سیرت کو آراستہ کرتے ہیں ــــ (امام حسینؓ)

۱۱) انسان کی یہ بھی خوش قسمتی ہے کہ اس کا دشمن دانا ہو ــــ (امام جعفر صادقؓ)

۱۲) جس میں ادب نہیں اس میں برائیاں ہی برائیاں ہیں ــــ (مولانا رومؒ)

۱۳) دل روشن رکھنا ہو تو غیر ضروری باتوں سے پرہیز کرو۔ (امام شافعیؒ)

۱۴) مومن کے لئے ہر جگہ مسجد ہے اور ہر روز جمعہ کا دن ہے اور ہر ماہ رمضان کا مہینہ ہے یعنی جہاں

کہیں رہے خدائے تعالیٰ کے ساتھ رہے۔

(ابوالحسن خرقانیؒ)

۱۵) بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ روئے زمین پہ چل پھر رہے ہیں، مُردہ ہیں، لیکن بہت سے لوگ ہیں کہ زمین کے پیٹ میں سو رہے ہیں، مگر وہ زندہ ہیں۔

(ابوالحسن خرقانیؒ)

۱۶) خبردار، کہیں لذت طاعت اور حلاوت عبادت پہ مغرور نہ ہونا کیونکہ وہ زہر قاتل ہے۔

(ابوبکر واسطیؒ)

۱۷) جب تک نفس کی گبرگی سے چھٹکارا نہ پاؤگے ایمان حقیقی کو نہ پہنچوگے۔ (ابوبکر واسطیؒ)

۱۸) وہ شخص جس کے شب و روز بغیر کسی مومن کی دل آزاری کے بسر ہوتے ہوں گویا وہ اس رات اور دن میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہا اگر کوئی کسی مومن کی دل آزاری کرتا ہے، حق تعالیٰ اس کی اس روز کی عبادت قبول نہیں کرتا۔

۱۹) جس شخص سے گناہ سرزد ہوئے ناپسندیدہ ہے۔ اور اگر علماء سے سرزد ہوں تو زیادہ بُرا ہے۔

علم شیطان سے جنگ کرنے کا ہتھیار ہے۔ اگر ہتھیار کا مالک جب بغیر ہتھیار رہ جائے گا تو شرمندگی اٹھائے گا۔

(شیخ سعدیؒ)

۲۰) بُرے لوگوں کے ساتھ بھلائی کرنا، گویا نیک آدمیوں پر ظلم کرنے کے مترادف ہے۔

(شیخ سعدیؒ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

عقائدِ اہلِ سنّت وجماعت

عقائدِ اہلِ سنت وجماعت زبدۃ العارفین مولانا ومرشدنا حضرت محی الدین سیّد شاہ عبداللطیف قادری ذوقیؔ قدس سرہٗ العزیز کی کتاب انشاء عقائد ذوقی سے ماخوذ ہیں۔ اصل کتاب فارسی میں ہے جو ترجمہ کے ساتھ سنہ ۱۹۶۹ء میں دار التصنیف والاشاعت سے شائع ہو چکی ہے۔ افادۂ عوام کیلئے مذکورہ عقائد کا اُردو ترجمہ شائع کیا جا رہا ہے۔

ادارہ

اہلِ حق کا مذہب یہ ہے کہ ہر شئی کی ایک حقیقت ہے جو اپنی جگہ پر ثابت ہے، یہ صرف ہمارے وہم وخیال یا علم واعتقاد کے تابع نہیں ہے جیسا کہ باطل پرست کہتے ہیں اور عالم مسبوق بالعدم ہے یعنی پہلے نہیں تھا پھر موجود ہوا جیسا کہ آیت کریمہ کان اللہ ولم یکن معہٗ شیئٌ اس پر شاہد ہے، اور یہ عالم قابلِ فنا ہے یعنی وجود کے بعد اس کا فنا اور ہلاک مقدر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کل شیئٌ ھالکٌ الّا وجہہٗ پس فرشتے جنت ودوزخ اور تمام وہ چیزیں کہ جن کے دوام کی خبر وارد ہوئی ہے، سب فنا ہونگی اگرچہ وہ صرف ایک لمحہ کے لئے فنا ہونگی اور پھر ہمیشہ باقی رہینگی۔ اور عالم کا ایک پروردگار ہے کہ جو عالم کو عدم سے وجود میں لایا ہے۔ وہ پروردگار قدیم ہے، واجب الوجود ہے۔ یعنی اس کا وجود اپنی ذات سے ہے کسی غیر کی وجہ سے نہیں ہے، ورنہ احتیاج ثابت ہوگا اور محتاج خدائی کے لائق نہیں ہے۔ وہ ایک ہے بے مثل، زندہ دانا صاحبِ قدرت اور صاحبِ اختیار ہے، جو کچھ کرتا ہے اپنے ارادہ اور اختیار سے کرتا ہے وہ کلام کرتا ہے، سنتا ہے، دیکھتا ہے۔ اس کی تمام صفات اسکی ذات کی طرح قدیم اور باقی رہنے والی ہیں، اس کی ذات حوادث کا محل نہیں ہے اور جو کچھ اس کے فضائل وکمالات ہیں، وہ سب ازل سے ثابت ہیں۔

اللہ تعالیٰ کو نہ جسم ہے، نہ جوہر۔ نہ عرض ہے، نہ اس کی شکل وصورت ہے، نہ وہ مرکب ہے کہ جس کے اجزاء اور ٹکڑے ہو سکتے ہیں، نہ وہ معدود ہے کہ جسکو شمار کیا جاسکے۔ نہ وہ محدود ہے جسکی حد وانتہا ہو۔ نہ وہ کسی جہت میں ہے، نہ کسی جگہ میں۔ نہ کسی زمانہ میں۔ اس لئے کہ یہ سب چیزیں عالم کی صفات سے ہیں اور

پروردگار عالم عالم سے نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا اسکی ذات وصفات میں کوئی مثل نہیں ہے۔ نہ اس کا کوئی ضد ہے کہ ضد خلاف جنس[1] کو کہتے ہیں، نہ اس کا کوئی ند ہے کہ ند ہمجنس کو کہتے ہیں۔ اس کا کوئی مددگار نہیں ہے نہ غیر کے ساتھ اس کا اتحاد ہوتا ہے، نہ غیر میں حلول کرتا ہے۔ وہ تمام صفاتِ کمال کے ساتھ متصف ہے اور تمام صفاتِ نقص وزوال سے منزّہ ہے۔ قیامت میں مؤمنین کے لئے اس کا دیدار ہوگا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ بلاشبہ عنقریب قیامت میں تم اپنے پروردگار کو اسی طرح دیکھو گے جیسے چودھویں رات کے چاند کو دیکھتے ہو۔ اس حدیث میں رویت کی تشبیہ رویت سے ہے۔ مرئی[2] کی تشبیہ مرئی سے مراد نہیں ہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے دیدار میں مقابلہ، مواجہہ اور قرب وبُعد نہ ہوگا۔ آنکھ کو قوتِ بصیرت دے دی جائیگی کہ جو کچھ آج دل سے دیکھتے ہیں کل آنکھوں سے دیکھیں گے۔ حاصل کلام یہ کہ آج اس کو بے کیف جانتے ہیں کل اس کو بے کیف دیکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ تمام اشیاء کا خالق ہے۔ اس کا مدبّر بھی ہے اور مقدّر بھی۔ تدبیر سے مراد اشیاء کے درجات ومراتب کا علم اور ان کے ایجاد میں استحکام اور استواری ہے۔ اور تقدیر سے مراد اشیاء کو مقدار مخصوص اور اندازۂ معین پر پیدا کیا ہے۔ تمام امور کلیہ اور جزئیہ کا جاننے والا ہے۔ کوئی ایک ذرہ بھی اس کے علم سے باہر نہیں ہے اور اس سے مخفی نہیں ہے۔ ایسا نہیں کہ وہ صرف کلیات کا عالم ہو جیسا کہ حکماء کہتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وھو بکل شیئ علیم اس پر لطف وقہر ثواب وعقاب کچھ بھی واجب نہیں ہے۔ جو کچھ وہ کرتا ہے اپنی مرضی سے کرتا ہے اس پر کسی کا حکم نافذ نہیں ہوسکتا۔

فرماں برداروں کا ثواب اس کے فضل سے ہے اور نافرمانوں کا عذاب اس کے عدل سے ہے۔ حق سبحانہ وتعالیٰ کے کام کی کوئی غرض نہیں ہے۔ کیونکہ صاحب غرض محتاج ہوتا ہے۔ اس کے تمام کام حکمت و مصلحت پر مشتمل ہیں۔ کہ اسکی حقیقت کی دریافت دوسروں کی دسترس سے باہر ہے۔ حق تعالیٰ کے سوائے کوئی حاکم نہیں ہے۔ اسی کے حکم سے افعال، واجب، حرام، حسن و قبیح ہوتے ہیں اور ثواب وعقاب کا سبب ہوتے ہیں۔ فعل حسن وہ ہے کہ جس کا حق سبحانہ نے حکم فرمایا۔ اور قبیح وہ ہے جس سے حق سبحانہ نے منع فرمایا۔ پس حسن و قبح شارع کے امر ونہی سے متعلق ہے۔ عقل کو اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔ حق سبحانہ وتعالیٰ کے فرشتے ہیں۔ بعض دو دو بازوؤں والے ہیں، بعض تین تین، بعض چار چار۔ ان میں سب سے افضل حضرت جبرئیل علیہ السلام ہیں کہ انبیاء

[1] جب اس کی کوئی جنس ہی نہیں تو وفاق اور خلاف کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا ۱۲

[2] دیکھی جانے والی چیز کی تشبیہ دیکھی جانے والی چیز کے ساتھ مراد نہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی تشبیہ چاند سے مراد نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے مثل کوئی چیز نہیں ہے۔

علیہم السلام کی جانب علوم کا القاء اور وحی کی تبلیغ انہیں کے سپرد رہے اور حضرت میکائیل علیہ السلام ہیں کہ تمام مخلوق کے رزق اور اس کے مقدار کی تقسیم انہیں کے حوالہ ہے، اور حضرت اسرافیل علیہ السلام ہیں کہ صُور کا پھونکنا موت اور دوبارہ حیات کے لئے انہیں کو تفویض کیا گیا ہے۔ اور حضرت عزرائیل علیہ السلام ہیں کہ تمام مخلوق کی ارواح کے نکالنے کے کام پر مقرر ہیں۔ ان چاروں میں بھی فرق مراتب ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے۔ اکثر کا مسلک یہ ہے کہ جبرئیل سب سے افضل ہیں۔ اور بعض کی رائے یہ ہے کہ یہ چار فرشتے درجہ اور مرتبہ میں برابر ہیں۔ ان فرشتوں میں سے ہر ایک کا بارگاہِ الٰہی میں ایک مقام خاص اور معین ہے کہ اس سے آگے بڑھ نہیں سکتے۔ جو کچھ اللہ نے ان کو حکم دیا ہے اس میں اسکی نافرمانی نہیں کرتے۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ کی کچھ کتابیں ہیں کہ جن کو اپنے رسولوں پر نازل کیا ہے ان میں سب سے عظیم المرتبت یہ چار کتابیں ہیں۔ توریت جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔ زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر، انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اور قرآن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ آسمانی کتابوں کی کل تعداد ایک سو چار ہے۔

اللہ تعالیٰ کے نام توقیفی ہیں۔ یعنی سماع اور نقل پر موقوف ہیں۔ شرع میں جو نام اس کے وارد ہیں، اسکے علاوہ دوسرے ناموں سے اسے یاد نہیں کر سکتے۔

حق تعالیٰ ہی ہر شئی کا خالق ہے۔ کفر اور معصیت اس کے ارادہ اور تقدیر سے ہے، اس کی رضا سے نہیں، پیدا کرنا اور شئی ہے اور راضی ہونا دوسری شئی ہے۔

بندوں کے افعال ان کے اختیار سے ہیں، جو ثواب و عقاب کے باعث ہیں، یعنی باوجود اس کے، کہ تمام باتیں اللہ تعالیٰ کے ارادہ و اختیار سے ہے لیکن پھر بھی بندہ فاعل مختار ہے۔ بندہ کا کام جو اس کے ارادہ و اختیار[۴] پر مرتب ہے۔ ہدایت اور ضلالت سب اللہ کے اختیار میں ہے۔ کافر و فاسق کے لئے قبر کا عذاب اور اہل طاعت کے لئے انعام و اکرام اور قبر میں منکر نکیر کا سوال یہ سب حق ہے۔ مُردوں کا قبروں سے اٹھانا اور انہیں زندہ کرنا حق ہے۔ قیامت کے دن بندوں کے اعمال کا تولنا حق ہے۔ اگرچہ اللہ تعالیٰ کا علم تمام امور پر محیط اور شامل ہے لیکن اس میں کچھ مصلحتیں اور حکمتیں ہیں، جو انسانی فہم سے بالاتر ہیں۔ اعمال کے تولنے کی کیفیت اللہ کے علم کے حوالہ کرنا چاہئے۔ وہ کتاب کہ جس میں بندوں کے تمام نیک و بد اعمال درج ہیں وہ حق ہے۔ حساب اور بندوں سے ان کے اعمال کے متعلق سوال اور حوضِ کوثر اور پل صراط یہ سب حق ہے۔

مروی ہے کہ قیامت کے دن دوزخ کی پشت پر ایک پُل رکھیں گے جو بال سے باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہوگا۔ اور تمام مخلوق اس پر سے

[۴] یعنی کسی مجبوری یا دباؤ کی وجہ سے نہیں ہے اور ثواب و عذاب اسی اختیار

گذریگی۔ اہلِ جنت اسے عبور کرکے جنت میں جائیں گے بعض بجلی کی طرح، بعض ہوا کی طرح، بعض تیز رفتار گھوڑے کی طرح۔ ہر شخص اسی طرح فرق مراتب کے ساتھ گذریگا۔ انبیاء و رسل، اولیاء اور ملائکہ، علماء اور اخیار امت کہ جن کا بارگاہِ ربّ العزت میں درجہ اور مرتبہ ہے، ان کی شفاعت گنہگارانِ امت کے لئے حق ہے۔ سب سے پہلی شخصیت جن کو شفاعت کی اجازت ہوگی وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ جنت اور دوزخ حق ہے اور وہ اب بھی موجود اور مخلوق ہیں۔ ایسا نہیں کہ قیامت کے دن پیدا ہوں گے۔ چنانچہ حضرت آدم اور حوا علیہم السلام کا واقعہ اس حقیقت پر شاہد ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کچھ احوال وعلامات قیامت کی خبر دی ہے وہ حق ہے۔ خدا کی وحدانیت اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا زبان سے اقرار اور دل سے تصدیق کا نام ایمان ہے۔ درحقیقت ایمان تصدیق قلبی کا نام ہے۔ اقرار لسانی ایک ظاہری علامت ہے۔

ایمان میں زیادتی وکمی نہیں ہوسکتی۔ اسلام اور ایمان ایک ہی شئی کا نام ہے لیکن عموماً ایمان سے تصدیق قلبی مراد ہوتی ہے اور اسلام سے انقیاد اور اطاعت ظاہری مراد ہوتی ہے۔ میں مؤمن ہوں انشاء اللہ تعالیٰ کہنا کسی کے لئے مناسب نہیں ہے۔ اس لئے کہ انشاء اللہ کی دلالت شک وتردد پر ہوتی ہے۔ جو یقین کے منافی ہے لیکن اگر حصول سعادت وبرکت کے لئے کہے تو جائز ہے جیسا کہ حضرات شوافع کہتے ہیں اور گناہ کبیرہ مردِ مومن کو ایمان سے خارج نہیں کرتا اس لئے کہ ظاہری اعمال ایمان کی حقیقت سے خارج ہیں، البتہ ظاہری اعمال کا اثر ایمانِ کامل پر ہوتا ہے کہ کمالِ ایمان بغیر عمل کے نہیں ہوتا۔ گناہ کبیرہ کے مرتکب جو دوزخ میں ہوں گے وہ ہمیشہ دوزخ میں نہ رہیں گے اگرچہ وہ بغیر توبہ کے مرے ہوں۔ حق سبحانہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اَنّ اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذالک لمن یشاء گناہ صغیرہ پر بھی سزا وعذاب جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں سے رسول بنا کر انسانوں کی طرف بھیجا ہے، جو بشیر[1] ہیں ونذیر ہیں۔ تمام دینی ودنیوی امور کو کہ جن کی طرف انسان کو حاجت ہے اس کو وہ بیان کرتے ہیں۔ اللہ نے ان رسولوں کی تائید روشن معجزات سے کی ہے سلسلۂ نبوت کی پہلی کڑی حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور سب سے آخری کڑی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے تعداد کی تعیین نہ کی جائے۔ اس لئے کہ حق تعالیٰ نے ان میں سے بعض کا ذکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں کیا ہے جیسا کہ فرمایا منھم من قصصنا علیك ومنھم من لم نقصص علیك اور حضرت لقمان اور ذوالقرنین کی نبوت میں شک ہے، انبیاء میں سب سے افضل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مرتبہ ہے۔

[1] یعنی اسکے لطف وکرم کی بشارت دیتے ہیں اور اسکے قہر وعذاب سے ڈراتے ہیں۔

اس کے بعد حضرت موسیٰ و عیسیٰ اور حضرت نوح علیہم السلام کا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت تمام عالم کے لئے ہے۔ اس میں جن و انس سب داخل ہیں۔ اسی لئے آپ کو رسول الثقلین کہتے ہیں۔ آپ کو معراج جسم عنصری کے ساتھ حالتِ بیداری میں آسمان کی طرف ہوئی ہے یہ حق ہے، آپ کی امت تمام امتوں میں سب سے بہتر ہے۔ جیسا کہ آپ تمام انبیاء میں سب سے بہتر ہیں، آپ کی شریعت مکمل اور جامع ہے۔ آپ کا دین تمام ادیانِ سابقہ کے لئے ناسخ ہے۔ آپ کے اصحاب تمام امت میں بہتر ہیں۔

اور خلفاء اربعہ تمام اصحاب میں بہتر ہیں اور ان کی فضیلت خلافت کی ترتیب پر ہے۔ فضیلت سے مراد کثرت ثواب ہے۔ اس جگہ دو مقام ہیں۔ مقام اول یہ ہے کہ خلیفہ برحق، حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں آپ کے بعد عمر فاروق ؓ آپ کے بعد عثمان ذی النورین، آپ کے بعد علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم اجمعین ہیں۔ یہ مسئلہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک یقینیات سے ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ کی خلافت کا اثبات بعض کے نزدیک نص سے ہے اور جمہور اہل سنت وجماعت کے نزدیک اجماع صحابہ سے ہے یعنی صحابہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اتفاق کر لیا اور دنیوی اور اخروی احکام میں سب نے ان کی اطاعت اور متابعت کی اور تلاش و تحقیق حق کی غرض سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بیعت میں تاخیر کرنا انعقاد اجماع کے لئے مضر اور حارج نہیں ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیعت سے تاخیر ایک قول کے مطابق چھ ماہ تھی، لیکن واضح یہ ہے کہ اسی دن کے آخری حصہ میں یا دوسرے دن آپ نے بیعت کر لی تھی بیعت کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ، ہمیشہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، کے حکم کے مطیع و تابع رہے۔ نماز فرض، جمعہ و عیدین میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، کی اقتدا کرتے تھے، لہٰذا اہل تشیع کا یہ قول کہ خلیفہ بلا فصل حضرت علی مرتضیٰ ہیں باطل ہے، اس دعوے کے اثبات کے لئے حدیث من کنت مولاہ فعلی مولاہ پیش کرتے ہیں۔

لیکن یہ حدیث متواتر نہیں ہے اور امامت کا ثبوت ان کے نزدیک حدیث متواتر پر موقوف ہے۔ دوسرے یہ کہ اس حدیث سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا صراحۃً ثبوت نہیں ہوتا بلکہ حضرت علی کی فضیلت و کرامت کا ثبوت ہوتا ہے۔ اس لئے کہ خود علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ قسم ہے اس بزرگ و برتر کی کہ جو سب کا پیدا کرنے والا اور بیج و دانہ کا اُگانے والا ہے۔ اگر رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے کوئی عہد و وعدہ خلافت کے متعلق کیا ہوتا اور میرے پاس سوائے میری اس چادر کے اور کوئی چیز نہ ہوتی جب بھی میں ابوبکر صدیق کو اس کی اجازت نہ دیتا کہ وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر کی پہلی سیڑھی ہی پر قدم رکھ سکتے۔ لیکن جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میری موجودگی اور میرے مرتبہ کے جاننے کے باوجود حضرت

ابوبکرؓ کو امامت کا حکم دیا۔ تو اب میرے لئے امر خلافت
میں نزاع واختلاف کی گنجائش نہ رہی۔ جب رسول
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ہمارے دین کے معاملہ
میں ترجیح دیا تو اب دنیا کے معاملہ میں بھی ہمیں آپ کو
ترجیح دینا ضروری ہے۔ شیعہ کہتے ہیں کہ آپ کا یہ ارشاد
ڈر اور خوف کی وجہ سے ہے لیکن شیعہ کا یہ قول صریح
البطلان ہے، مزید تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔

دوسرا مقام یہ ہے کہ خلفاء اربعہ کی فضیلت
خلافت کی ترتیب پر ہے۔ اسی طرح حضرت ابوبکر اور
حضرت عمرؓ کی تمام دیگر صحابہ سے فضیلت میں سب کا
اتفاق ہے۔ لیکن ختنین[1] کی ایک دوسرے پر فضیلت
و برتری میں اختلاف ہے۔ جمہور کی رائے ہے کہ
عثمان علی سے افضل ہیں۔ اس کے بعد صحابہ میں
ترجیح حضرات عشرہ مبشرہ کو ہے کہ حضور علیہ السلام
نے ان کے دخول جنت کی بشارت دی ہے۔ یہ حضرات
عشرہ مبشرہ[2] خیار امت، افاضل صحابہ، قدوہ مہاجرین
اور اقارب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ان حضرات
نے اسلام میں جو کارہائے نمایاں اور پسندیدہ انجام
دئے ہیں وہ دوسروں کو حاصل نہیں ہے۔ ان حضرات
کا جنتی ہونا یقینی ہے اور یہ شرف انہیں کے لئے
مخصوص نہیں ہے بلکہ دوسرے حضرات بھی مبشر[3] ہیں

مثلاً حضرت حسنین، (و خدیجہ و فاطمہ و عائشہ و حمزہ و عباس) وسلمان وخبیب، عمار بن یاسر
رضی اللہ عنہم اجمعین۔ اس کے بعد حضرات اہل بدر کا
درجہ ہے۔ اور حضرات اہل بدر بھی مبشر[3] بالجنہ ہیں۔
پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ تعالیٰ ظاہر
ہوا اہل بدر پر اور فرمایا کہ جو چاہو کرو میں نے تم سب
کو بخش دیا۔

دوسری جگہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو
دوزخ میں داخل نہ کریگا جو بدر اور حدیبیہ میں شریک
ہوا ہے۔ اس کے بعد فضیلت اہل احد کے لئے ہے۔
اس کے بعد اہل بیعت رضوان کا مرتبہ ہے اور یہ بھی مبشر
بالجنہ ہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ جس نے
درخت کے نیچے بیعت کی وہ دوزخ میں نہ جائے گا۔
اور حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا تمام جنتی عورتوں کی سردار
ہیں اور حضرت امام حسنؓ اور امام حسینؓ رضی اللہ عنہما تمام
جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔ اور خلافت آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تیس سال تک ہے۔ اس کے بعد
بادشاہت اور امارت ہے اور یہ تحقیق سے ثابت ہے کہ
تیس سال میں جو چھ ماہ کی کمی تھی اس کو امام حسنؓ نے
اپنی خلافت سے پورا کر دیا اور امارت حضرت معاویہ کے
سپرد کر دیا اور حضرت امام حسنؓ نے نہ چاہا کہ بادشاہت
وامارت میں خود بھی شرکت کریں۔ حضرت حسن رضی اللہ
عنہ حضرت معاویہ کو خلافت تفویض کرنے کی وجہ سے
وہ بھی خلیفہ ہیں۔ اور صحابہ کا ذکر ہم خیر اور بھلائی کے

[1] حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ
[2] بشارت دئے گئے [3] جنت کی خوشخبری دئے گئے ہیں۔

6

کے ساتھ کریں گے۔ صحابہ کے بارے میں طعن وتشنیع
شر اور مذموم ہے۔ حاصل یہ کہ صحابہ کی صحبت امر یقینی
ہے اور جو اختلاف ونزاع ان کے درمیان واقع ہوا،
وہ امر ظنی ہے اور ظن یقین کا مقابل نہیں ہوسکتا اور
امر یقینی ظنی کی وجہ سے متروک نہیں ہوگا۔ نیز صحابہ کے
فضائل احادیث سے ثابت ہیں۔ لہٰذا صحابہؓ کے حق میں
طعن خود طعن کرنے والوں کے لعنتی ہونے کا سبب ہے۔

احادیث سے جو فضائل ومناقب ثابت ہیں، اس پہ
اپنی رائے فاسد سے اعتراض وتردید کرنا فاسد ہے۔
مجتہد سے خطا اور صواب دونوں ہوتا ہے لیکن اسکی خطا
پر مؤاخذہ نہیں بلکہ اجر وثواب ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ اگر
مجتہد غلطی کرے تو اس پہ ایک ثواب ہے۔ اور اگر صحت واصابت
کو پہنچے تو دگنا ثواب ہے۔ ہم کسی گناہ کی وجہ سے اہل
قبلہ کی تکفیر نہیں کرینگے۔ جبتک وہ اس گناہ کو حلال نہ سمجھے
اور جو رسول انسانوں سے ہیں، وہ ان رسولوں سے جو ملائکہ
سے ہیں افضل ہیں اور رسلِ ملائکہ عام انسانوں سے افضل
ہیں۔ اور انسانوں سے جو اولیاء واتقیاء ہیں وہ عام
ملائکہ سے افضل ہیں۔ ولی کی کرامت حق ہے اور کرامت
خلافِ عادت فعل کو کہتے ہیں جو ولی سے صادر ہو، اور
اگر خلافِ عادت فعل نبی سے قبل نبوت صادر ہو تو اسے
ارہاص کہتے ہیں اور اگر بعد نبوت صادر ہو تو وہ معجزہ
ہے اور ولی کی کرامت درحقیقت نبی کا معجزہ ہے، اور اگر
اور اگر کسی متقی اور نیک بندے سے ایسا فعل صادر ہو
تو اس کو معونت کہتے ہیں اور اگر خلافِ عادت فعل کسی کافر
سے سرزد ہو تو وہ مکر واستدراج ہے اور کوئی بھی ولی کسی نبی
کے درجہ پر پہنچ نہیں سکتا۔ نبی کی فضیلت ولی پر امر یقینی،
اور متفق علیہ ہے، جس کا اعتقاد اس کے خلاف ہو وہ کافر
ہے۔ بعض کا یہ قول کہ ولایت نبوت سے افضل ہے، اس سے
مراد نبی کی ولایت ہے، نہ کہ ولی کی ولایت، نیز اگر ولایت
کی فضیلت نبوت پر تسلیم کرلی جائے تو اس سے ولی کی
فضیلت نبی پہ لازم نہیں آتی، اس لئے کہ ولایت اللہ تعالیٰ
سے قرب کی نسبت اور اس سے کمالات کا اکتساب واستفادہ
ہے، اور نبوت مخلوق کو غیب کی باتوں کی خبر دینا اور ان پہ
کمالات کا افادہ وفیضان ہے۔ لہٰذا پہلی نسبت شریف
تر وعزیز تر ہے۔ بہ نسبت دوسری نسبت کے لیکن نبی دونوں
نسبتوں کا جامع ہے۔ اس لئے وہ ولی سے فاضل تر اور
بزرگ تر ہے کہ جو صرف ایک ہی نسبت کا حامل ہے، اور
کوئی بندہ نوافل وطاعت کے ذریعہ ایسے مرتبہ پہ نہیں پہنچ
سکتا کہ تکلیف شرعی اس سے ساقط ہو جائے جیسا کہ
ملحدین کہتے ہیں اور آیات واحادیث کو ظاہر معنی پہ محمول
کیا جائے گا اس سے دوسرے معنی کی طرف عدول جیسے
کہ فرقۂ باطنیہ دعوی کرتا ہے الحاد وزندقہ ہے۔ اور میت
کے لئے دعا وصدقہ کرنے میں میت کا فائدہ ہے۔ اور
اللہ تعالیٰ دعاؤں کا قبول کرنے والا اور حاجتوں کا

پورا کرنے والا ہے۔ اور نماز ہر نیکو کار اور فاسق کے پیچھے کہ جس کا فسق مفضی الی الکفر نہ ہو جائز ہے جیسے کوئی حضرت ابوبکر صدیق کی خلافت کا منکر ہو، یا ان کی صحابیت کا منکر ہو، ایسے شخص کے پیچھے نماز جائز نہیں۔

موزہ کا مسح سفر اور حضر دونوں حالتوں میں جائز ہے۔ امام حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ میں نے ستر صحابہ سے ملاقات کی سب کے سب مسح خفین کو جائز سمجھتے تھے! امیرالمومنین حضرت علیؓ سے مسح خفین کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ مسافر کے لئے تین دن اور تین راتیں ہیں، اور مقیم کے لئے ایک دن ایک رات ہے۔ اس کو آپ نے حضور علیہ السلام کی طرف منسوب کیا۔ کسی گناہ کو خواہ وہ صغیرہ ہو، یا کبیرہ حلال سمجھنا یا اس کو ہلکا سمجھنا اور شریعت سے استہزاء اور اس کو برا سمجھنا کفر ہے اور کفر کے ساتھ مذاق بھی کفر ہے۔ یعنی اگر کوئی شخص کلمۂ کفر کا تلفظ بطور ہزل کرے تو اگرچہ اس کے معنی کا ارادہ اعتقاد نہ ہو جب بھی کفر ہے۔ اس لئے کہ ہزل مستلزم استخفاف ہے۔ جب معصیت کا استخفاف کفر ہے تو ہزل بدرجہ اولیٰ کفر ہے۔ اور جو شخص نشہ اور مستی کی حالت میں ہو، اس شخص پر کفر کا حکم نہیں کیا جائے گا۔ اس لئے کہ وہ زائل العقل ہے اور عنان اختیار اس کے قبضے میں نہیں ہے۔

لہٰذا اگر کلمۂ کفر اس کی زبان سے سرزد ہو جائے، تو اس کا اعتبار نہیں ہوگا۔ ایسے نجومی کہ جو غیب کا دعویٰ کرتے ہیں اور غیب کے باتوں کی خبر دیتے ہیں ان کی باتوں پر یقین کرنا کفر ہے۔ حدیث میں یہی آیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامیدی، اور اس کے عذاب سے بے خوفی بھی کفر ہے جیسا کہ آیت کریمہ کا یہی مضمون ہے ولا ییأس من روح اللہ الا القوم الکافرون ولا یامن من مکر اللہ الا القوم الخاسرون، مکر کے معنی لغت میں بازی کرنا اور فریب دینا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا مکر یہ ہے کہ بندہ کو معصیت میں مبتلا رکھے اور غفلت کا دروازہ کھول دے یہاں تک کہ وہ مغرور اور غافل ہو جائے تو اچانک بے شان و گمان اس کو اپنی گرفت میں لے لے۔

اور ایمان خوف و امید کا درمیانی درجہ ہے، اے اللہ! تو ہمارے بھیدوں کا جاننے والا ہے لہٰذا اس کی اصلاح و درستگی فرما۔ اے اللہ تو ہماری حاجتوں کا جاننے والا ہے اسے پورا فرما۔ اے اللہ تو ہمارے گناہوں کو بخشدے تو ہمارے عیبوں کی پردہ پوشی فرما۔ اے خدا تو اپنی یاد سے ہم کو نہ بھلا اور تو اپنے عذابوں سے ہم کو بے خوف مت رکھ، تو ہم کو غیر کا محتاج نہ بنا اور تو ہم کو غافلین میں شمار کر۔ والسلام۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

ترجمہ از :
افضل العلماء ابو المکارم
سید مصطفٰے حسین بخاری ۔
قادری کڈپوی فاضل لطیفیہ
جنرل سکریٹری انجمن دائرۃ المعارف
مکان حضرت قطبؒ ویلور

مخزن السلاسل



تصنیف انیف :
قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین
حضرت مولانا و مرشدنا سید شاہ ابو الحسن ثانی
قادری • قدس سرّہ العزیز

کتاب مخزن السلاسل کی یہ آٹھویں قسط ہے جو سلاسل گازرونیہ کے گیارہ سلسلوں پر مشتمل ہے ۔ مذکورہ سلسلے شیخ الشیوخ آفاق مرشد السالکین صاحب لاتیہ الشیخ المرشد ابو اسحٰق ابراھیم ابن شہریار گازرونی قدس سرہ العزیز سے چلے ہیں ۔

صاحب مخزن السلاسل حضرت مولانا و مرشدنا سید شاہ ابو الحسن ثانی قدس سرہ العزیز نے ایک سو اکانوے (۱۹۱) سلاسل میں جہاں اپنے ہمشیر زادہ سید شاہ کریم اللہ قادری کرنولی قدس سرہٗ کو اجازت و خلافت سے سرفراز کیا وہیں اپنے نبیسۂ خاص سید شاہ عبد اللطیف قادری ویلوری قدس سرہ العزیز کو بھی اس نعمتِ عظمیٰ سے مشرف کیا جو خانوادۂ اقطاب ویلور قدس اسرارہم کے پہلے بزرگ ہیں ۔

الحمد للہ مذکورہ ایک سو اکانوے سلاسل میں اجازت و خلافت کا سلسلہ ہنوز آپ کی اولاد امجاد یعنی بزرگان مکان حضرت قطبؒ ویلور قدس اللہ اسرارہم میں جاری ہے ۔

بخاری عفی عنہٗ

اما الخرقة الكازرونية فاحدى عشر

احديها البسها الفقير شاه ابو الحسن من
ابن عم امه السيد نور الله وهو من ابيه السيد
على محمد وهو من السيد محمد وهو من ابيه السيد
جلال ماه عالم وهو من ابيه السيد حسن وهو
من ابيه السيد عبد الغفور وهو من ابيه السيد
احمد وهو من ابيه السيد راجو وهو من ابيه
السيد محمد بن عبد الله الملقب بشاه عالم من
عبد الله وهو من ابيه السيد برهان الدين ابى محمد
عبد الله المشهور بقطب العالم وهو من شمس الدين
بن قوام وهو من الشيخ ابى المعروف اسمعيل بن
ابراهيم الجبيرتى وهو من الشيخ جمال الدين محمد
بن ابى بكر الضجاعى وهو من الشيخ برهان الدين
ابراهيم بن عمر العلوى وهو من ابى العباس احمد
بن محمد بن ابراهيم الحماش وهو من ابى الفضل
العدرى وهو من ابى محمد الخلاشى الجعفرى وهو
من الحافظ ابى بكر بن سدى وهو من الشيخ ابى
عبد الله محمد بن ابراهيم بن ابى الفوارس الفارسى
وهو من ابيه الشيخ فخر الدين ابى محمد ابراهيم
بن محمد ابراهيم بن احمد بن طاهر وهو من
الشيخ ابى الفتح خليفة البيضاوى وهو من

خرقہائے کازرونیہ گیارہ ہیں

پہلا خرقہ جسکو فقیر شاہ ابو الحسن نے اپنی والدہ کے
پچازاد بھائی سید نور اللہ سے پہنا ہے، وہ اپنے والد
سید علی محمد سے، وہ سید محمد سے، وہ اپنے والد سید
جلال ماہ عالم سے وہ اپنے والد سید حسن سے، وہ
اپنے والد سید عبد الغفور سے، وہ اپنے والد سید
احمد سے وہ اپنے والد سید راجو سے وہ اپنے
والد سید محمد ابن عبد اللہ الملقب بہ شاہ عالم سے
وہ اپنے والد سید برہان الدین ابو محمد عبد اللہ،
المشہور بہ قطب عالم سے، وہ شمس الدین ابن قوام
سے، وہ شیخ ابو المعروف اسمعیل ابن ابراہیم جبیرتی
سے وہ شیخ جمال الدین محمد بن ابو بکر ضجاعی سے
وہ شیخ برہان الدین ابراہیم ابن عمر علوی سے
وہ ابو العباس احمد ابن محمد ابن ابراہیم حماش
سے، وہ ابو الفضل عدری سے، وہ ابو محمد
خلاشی جعفری سے، وہ حافظ ابو بکر ابن سدی
سے، وہ شیخ ابو عبد اللہ محمد
ابن ابراہیم ابن ابو الفوارس فارسی سے
وہ اپنے والد شیخ فخر الدین ابو محمد ابراہیم
ابن محمد ابراہیم ابن احمد ابن طاہر سے، وہ شیخ
ابو الفتح خلیفۃ البیضاوی سے، وہ شیخ

الشیخ الشیوخ فی الآفاق مرشد السالکین علی الاطلاق صاحب الولایۃ بالاستحقاق الشیخ المرشد ابی اسحاق ابراھیم بن شہریار الکازرونی وھو من الشیخ ابی علی الحسین بن محمد الفیروز آبادی الآکار وھو من الشیخ ابی عبداللہ محمد بن الخفیف الشیرازی وھو من الشیخ ابی محمد رویم بن احمد وھو من سید الطائفہ ابی القاسم الجنید البغدادی وھو من خالہ السری سقطی وھو من معروف الکرخی وھو من الامام علی موسی الرضا وھو من ابیہ الامام موسی الکاظم وھو من ابیہ الامام جعفر الصادق وھو من ابیہ الامام محمد باقر وھو من ابیہ الامام علی زین العابدین وھو من ابیہ اشرف الشھداء محبوب خیر الانبیاء الامام ابی عبداللہ الحسین وھو من ابیہ اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجھہ وھو من خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد ن الامین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم وھو من امر ذی النور المبین بواسطۃ الروح الامین۔

الشیوخ آفاق مرشد السالکین صاحب ولایت الشیخ المرشد ابو اسحاق ابراھیم ابن شہریار گازرونی سے آپ شیخ ابو علی حسین ابن محمد فیروز آبادی آکار سے وہ شیخ ابو عبداللہ محمد بن خفیف شیرازی سے وہ شیخ ابو محمد رویم ابن احمد سے وہ سید الطائفہ ابوالقاسم جنید بغدادی سے وہ اپنے ماموں سری سقطی سے وہ معروف کرخی سے وہ امام علی موسیٰ رضا سے وہ اپنے والد امام موسیٰ کاظم سے وہ اپنے والد امام جعفر صادق سے وہ اپنے والد امام محمد باقر سے وہ اپنے والد امام علی زین العابدین سے وہ اپنے والد اشرف الشہداء محبوب خیر الانبیاء امام ابوعبداللہ حسین سے آپ اپنے والد اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے آپ خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد امین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم سے اور آپ نے نور مبین کے حکم سے بواسطہ روح الامین خرقہ پہنا ہے۔

الثانیة لبسها الفقیر شاہ ابو الحسن من ابن
عم امه السید نور الله وهو من ابیه السید علی،
محمد وهو من السید محمد وهو من ابیه السید
جلال ماہ عالم وهو من ابیه السید حسن وهو
من ابیه السید عبد الغفور وهو من ابیه السید
احمد وهو من ابیه السید راجو وهو من ابیه
السید محمد بن عبد الله الملقب بشاہ عالم
من عند الله وهو من ابیه السید برهان
الدین ابی محمد عبد الله المشهور بقطب العالم
وهو من الشیخ ابی الفتوح احمد بن عبد الله
الشیرازی وهو من الشیخ غیاث الدین
ابی الفتح محمد الکازرونی وهو من ابی
الفتح وهو من الشیخ فرید الدین
عبد الودود وهو من الفرید وهو من الشیخ
صدر الدین ابی محمد روزبهانی وهو من ابیه
فخر الدین ابی العباس احمد وهو من ابیه
الشیخ صدر الدین ابی محمد روزبهانی بن
ابی النصر البقلی القبای وهو من الخطیب
تاج الدین ابی القاسم عبد الکریم ابن احمد
وهو من عمه الخطیب عماد الدین ابی نصر محمود
بن احمد بن عبد الکریم وهو من عمه

دوسرا خرقہ جسکو فقیر شاہ ابو الحسن نے اپنی
والدہ کے چچازاد بھائی سید نور اللہ سے پہنا ہے،
وہ اپنے والد سید علی محمد سے وہ سید محمد سے، وہ
اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے، وہ اپنے والد سید
حسن سے وہ اپنے والد سید عبد الغفور سے، وہ
اپنے والد سید احمد سے وہ اپنے والد سید راجو
سے وہ اپنے والد سید محمد ابن عبد اللہ الملقب بہ
شاہ عالم سے، وہ اپنے والد سید برہان الدین
ابو محمد عبد اللہ المشہور بہ قطب عالم سے، وہ
شیخ ابو الفتوح احمد ابن عبد اللہ شیرازی
سے وہ شیخ غیاث الدین ابو الفتح محمد
گازرونی سے وہ ابو الفتح سے
وہ شیخ فرید الدین عبد الودود سے
وہ فرید سے وہ شیخ صدر الدین
ابو محمد روزبہانی سے وہ اپنے
والد فخر الدین ابو العباس احمد سے
وہ اپنے والد شیخ صدر الدین ابو محمد
روزبہانی ابن ابو النصر بقلی قبائی سے
وہ خطیب تاج الدین ابو القاسم عبد الکریم
ابن احمد سے وہ اپنے چچا خطیب عماد الدین ابو نصر
محمود ابن احمد ابن عبد الکریم سے وہ اپنے چچا

مصنّف "السیر العربیۃ" الخطیب رکن الدین ابی بکر محمد بن تاج الدین ابی القاسم عبد الکریم بن علی بن سعد القرشی وھو من شیخ الشیوخ فی الآفاق مرشد السالکین علی الاطلاق صاحب الولایۃ بالاستحقاق الشیخ المرشد ابی اسحاق ابراھیم بن شھریار الکازرونی وھو من الشیخ ابی علی الحسین بن محمد الفیروزابادی الاکار وھو من ابی عبد اللہ محمد بن الخفیف الشیرازی المشھور بالشیخ الکبیر وھو من الشیخ ابی محمد رویم بن احمد وھو من سید الطائفہ ابی القاسم الجنید البغدادی وھو من خالہ السری السقطی وھو من معروف الکرخی وھو من داؤد الطائی وھو من حبیب العجم وھو من الحسن البصری وھو من اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ وھو من خاتم النبین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمدن الامین صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ وسلم وھو من امر ذی النور المبین بواسطۃ الروح الامین۔

مصنف "سیر عربیہ" خطیب رکن الدین ابو بکر محمد ابن تاج الدین ابو القاسم عبد الکریم ابن علی ابن سعد القرشی سے وہ شیخ الشیوخ آفاق مرشد السالکین صاحب ولایت الشیخ المرشد ابو اسحاق ابراھیم ابن شہریار گازرونی سے آپ شیخ ابو علی حسین ابن محمد فیروز آبادی آکار سے وہ ابو عبد اللہ محمد ابن خفیف شیرازی المشہور بہ شیخ کبیر سے وہ شیخ ابو محمد رویم ابن احمد سے وہ سید الطائفہ ابو القاسم جنید بغدادی سے وہ اپنے ماموں سری سقطی سے وہ معروف کرخی سے وہ داؤد طائی سے وہ حبیب عجمی سے وہ حسن بصری سے وہ اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے آپ خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد امین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ و اصحابہ وسلم سے اور آپؐ نے نور مبین کے حکم سے بواسطۂ روح الامین خرقہ پہنا ہے۔

الثالثة لبسها الفقیر شاہ ابوالحسن
من ابن عم امه السیّد نور اللہ وھو من
ابیه السید علی محمد وھو من ابیه السید محمد و
ھو من ابیه السید جلال ماہ عالم وھو
من ابیه السید حسن وھو من ابیه السید
عبد الغفور وھو من ابیه السید احمد
وھو من ابیه السید راجو وھو من ابیه
السید محمد بن عبد اللہ الملقب بشاہ عالم من
عبد اللہ وھو من ابیه السید برھان الدین ابی محمد عبد اللہ
المشھور بقطب العالم وھو من الشیخ ابی الفتوح
احمد بن عبد اللہ الشیرازی وھو من الشیخ
ناصر الدین عمر الکرخی وھو من الخطیب رکن الدین
عبد العزیز بن عبد الرقیب وھو من الشیخ
امام الدین ابی الفرج الکامانی والشیخ مجد الدین
عبد الصمد وھما من الخطیب غیاث الدین ابی
المحسن علی بن سعد بن عبد المحسن بن عبد الکریم
وھو من عم ابیه الخطیب رکن الدین ابی محمد بن
عبد الکریم وھو من ابیه تاج الدین ابی القاسم
عبد الکریم بن محمد بن عبد الکریم وھو من عمه
الخطیب ابی حامد احمد بن عبد الکریم بن احمد
وھو من عمه الخطیب عماد الدین ابی نصر بن
محمود بن احمد بن عبد الکریم وھو من عمه

تیسرا خرقہ جسکو فقیر شاہ ابوالحسن نے اپنی والدہ
کے چچازاد بھائی سید نور اللہ سے پہنا ہے
وہ اپنے والد سید علی محمد سے وہ سید محمد سے، وہ
اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے، وہ اپنے والد
سید حسن سے وہ اپنے والد سید عبد الغفور سے وہ
اپنے والد سید احمد سے وہ اپنے والد
سید راجو سے، وہ اپنے والد سید محمد ابن
عبد اللہ الملقب بہ شاہ عالم سے وہ اپنے والد سید
برہان الدین ابو محمد عبد اللہ المشہور
بقطب العالم سے وہ شیخ ابو الفتوح
احمد ابن عبد اللہ شیرازی سے وہ شیخ
ناصر الدین عمر کرخی سے وہ خطیب رکن الدین
عبد العزیز ابن عبد الرقیب سے وہ شیخ
امام الدین ابو الفرج کامانی اور شیخ مجد الدین
عبد الصمد سے وہ دونوں خطیب غیاث الدین
ابو المحسن علی بن سعد ابن عبد المحسن ابن عبد الکریم
سے وہ اپنے والد چچا خطیب رکن الدین ابو محمد ابن عبد الکریم
سے وہ اپنے والد تاج الدین ابو القاسم عبد الکریم
ابن محمد ابن عبد الکریم سے وہ اپنے چچا خطیب
ابو حامد احمد ابن عبد الکریم ابن احمد سے، وہ اپنے
چچا خطیب عماد الدین ابو نصر ابن محمود ابن
احمد ابن عبد الکریم سے، وہ اپنے چچا

مصنف "السیر العربیہ" الخطیب رکن
الدین ابی بکر محمد بن تاج الدین ابی القاسم
عبد الکریم بن علی بن سعد القرشی وھو
من الشیخ الشیوخ فی الآفاق مرشد السالکین
علی الاطلاق صاحب الولایۃ بالاستحقاق
الشیخ المرشد ابی اسحاق ابراھیم
بن شہریار الکازرونی وھو من الشیخ
ابی علی الحسین بن محمد الفیروزآبادی
الآکار وھو من ابی عبد اللہ محمد بن
الخفیف المشھور بالشیخ الکبیر وھو من
الشیخ ابی محمد رویم بن احمد وھو من سید
الطائفہ ابی القاسم الجنید البغدادی وھو
من خالہ السری السقطی وھو من المعروف
الکرخی وھو من الامام علی موسی الرضا وھو من
ابیہ الامام موسی الکاظم وھو من ابیہ الامام
جعفر الصادق وھو من ابیہ الامام محمد الباقر
وھو من ابیہ الامام علی زین العابدین وھو من
ابیہ اشرف الشھداء ومحبوب خیر الانبیاء الامام
ابی عبد اللہ الحسین وھو من ابیہ اسد اللہ الغالب امیر
المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجھہ وھو
من خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین
محمد ن الامین صلی اللہ علیہ وعلی الہ واصحابہ وسلم
وھو من امر ذی النور المبین بواسطۃ الروح الامین۔

مصنف "سیر عربیہ" خطیب رکن الدین ابو بکر
محمد ابن تاج الدین ابو القاسم عبد الکریم
ابن علی ابن سعد القرشی سے وہ شیخ
الشیوخ آفاق مرشد السالکین صاحب
ولایت الشیخ المرشد ابو اسحاق
ابراھیم ابن شہریار گازرونی سے
آپ شیخ ابو علی حسین ابن محمد
فیروزآبادی آکار سے وہ ابو
عبد اللہ محمد ابن خفیف المشہور بہ
شیخ کبیر سے وہ شیخ ابو محمد رویم
ابن احمد سے وہ سید الطائفہ
ابو القاسم جنید بغدادی سے وہ
اپنے ماموں سری سقطی سے وہ معروف
کرخی سے وہ امام علی موسیٰ رضا سے وہ اپنے
والد امام موسیٰ کاظم سے وہ اپنے والد امام جعفر
صادق سے وہ اپنے والد امام محمد باقر سے
وہ اپنے والد امام علی زین العابدین سے وہ اپنے والد
اشرف الشہدا محبوب خیر الانبیاء امام ابو عبد اللہ حسین
سے آپ اپنے والد اسد اللہ الغالب امیر المومنین
علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے آپ
خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد
امین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم سے اور آپ نے نور مبین
کے حکم سے بواسطۂ روح امین خرقہ پہنا ہے۔

الرابعۃ لبسہا الفقیر شاہ ابوالحسن من ابن عم امہ السید نوراللہ وھومن ابیہ السید علی محمد وھومن السید محمد وھومن ابیہ السید جلال ماہ عالم وھومن ابیہ السید حسن وھومن ابیہ السید عبدالغفوروھو من ابیہ السید احمد وھومن ابیہ السید راجو وھومن ابیہ السید محمد بن عبداللہ الملقب بشاہ عالم من عنداللہ وھومن ابیہ السید برھان الدین ابی محمد عبداللہ المشھور بقطب العالم وھومن الشیخ ابی الفتوح احمد بن عبداللہ الشیرازی وھومن عمہ ظھیرالدین ابی نصر عبدالرحمٰن وھومن ابیہ نورالدین شاہ ابی الفتوح وھومن الشیخ فرید الدین عبدالودود وھومن الخطیب غیاث الدین ابی المحسن علی بن سعد بن عبدالمحسن بن عبدالکریم وھومن عم ابیہ الخطیب رکن الدین ابی بکر محمد بن عبدالکریم وھومن ابیہ تاج الدین ابی القاسم عبدالکریم بن محمد بن عبدالکریم وھومن عم الخطیب ابی حامد احمد بن عبدالکریم بن احمد وھومن عمہ الخطیب عماد الدین ابی نصر محمود بن عبدالکریم وھو

چوتھا خرقہ جسکو فقیر شاہ ابوالحسن نے اپنی والدہ کے چچازاد بھائی سید نوراللہ سے پہنا ہے وہ اپنے والد سید علی محمد سے وہ سید محمد سے وہ اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے، وہ اپنے والد سید حسن سے وہ اپنے والد سید عبدالغفور سے وہ اپنے والد سید احمد سے، وہ اپنے والد سید راجو سے، وہ اپنے والد سید محمد ابن عبداللہ الملقب بہ شاہ عالم سے وہ اپنے والد سید برہان الدین ابو محمد عبداللہ المشہور بہ قطب عالم سے وہ شیخ ابوالفتوح احمد ابن عبداللہ شیرازی سے وہ اپنے چچا ظہیرالدین ابونصر عبدالرحمٰن سے وہ اپنے والد نورالدین شاہ ابوالفتوح سے وہ شیخ فریدالدین عبدالودود سے وہ خطیب غیاث الدین ابوالمحسن علی ابن سعد ابن عبدالمحسن ابن عبدالکریم سے وہ اپنے والد کے چچا خطیب رکن الدین ابوبکر محمد ابن عبدالکریم سے وہ اپنے والد تاج الدین ابوالقاسم عبدالکریم ابن محمد ابن عبدالکریم سے وہ اپنے چچا خطیب ابوحامد احمد ابن عبدالکریم ابن احمد سے وہ اپنے چچا خطیب عماد الدین ابونصر محمود ابن عبدالکریم سے، وہ

من عمه مصنف "السیر العربیۃ" الخطیب رکن الدین ابی بکر محمد بن تاج الدین ابی القاسم عبد الکریم بن علی بن سعد القرشی وھو من شیخ الشیوخ فی الافاق مرشد السالکین علی الاطلاق صاحب الولایۃ بالاستحقاق الشیخ المرشد ابی اسحق ابراھیم بن شھریار الکازرونی وھو من الشیخ ابی علی الحسین بن محمد الفیروز آبادی آلاکار وھو من ابی عبد اللہ محمد بن الخفیف المشھور بالشیخ الکبیر وھو من الشیخ ابی محمد رویم بن احمد وھو من سید الطائفہ ابی القاسم الجنید البغدادی وھو من خالہ السری السقطی وھو من معروف الکرخی وھو من داؤد الطائی وھو من حبیب العجمی وھو من حسن البصری وھو من اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجھہٗ وھو من خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد ن الامین صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ واصحابہٖ وسلم وھو من امر ذی النور المبین بواسطۃ الروح الامین ۔

اپنے چچا مصنف "سیر عربیہ" خطیب رکن الدین ابو بکر محمد ابن تاج الدین ابو القاسم عبد الکریم ابن علی ابن سعد القرشی سے وہ شیخ الشیوخ آفاق مرشد السالکین صاحب ولایت الشیخ المرشد ابو اسحاق ابراھیم ابن شہریار گازرونی سے آپ شیخ ابو علی حسین ابن محمد فیروز آبادی آلاکار سے وہ ابو عبد اللہ محمد ابن خفیف المشہور بہ شیخ کبیر سے، وہ شیخ ابو محمد رویم ابن احمد سے وہ سید الطائفہ ابو القاسم جنید بغدادی سے وہ اپنے ماموں سری سقطی سے وہ معروف کرخی سے وہ داؤد طائی سے، وہ حبیب عجمی سے وہ حسن بصری سے وہ اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ سے آپ خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد امین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم سے اور آپؐ نے نور مبین کے حکم سے بواسطۂ روح امین خرقہ پہنا ہے ۔

الخامسة لبسها الفقیر شاہ ابوالحسن من ابن عم امه السید نور اللہ وھو من ابیه السید علی محمد وھو من السید محمد وھو من ابیه السید جلال ماہ عالم وھو من ابیه السید حسن وھو من ابیه السید عبدالغفور وھو من ابیه السید احمد وھو من ابیه السید راجو وھو من ابیه السید محمد بن عبد اللہ الملقب بشاہ عالم من عند اللہ وھو من ابیه السید برھان الدین ابی محمد عبد اللہ المشھور بقطب العالم وھو من الشیخ ابی الفتوح احمد بن عبد اللہ الشیرازی وھو من الخطیب جمال الدین محمود وھو من ابیه ھکذا ر وھو من ابیه رکن الدین ابی بکر محمد بن عبدالکریم بن علی بن سعد بن وھو من الشیخ الشیوخ فی الآفاق مرشد السالکین علی الاطلاق صاحب الولایة بالاستحقاق الشیخ المرشد ابی اسحاق ابراھیم بن شھریار الکازرونی وھو من الشیخ ابی علی الحسین بن محمد الفیروز آبادی الآکار وھو من ابی عبد اللہ محمد بن الخفیف المشھور بالشیخ الکبیر وھو من الشیخ ابی محمد رویم بن احمد وھو من سید الطائفه ابی القاسم الجنید البغدادی

پانچواں خرقہ جسکو فقیر شاہ ابوالحسن نے اپنی والدہ کے چچازاد بھائی سید نور اللہ سے پہنا ہے، وہ اپنے والد سید علی محمد سے وہ سید محمد سے، وہ اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے وہ اپنے والد سید حسن سے وہ اپنے والد سید عبدالغفور سے، وہ اپنے والد سید احمد سے وہ اپنے والد سید راجو سے وہ اپنے والد سید محمد ابن عبد اللہ الملقب بہ شاہ عالم سے وہ اپنے والد سید برہان الدین ابو محمد عبد اللہ المشہور بہ قطب عالم سے، وہ شیخ ابوالفتوح احمد ابن عبد اللہ شیرازی سے، وہ خطیب جمال الدین محمود سے، وہ اپنے والد بزرگوار سے، وہ اپنے والد رکن الدین ابوبکر محمد ابن عبدالکریم ابن علی ابن سعد سے وہ شیخ الشیوخ آفاق مرشد السالکین صاحب ولایت الشیخ المرشد ابو اسحاق ابراہیم ابن شہریار گازرونی سے آپ شیخ ابو علی حسین ابن محمد فیروز آبادی آکار سے وہ ابوعبد اللہ محمد ابن خفیف المشہور بہ شیخ کبیر سے وہ شیخ ابو محمد رویم ابن احمد سے وہ سید الطائفہ ابو القاسم جنید بغدادی سے وہ

وهو من خاله السری سقطی وهو من
معروف الکرخی وهو من الامام علی
موسی الرضا وهو من ابیه الامام موسی
الکاظم وهو من ابیه الامام جعفر
الصادق وهو من ابیه الامام محمد
باقر وهو من ابیه الامام علی
زین العابدین وهو من ابیه اشرف
الشهداء ومحبوب خیر الانبیاء الامام
ابی عبد الله الحسین وهو من ابیه
اسد الله الغالب امیر المومنین علی
بن ابی طالب کرم الله وجههٗ وهو من
خاتم النبیین رسول رب العالمین
شفیع المذنبین محمد ن الامین صلی الله
علیه وعلی آله واصحابه وسلم وهو من
امر ذی النور المبین بواسطة الروح الامین۔

اپنے ماموں سری سقطی سے وہ معروف
کرخی سے وہ امام علی موسیٰ رضا سے، وہ
اپنے والد امام موسیٰ کاظم سے
وہ اپنے والد امام جعفر صادق سے
وہ اپنے والد امام محمد باقر سے
وہ اپنے والد امام علی زین العابدین
سے وہ اپنے والد اشرف الشہداء
محبوب خیر الانبیاء امام ابو عبداللہ
حسین سے وہ اپنے والد اسد اللہ الغالب
امیر المومنین علی ابن ابی طالب
کرم اللہ وجہہٗ سے آپ خاتم النبیین
رسول رب العالمین شفیع
المذنبین محمد امین صلی اللہ
علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم سے اور
آپ نے نور مبین کے حکم سے بواسطۂ روح امین خرقہ
پہنا ہے۔

السادسۃ لبسها الفقیر شاہ ابو الحسن من ابن عم امه السید نور الله وهو من ابیه السید علی محمد وهو من السید محمد وهو من ابیه السید جلال ماہ عالم وهو من السید شیر محمد وهو من جده السید عرب شاہ وهو من ابیه السید محمد زاهد وهو من اخیه السید محمد بن عبد الله الملقب بشاہ عالم من عند الله وهو من ابیه السید برهان الدین ابی محمد عبد الله المشهور بقطب العالم وهو من الشیخ ابی الفتوح احمد بن عبد الله الشیرازی وهو من الشیخ شمس الحق والدین محمد الجزری وهو من الشیخ زین الدین العراقی وهو من الشیخ فتح الدین ابی الحرم محمد بن محمد بن الحرم القلانشی وهو من الشیخ محی الدین ابی الفضل عبد الرحیم بن ابی البرکات عبد المنعم اللخمی المصری المعروف بابن الاسیری وهو من الشیخ فخر الدین ابی عبد الله بن محمد بن ابراهیم بن احمد الخضری الفارسی وهو من ابیه محمد بن ابراهیم بن احمد وهو من الشیخ ابی الفتح نصر بن خلیفة البیضاوی وهو من الشیخ الشیوخ فی الآفاق مرشد السالکین علی الاطلاق صاحب الولایۃ بالاستحقاق الشیخ المرشد ابی اسحٰق ابراهیم بن شهریار الکازرونی وهو

چھٹا خرقہ جسکو فقیر شاہ ابو الحسن نے اپنی والدہ کے چچا زاد بھائی سید نور اللہ سے پہنا ہے وہ اپنے والد سید علی محمد سے وہ سید محمد سے وہ اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے وہ سید شیر محمد سے وہ اپنے دادا سید عرب شاہ سے وہ اپنے والد سید محمد زاهد سے وہ اپنے بھائی سید محمد ابن عبد اللہ الملقب بہ شاہ عالم سے وہ اپنے والد سید برہان الدین ابو محمد عبد اللہ المشہور بہ قطب عالم سے، وہ شیخ ابو الفتوح احمد ابن عبد اللہ شیرازی سے وہ شیخ شمس الحق والدین محمد جزری سے وہ شیخ زین الدین عراقی سے وہ شیخ فتح الدین ابو الحرم محمد ابن محمد ابن حرم قلانشی سے وہ شیخ محی الدین ابو الفضل عبد الرحیم ابن ابو البرکات عبد المنعم لخمی مصری المعروف بہ ابن ابسری سے وہ شیخ فخر الدین ابو عبد اللہ ابن محمد ابن ابراہیم ابن احمد خضری فارسی سے وہ اپنے والد محمد ابن ابراهیم ابن احمد سے وہ شیخ ابو الفتح نصر ابن خلیفة البیضاوی سے وہ شیخ الشیوخ آفاق مرشد السالکین صاحب ولایت الشیخ المرشد ابو اسحاق ابراهیم ابن شہریار گازرونی سے آپ

من الشیخ ابی علی الحسین بن محمد الفیروزآبادی آلاکار وھو من ابی عبداللہ محمد بن الخفیف المشھور بالشیخ الکبیر وھو من الشیخ ابی محمد رویم بن احمد وھو من السید الطائفہ ابی القاسم الجنید البغدادی وھو من خالہ السری السقطی وھو من المعروف الکرخی وھو من داؤد الطائی وھو من حبیب العجمی وھو من الحسن البصری وھو من اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجھہ وھو من خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمدن الامین صلی اللہ علیہ وعلی الہ واصحابہ وسلم وھو من امر ذی النور المبین بواسطۃ الروح الامین -

شیخ ابو علی حسین ابن محمد فیروزآبادی آکار سے وہ ابو عبداللہ محمد ابن خفیف المشہور بہ شیخ کبیر سے، وہ شیخ ابو محمد رویم ابن احمد سے وہ سید الطائفہ ابو القاسم جنید بغدادی سے وہ اپنے ماموں سری سقطی سے وہ معروف کرخی سے وہ داؤد طائی سے وہ حبیب عجمی سے وہ حسن بصری سے وہ اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ سے آپ نے خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد امین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ وسلم سے اور آپؐ نے نور مبین کے حکم سے بواسطۂ روح امین خرقہ پہنا ہے -

السابعة لبسها الفقیر شاہ ابو الحسن من
ابن عم امه السید نور الله وھو من ابیه السید علی
محمد وھو من السید محمد وھو من ابیه السید
جلال ماہ عالم وھو من السید شیر محمد ابن احمد
وھو من جدہ السید عرب شاہ وھو من ابیه السید
محمد زاھد وھو من اخیه السید محمد بن عبد الله
الملقب بشاہ عالم من عند الله وھو من ابیه
السید برھان الدین ابی محمد عبد الله المشھور
بقطب العالم وھو من الشیخ ابی الفتوح احمد
بن عبد الله الشیرازی وھو من الشیخ عفیف
الدین الجنید الکازرونی وھو من الشیخ
نور الدین علی بن احمد القوی المدلیجی وھو من
الشیخ فتح الدین ابی الحرم محمد بن محمد بن الحرم
القلانشی وھو من الشیخ محی الدین ابی الفضل عبد
الرحیم بن ابی البرکات عبد المنعم اللخمی المصری
المعروف بابن الایسری وھو من الشیخ فخر الدین
ابی عبد الله بن محمد بن ابراھیم بن احمد الخضری
الفارسی وھو من ابیه ابی عبد الله محمد بن
ابراھیم بن احمد الخضری الفارسی وھو من
ابیه محمد بن ابراھیم بن احمد بن طاھر و
ھو من الشیخ ابی الفتح نصر بن خلیفة البیضاوی

ساتواں خرقہ جسکو فقیر شاہ ابو الحسن نے
اپنی والدہ کے چچازاد بھائی سید نور اللہ سے پہنا ہے
وہ اپنے والد سید علی محمد سے وہ سید محمد سے، وہ
اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے وہ سید شیر محمد ابن
احمد سے وہ اپنے دادا سید عرب شاہ سے وہ اپنے
والد سید محمد زاھد سے وہ اپنے بھائی سید محمد ابن
عبد اللہ الملقب بہ شاہ عالم سے وہ اپنے والد
سید برہان الدین ابو محمد عبد اللہ المشہور بہ
قطب عالم سے وہ شیخ ابو الفتوح احمد ابن عبد اللہ
شیرازی سے وہ شیخ عفیف الدین جنید
گازرونی سے وہ شیخ نور الدین علی ابن احمد
قوی مدلیجی سے وہ شیخ فتح الدین ابو حرم محمد
ابن محمد ابن حرم قلانشی سے وہ شیخ محی الدین
ابو الفضل عبد الرحیم ابن ابو البرکات
عبد المنعم لخمی مصری المعروف بہ ابن
الایسری سے وہ شیخ فخر الدین ابو عبد اللہ
ابن محمد ابن ابراہیم ابن احمد خضری
فارسی سے وہ اپنے والد ابو عبد اللہ محمد
ابن ابراہیم ابن احمد خضری فارسی سے وہ
اپنے والد محمد ابن ابراہیم ابن احمد ابن طاہر
سے وہ شیخ ابو الفتح نصر ابن خلیفة البیضاوی

وهو من الشیخ الشیوخ فی الآفاق مرشد السالکین علی الاطلاق صاحب الولایۃ بالاستحقاق الشیخ المرشد ابی اسحٰق ابراهیم بن شهر یار الکازرونی وهو من الشیخ ابی علی الحسین بن محمد الفیروز آبادی آلاکار وهو من الشیخ ابی عبدالله بن محمد بن الخفیف المشهور بالشیخ الکبیر وهو من الشیخ ابی محمد رویم بن احمد و هو من سید الطائفہ ابی القاسم الجنید البغدادی وهو من خاله السری السقطی وهو من المعروف الکرخی وهو من الامام علی موسی الرضا وهو من ابیه الامام موسی الکاظم وهو من ابیه الامام جعفر الصادق وهو من ابیه الامام محمد الباقر وهو من ابیه الامام علی زین العابدین وهو من ابیه اشرف الشهداء ومحبوب خیر الانبیاء الامام ابو عبدالله الحسین وهو من ابیه اسد الله الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم الله وجهہ وهو من خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد ن الامین صلی الله علیه وعلی الٰہ و اصحابہ وسلم وهو من امر ذی النور المبین بواسطۃ الروح الامین۔

سے وہ شیخ الشیوخ آفاق مرشد السالکین صاحب ولایت الشیخ مرشد ابو اسحاق ابراهیم ابن شہریار گازرونی سے آپ شیخ ابو علی حسین ابن محمد فیروز آبادی آکار سے وہ شیخ ابو عبداللہ ابن محمد ابن خفیف المشہور بہ شیخ کبیر سے وہ شیخ ابو محمد رویم ابن احمد سے وہ سید الطائفہ ابو القاسم جنید بغدادی سے وہ اپنے ماموں سری سقطی سے وہ معروف کرخی سے وہ امام علی موسیٰ رضا سے وہ اپنے والد امام موسیٰ کاظم سے وہ اپنے والد امام جعفر صادق سے وہ اپنے والد امام محمد باقر سے وہ اپنے والد امام علی زین العابدین سے وہ اپنے والد اشرف الشہداء محبوب خیر الانبیاء امام ابو عبداللہ حسین سے وہ اپنے والد اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے آپ خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد امین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ و اصحابہ وسلم سے اور آپؐ نے نور مبین کے حکم سے بواسطۂ روح امین خرقہ پہنا ہے۔

الثامنة لبسها الفقیر شاہ ابو الحسن من ابن
عم امه السید نور الله وهو من ابیه السید
علی محمد وهو من السید محمد وهو من
السید جلال ماہ عالم وهو من السیّد شیر محمد
بن احمد وهو من جده السید عرب شاہ
وهو من ابیه السید محمد زاهد وهو من
اخیه السید محمد ابن عبد الله الملقب بشاہ
عالم من عند الله وهو من ابیه السید
برهان الدین ابی محمد عبد الله المشهور
بقطب العالم وهو من الشیخ ابی الفتوح
احمد بن عبد الله الشیرازی وهو من عبد الله
وهو من عمه صدر الدین ابی اسحٰق وهو
من جده نور الدین عبد القادر الحکیم وهو
من والد حلیلته الشیخ معین الدین ابی ذر
عبد الله الکشلی وهو من ابیه الشیخ جنید
الکشلی وهو من ابیه الشیخ ارزبه بن علی
بن بندار وهو من جده الشیخ علی بندار
بن علی الرازی البکری وهو من الشیخ الشیوخ
فی الآفاق مرشد السالکین علی الاطلاق صاحب
الولایة بالاستحقاق الشیخ المرشد
ابی اسحاق ابراهیم بن شهریار الکازرونی
وهو من الشیخ ابی علی الحسین بن محمّد
الفیروز آبادی الآکار وهو من الشیخ ابی عبد الله

آٹھواں خرقہ جسکو فقیر شاہ ابو الحسن نے اپنی والدہ
کے چچا زاد بھائی سید نور اللہ سے پہنا ہے' وہ اپنے
والد سید علی محمد سے وہ سید محمد سے وہ اپنے
والد سید جلال ماہ عالم سے وہ سید شیر محمد
ابن احمد سے وہ اپنے دادا سید عرب شاہ سے
وہ اپنے والد سید محمد زاہد سے' وہ اپنے بھائی
سید محمد ابن عبد اللہ الملقب بہ شاہ عالم
سے وہ اپنے والد سید برہان الدین ابو
محمد عبد اللہ المشہور بہ قطب عالم
سے وہ شیخ ابو الفتوح احمد ابن عبد اللہ
شیرازی سے وہ عبد اللہ سے وہ اپنے
چچا صدر الدین ابو اسحٰق سے وہ اپنے
دادا نور الدین عبد القادر حکیم سے وہ
اپنے خسر شیخ معین الدین ابو ذر عبد اللہ
کشلی سے وہ اپنے والد شیخ جنید
کشلی سے وہ اپنے والد شیخ ارزبہ ابن
علی ابن بندار سے وہ اپنے دادا شیخ
علی بندار ابن علی رازی البکری سے وہ
شیخ الشیوخ آفاق مرشد السالکین
صاحب ولایت الشیخ المرشد ابو
اسحٰق ابراہیم ابن شہریار گازرونی
سے آپ شیخ ابو علی حسین ابن محمد
فیروز آبادی آکار سے وہ ابو عبد اللہ

محمد بن الخفیف وھو من الشیخ محمد رویم بن احمد وھو من سید الطائفہ ابو القاسم الجنید البغدادی و ھو من خالہ السری سقطی وھو من المعروف الکرخی وھو من داؤد الطائی وھو من حبیب العجمی وھو من الحسن البصری وھو من اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ وھو من خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد ن الامین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہٖ وسلم وھو من امر ذی النور المبین بواسطۃ الروح الامین۔

محمد ابن خفیف سے وہ شیخ ابو محمد رویم ابن احمد سے وہ سید الطائفہ ابو القاسم جنید بغدادی سے وہ اپنے ماموں سری سقطی سے وہ معروف کرخی سے وہ داؤد طائی سے وہ حبیب عجمی سے وہ حسن بصری سے وہ اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ سے آپ خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد امین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم سے اور آپؐ نے نور مبین کے حکم سے بواسطۂ روح امین خرقہ پہنا ہے۔

التاسعہ لبسها الفقیر شاہ ابو الحسن من
ابن عم امہ السید نور اللہ وھو من ابیہ السید علی
محمد وھو من السید محمد وھو من ابیہ
السید جلال ماہ عالم وھو من السید شیر محمد
بن احمد وھو من جدہ السید عرب شاہ وھو
من ابیہ السید محمد زاھد وھو من اخیہ
السید محمد بن عبد اللہ الملقب بشاہ عالم
من عند اللہ وھو من ابیہ السید برھان الدین
ابی محمد عبد اللہ المشھور بقطب العالم وھو
من الشیخ ابی الفتوح احمد بن عبد اللہ الشیرازی
وھو من عمہ الاکبر غیاث الدین ابی الفضائل
محمد وھو من عمہ صدر الدین ابی اسحاق
وھو من جدہ نور الدین عبد القادر الحکیم
وھو من والد حلیلۃ الشیخ معین الدین
ابی ذر عبد اللہ الکشلی وھو من ابیہ الشیخ
جنید الکشلی وھو من ابیہ الشیخ ارزبہ
علی بن بندار وھو من جدہ بندار بن علی
الرازی البکری وھو من الشیخ الشیوخ
فی الآفاق مرشد السالکین علی الاطلاق
صاحب الولایۃ بالاستحقاق الشیخ
المرشد ابی اسحق ابراھیم بن شھریار الکازرونی
وھو من الشیخ ابی علی الحسین بن محمد

نواں خرقہ جسکو فقیر شاہ ابو الحسن نے اپنی والدہ کے
چچا زاد بھائی سید نور اللہ سے پہنا ہے وہ اپنے والد
سید علی محمد سے وہ سید محمد سے وہ اپنے والد سید
جلال ماہ عالم سے وہ سید شیر محمد ابن احمد سے
وہ اپنے دادا سید عرب شاہ سے وہ اپنے والد
سید محمد زاھد سے وہ اپنے بھائی سید محمد ابن
عبد اللہ الملقب بشاہ عالم سے وہ اپنے والد
سید برہان الدین ابو محمد عبد اللہ المشہور
قطب عالم سے وہ شیخ ابو الفتوح احمد
ابن عبد اللہ شیرازی سے وہ اپنے تایا
غیاث الدین ابو الفضائل محمد سے وہ
اپنے چچا صدر الدین ابو اسحاق سے وہ اپنے
دادا نور الدین عبد القادر حکیم سے وہ اپنے خسر
شیخ معین الدین ابو ذر عبد اللہ کشلی
سے وہ اپنے والد شیخ جنید کشلی سے وہ
اپنے والد شیخ ارزبہ علی ابن بندار سے
وہ اپنے دادا بندار ابن علی رازی البکری
سے وہ شیخ الشیوخ آفاق مرشد
السالکین صاحب ولایت الشیخ المرشد
ابو اسحاق ابراھیم ابن شہریار
کازرونی سے آپ شیخ ابو علی
حسین ابن محمد فیروز آبادی

الفیروزآبادی الاکاروھومن ابی
عبداللہ محمدبن الخفیف وھومن
الشیخ ابی محمدرویم بن احمد وھو
من سید الطائفہ ابی القاسم الجنید
البغدادی وھومن خالہ السری السقطی
وھومن معروف الکرخی وھومن الامام
علی موسی الرضا وھومن ابیہ الامام موسی
الکاظم وھومن ابیہ الامام جعفرالصادق
وھومن ابیہ الامام محمد الباقر وھو
من ابیہ الامام علی زین العابدین وھو
من ابیہ اشرف الشھداء ومحبوب خیرالانبیاً
الامام ابی عبداللہ حسین وھو
من ابیہ اسداللہ الغالب امیرالمومنین
علی بن ابی طالب کرم اللہ وجھہٗ وھومن
خاتم النبیین رسول رب العالمین
شفیع المذنبین محمدن الامین صلی
اللہ علیہ وعلیٰ الہ واصحابہ وسلم وھو
من امرذی النورالمبین بواسطۃ الروح
الامین ۔

آکار سے وہ ابوعبداللہ محمد ابن خفیف
سے وہ شیخ ابومحمد رویم ابن احمد
سے وہ سید الطائفہ
ابوالقاسم جنید بغدادی سے وہ
اپنے ماموں سری سقطی سے، وہ
معروف کرخی سے وہ امام علی موسی
رضا سے وہ اپنے والد امام موسی
الکاظم سے وہ اپنے والد امام
جعفر صادق سے وہ اپنے والد امام
محمد باقر سے وہ اپنے والد امام علی
زین العابدین سے وہ اپنے والد اشرف
الشہداء محبوب خیرالانبیاء امام ابو
عبداللہ حسین سے آپ اپنے والد اسداللہ
الغالب امیرالمومنین علی بن ابی طالب
کرم اللہ وجہہ سے آپ خاتم النبیین
رسول رب العالمین شفیع المذنبین
محمد امین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحابہ
وسلم سے اور آپ نے نور مبین کے حکم سے بواسطۂ
روح امین خرقہ پہنا ہے ۔

العاشرۃ لبسہا الفقیر شاہ ابوالحسن من ابن عم امہ السید نوراللہ وھو من ابیہ السید علی محمد وھو من السید محمد وھو من ابیہ السید جلال ماہ عالم وھو من السید شیر محمد بن احمد وھو من جدہٖ السید عرب شاہ وھو من ابیہ السید محمد زاھد وھو من اخیہ السید محمد بن عبداللہ الملقب بشاہ عالم من عبداللہ وھو من ابیہ السید برھان الدین ابی محمد عبداللہ المشہور بقطب العالم وھو من الشیخ ابوالفتوح احمد بن عبداللہ الشیرازی وھو من عمہ الاصغر ظھیرالدین ابی نصر عبدالرحمن ابی الفتوح وھو من عمہ صدرالدین ابی اسحٰق وھو من جدہٖ نورالدین عبدالقادر الحکیم وھو من والد حلیلۃ الشیخ معین الدین ابی ذر عبداللہ الکشلی وھو من ابیہ الشیخ جنید الکشلی وھو من الشیخ ارزبہ بن علی بن بندار وھو من جدہٖ الشیخ بندار بن علی الرازی البکری وھو من الشیخ الشیوخ فی الآفاق مرشد السالکین علی الاطلاق صاحب الولایۃ بالاستحقاق الشیخ المرشد ابی اسحاق ابراھیم بن شہریار الکازرونی

دسواں خرقہ جسکو فقیر شاہ ابوالحسن نے اپنی والدہ کے چچازاد بھائی سید نوراللہ سے پہنا ہے، وہ اپنے والد سید علی محمد سے وہ سید محمد سے وہ اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے وہ سید شیر محمد ابن احمد سے وہ اپنے دادا سید عرب شاہ سے وہ اپنے والد سید محمد زاھد سے وہ اپنے بھائی سید محمد ابن عبداللہ الملقب بشاہ عالم سے وہ اپنے والد سید برہان الدین ابو محمد عبداللہ المشہور بقطب العالم سے وہ شیخ ابوالفتوح احمد ابن عبداللہ شیرازی سے وہ اپنے چھوٹے چچا ظھیرالدین ابونصر عبدالرحمٰن ابوالفتوح سے وہ اپنے چچا صدرالدین ابو اسحٰق سے وہ اپنے دادا نورالدین عبدالقادر حکیم سے وہ اپنے خسر شیخ معین الدین ابو ذر عبیداللہ کشلی سے وہ اپنے والد شیخ جنید کشلی سے وہ شیخ ارزبہ ابن علی ابن بندار سے وہ اپنے دادا شیخ بندار ابن علی رازی البکری سے وہ شیخ الشیوخ آفاق مرشد السالکین صاحب ولایت الشیخ المرشد ابو اسحاق ابراھیم ابن شہریار کازرونی

وهومن الشيخ ابى على الحسين بن
محمد الفيروز آبادى الآكار وهومن
الشيخ زاهد ابى عبد الله محمد بن
الخفيف المشهور بالشيخ الكبير
وهومن الشيخ مومل بن محمد على
البنا وهومن الشيخ ابى سعدان وهو
من سيد الطائفه ابى القاسم الجنيد
البغدادى وهومن خاله السرى السقطى
وهومن معروف الكرخى وهومن
داؤد الطائى وهومن حبيب العجمى
وهومن حسن البصرى وهومن اسد
الله الغالب امير المومنين على بن
ابى طالب كرم الله وجههٗ وهومن
خاتم النبيين رسول رب العالمين
شفيع المذنبين محمد الامين
صلى الله عليه وعلى اله واصحابه وسلم
وهومن امر ذى النور المبين بواسطة
الروح الامين -

سے آپ شیخ ابوعلی حسین ابن محمد
فیروز آبادی آکار سے وہ شیخ زاہد
ابوعبداللہ محمد ابن خفیف المشہور
بہ شیخ کبیر سے وہ شیخ مومل ابن
محمد علی البنا سے وہ شیخ
ابوسعدان سے وہ سید الطائفہ
ابوالقاسم جنید بغدادی سے
وہ اپنے ماموں سری سقطی سے وہ
معروف کرخی سے وہ داؤد طائی
سے وہ حبیب عجمی سے وہ حسن
بصری سے وہ اسد اللہ الغالب
امیر المومنین علی ابن ابی طالب
کرم اللہ وجہہٗ سے آپ خاتم النبیین
شفیع المذنبین رسول رب العالمین
محمد امین صلی اللہ علیہ وعلیٰ
آلہ و اصحابہ وسلم سے اور آپ نے نور مبین
کے حکم سے بواسطۂ روح امین خرقہ پہنا ہے۔

الحادیۃ عشر لبسہا الفقیر شاہ ابو الحسن

من ابن عم امہ السید نور اللہ وھو من السید علی محمد وھو من السید محمد وھو من ابیہ السید جلال ماہ عالم وھو من ابیہ شیر محمد بن احمد وھو من جدہ السید عرب شاہ وھو من ابیہ السید محمد زاھد وھو من اخیہ السید محمد بن عبد اللہ الملقب بشاہ عالم من عند اللہ وھو من ابیہ السید برھان الدین ابی محمد عبد اللہ المشھور بقطب العالم وھو من الشیخ ابی الفتوح احمد بن عبد اللہ الشیرازی وھو من السید نظام الدین ابراھیم وھو من الشیخ ابی محمد المنصور المشھور براست گوئی وھو من الخطیب غیاث الدین ابی الحسین علی وھو من عم ابیہ الخطیب رکن الدین ابی بکر محمد بن عبد الکریم

وھو من ابیہ الخطیب تاج الدین ابی القاسم عبد الکریم

وھو من عمہ الخطیب ابی حامد احمد وھو من الخطیب عماد الدین ابی نصر محمود وھو من عمہ الخطیب رکن الدین ابی بکر محمد وھو من الشیخ الشیوخ فی الآفاق مرشد السالکین علی الاطلاق صاحب الولایۃ بالاستحقاق الشیخ المرشد ابی اسحاق ابراھیم بن شہریار الکازرونی وھو من ابی علی الحسین بن محمد

گیارہواں خرقہ

جسکو فقیر شاہ ابو الحسن نے اپنی والدہ کے چچازاد بھائی سید نور اللہ سے پہنا ہے۔ وہ اپنے والد سید علی محمد سے وہ سید محمد سے وہ اپنے والد سید جلال ماہ عالم سے وہ اپنے والد شیر محمد ابن احمد سے وہ اپنے دادا سید عرب شاہ سے، وہ اپنے والد سید محمد زاھد سے وہ اپنے بھائی سید محمد ابن عبد اللہ الملقب بہ شاہ عالم سے، وہ اپنے والد سید برہان الدین ابو محمد عبد اللہ المشہور بہ قطب عالم سے وہ شیخ ابو الفتوح احمد ابن عبد اللہ شیرازی سے، وہ سید نظام الدین ابراھیم سے، وہ شیخ ابو محمد منصور المشہور بہ راست گوئے سے وہ خطیب غیاث الدین ابو الحسین علی سے وہ اپنے چچا خطیب رکن الدین ابو بکر محمد ابن عبد الکریم سے

وہ اپنے والد خطیب تاج الدین ابو القاسم عبد الکریم سے

وہ اپنے چچا خطیب ابو حامد احمد سے وہ خطیب عماد الدین ابو نصر محمود سے وہ اپنے چچا خطیب رکن الدین ابو بکر محمد سے، وہ شیخ الشیوخ آفاق مرشد السالکین صاحب ولایت الشیخ المرشد ابو اسحاق ابراھیم ابن شہریار گازرونی سے آپ ابو علی حسین ابن محمد

الفیروزآبادی الآکار وھومن ابی عبداللہ محمد بن الخفیف وھومن الشیخ مومل بن محمد علی البنای وھومن الشیخ ابی سعدان وھومن السید الطائفہ ابی القاسم الجنید البغدادی وھو من خالہ السری السقطی وھومن معروف الکرخی وھومن الامام علی موسی الرضا وھومن ابیہ الامام موسی الکاظم وھو من ابیہ الامام جعفر الصادق وھومن ابیہ الامام محمد الباقر وھومن ابیہ الامام علی زین العابدین وھومن ابیہ اشرف الشھداء ومحبوب خیر الانبیاء الامام ابی عبداللہ الحسین وھومن ابیہ اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجھہٗ وھومن خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد ن الامین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم وھومن امر ذی النور المبین بواسطۃ الروح الامین۔

فیروزآبادی آکار سے وہ ابوعبداللہ محمد بن خفیف سے وہ شیخ مومل ابن محمد علی البنا سے وہ شیخ ابوسعدان سے وہ سید الطائفہ ابو القاسم جنید بغدادی سے وہ اپنے ماموں سری سقطی سے وہ معروف کرخی سے وہ امام علی موسیٰ رضا سے وہ اپنے والد امام موسیٰ کاظم سے وہ اپنے والد امام جعفر صادق سے وہ اپنے والد امام محمد باقر سے وہ اپنے والد علی زین العابدین سے وہ اپنے والد اشرف الشھداء محبوب خیر الانبیاء امام ابوعبداللہ حسین سے وہ اپنے والد اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ سے آپ خاتم النبیین رسول رب العالمین شفیع المذنبین محمد امین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم سے اور آپؐ نے نور مبین کے حکم سے بواسطۂ روح امین خرقہ پہنایا ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم



تین محبوب چیزیں

دربار رسالت میں علمی اور شرعی موضوعات کی توضیح و تفسیر کے ساتھ ساتھ کبھی کبھی حضور اکرمؐ اور صحابۂ کرام کے مابین انتہائی شیریں، دلچسپ اور پُرلطف گفتگو ہوا کرتی تھی، چنانچہ ایکمرتبہ حضور اکرم اور خلفائے اربعہ کے درمیان موضوع سخن یہ رہا کہ ہر ایک نے کائنات میں سے اپنی اپنی محبوب چیزوں کا اظہار فرمایا۔ تمام کی پسندیدہ چیزیں ایسی نفیس، عمدہ اور شائستہ ہیں کہ جن کی تحصیل ملت اسلامی کے ہر فرد کے لئے مایۂ صد افتخار ہے۔ اس طویل گفتگو کو، "حدیث ثلث" کے نام سے موسوم کیا گیا ہے۔ علامہ ابن حجرؒ نے اپنی کتاب "منبہات" میں اس کو نقل فرمایا ہے ۔۔۔۔ امید ہے کہ تین محبوب چیزوں کا مطالعہ قارئین اللطیف کے لئے لطف و انبساط اور پیغام ہدایت کا باعث ہوگا۔

نیازمند بشیر الحق

حضور اکرمؐ اور صحابۂ کرام کی مبارک و مسعود مجلس قائم ہو چکی تھی اور اس قدر سادگی کے ساتھ، کہ آپ اور اصحاب کرام ایک ہی فرش پر ایسے مل بیٹھے تھے کہ گویا حضور اکرم اپنے لئے کسی بھی امتیازی مقام اور نشست اور ظاہری تکلفات اور اسباب زیبائش و آرائش سے بے نیاز ہیں۔ اور تمام صحابہ ایک ہی خاندان کے افراد کی طرح باہم قریب شانہ بشانہ ملائے ہوئے بیٹھے تھے۔ تمام کی گردنیں جھکی ہوی تھیں۔ کوئی بلند آواز سے بات نہیں کرتا تھا۔ اگر کسی کو حضور اکرمؐ سے کچھ پوچھنا بھی ہوتا تو انتہائی ادب و احترام کے ساتھ پست آواز میں بات چیت کرتا تھا۔ ساری مجلس پر حضورؐ کا رعب اور جلال ایسا چھایا ہوا تھا کہ کوئی آپ سے آنکھ ملا کر بات نہیں کرتا تھا۔ ساری مجلس میں ایک پرسکون و مسرت آگین فضا قائم تھی۔ اچانک زبانِ نبوت کو جنبش ہوی۔ ساری مجلس سراپا گوش بنی۔

حبب الی من دنیاکم ثلث۔ الطیب والنساء وجعلت قرة عینی فی الصلوٰة۔

تمہاری اس وسیع و عریض کائنات میں مجھے تین ہی چیزیں پسند آئیں۔ ایک خوشبو۔ دوسری بیویاں اور تیسری نماز، جس میں میری آنکھوں کیلئے ٹھنڈک ہے۔

حضور اکرمؐ نے جب اپنی پسندیدہ چیزوں کی نشان دہی فرمائی تو حضرت ابوبکرؓ کے قلب پر بھی اظہارِ خیال کی تمنا

جاگ اٹھی۔ اور آپ نے بھی حضور رسالت مآب سے اجازت طلب فرمائی۔ کہ مجھے بھی اپنی خواہش کی چیزوں کو بیان کرنے کا موقعہ عنایت فرمایئے۔ حضورؐ نے اجازت مرحمت فرمائی تو صدیق اکبر مؤدبانہ انداز میں پہلے حضورؐ کی کہی ہوئی باتوں کی تصدیق کی اور عرض کیا۔ خدا کے رسولؐ مجھے بھی اس دنیا میں صرف تین چیزیں محبوب ہیں۔

النظر الی وجہ الرسول۔ انفاق مالی علی الرسول، وان یکون ابنتی تحت الرسول

ہمیشہ سرکار کے جمال مبارک کے دیدار سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کرنا۔ اور اپنا تن من دھن سب کچھ سرکار پر قربان کر دینا اور میری دختر حضرت عائشہؓ سرکار کے عقد میں رہنا۔

حضرت ابوبکرؓ نے اپنی حسین آرزوؤں کا اظہار انتہائی خوش اسلوبی سے فرمایا۔ اس کے بعد حضرت فاروقؓ نے کچھ عرض کرنے کی اجازت طلب فرمائی۔ سرکار نے آپ کو بھی کہنے کی اجازت دی، پہلے حضرت فاروق نے خلیفۂ اوّل کی گفتگو پر اظہار تحسین فرمایا اور عرض کیا، خدا کی بنائی ہوئی اس دنیا میں مجھے بھی تین ہی باتیں پسند آئیں۔ الامر بالمعروف۔ والنھی عن المنکر والثوب الخلق۔

ہمیشہ اچھائی کا حکم دیتے رہنا اور برائی سے منع کرتے رہنا اور سیدھا سادہ معمولی لباس استعمال کرنا۔

حضرت عمرؓ نے جوں ہی بات مکمل کی تو حضرت عثمانؓ نے عرض کیا، اے عمر! تم نے سچ کہا: مجھے بھی گلزار ہست و بود سے تین ہی باتیں پسند ہیں۔

اشباع الجیعان، وکسوۃ العریان۔ و تلاوۃ القرآن۔ بھوکوں کو کھانا کھلانا، ننگوں کو کپڑا پہنانا۔ اور ہمیشہ قرآن کریم کی تلاوت کرتے رہنا۔

آخر میں خلیفۂ چہارم نے فرمایا، اے عثمان تم نے سچ فرمایا۔ مجھے بھی دنیا کے اندر تین کام پسند ہیں:- الخدمت للضیف، والصوم فی الصیف، والضرب بالسیف۔

گھر آئے مہمان کی خدمت کرنا اور موسم گرما میں خدا کے لئے روزہ رکھنا اور راہِ خدا میں جہاد کرنا۔

چاروں صحابۂ کرام نے اپنی پسندیدہ چیزوں کا اظہار فرمایا۔ ساری مجلس میں خاموشی چھائی ہوئی تھی ابھی کچھ دیر گذرنے نہ پائی تھی کہ حضرت جبرئیل نے دربار رسالت میں حاضری کی اجازت چاہی، اور حضور رسالت مآب سے عرض کیا۔ خدا نے آپ اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، اور حضرت علی کے درمیان ہونے والی گفتگو کو پسند فرمایا اور مجھے آپ کے پاس یہ کہلا بھیجا ہے کہ آپ مجھ سے بھی یہ دریافت فرمائیں کہ اگر میں بھی دنیا کا رہنے والا ہوتا تو میری کیا پسندیدہ چیزیں ہوتی تھیں۔

حضور اکرمؐ نے جب یہ بات سنی تو ارشاد فرمایا،

ہاں جبرئیل! آپ بتائیے اگر آپ بھی اس دنیا کے رہنے والے ہوتے تو تمہیں کیا چیزیں محبوب نظر آتیں۔

حضرت جبرئیلؑ نے عرض کیا:-

ارشاد الضالین، وموانسۃ الغرباً القانتین۔ ومعاونۃ اهل العیال المعسرین۔

راہ گم کردہ لوگوں کی ہدایت کرنا بمسافرین کی دلجوئی کرنا۔ اور غریب کثیر العیال خاندانوں کی مدد کرنا۔

حضرت جبرئیل نے اپنی پسندیدہ چیزوں کو بیان کرنے کے بعد حضور اکرمؐ سے مخاطب ہو کر عرض کیا اے محمدؐ! اللہ تعالیٰ کو بھی اپنے بندوں کی تین چیزیں پسند ہیں۔ بندہ اپنی استطاعت کے موافق اس کی راہ میں خرچ کرنا۔ اور اپنے گناہوں پر اشک ندامت بہانا۔ اور مصیبت کے وقت صبر کرنا۔

خدا کی پسندیدہ چیزوں پر ہی مجلس اختتام پذیر ہوئی۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

۲۸۶
۹۲

تذکرہ

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رح

از افضل العلماء مولوی محمد انوار اللہ سر قاضی قادری لطیفی استاذ دار العلوم لطیفیہ
و گورنمنٹ قاضی ضلع شمالی آرکاٹ مکان حضرت قطب ویلور

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد ملت اسلامیہ کی حفاظت اور اسکی ترویج واشاعت اور تبلیغ کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ نے صالح علماء کا ایک لامتناہی سلسلہ قائم کیا جو تاریخ اسلام کے ہر دور میں طاغوتی اور خرافاتی قوتوں کا قلع قمع کرتے رہے۔ ابوداؤد کی حدیث ہے ان اللہ یبعث لہذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لھا دینھا اللہ تبارک وتعالیٰ ہر صدی میں ایک مجدد کو مبعوث فرماتا رہے گا۔ تاکہ ملت کی نگہداشت ہو سکے۔ اسی بشارت کے تحت ہجرت کی گیارہویں صدی میں دہلی کے اندر ایک مجدد پیدا ہوا۔ جس نے دین کے اندر ایک نئی سپرٹ اور طاقت پیدا کی جسکو آج دنیائے اسلام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے نام سے یاد کرتی ہے۔

ولادت

آپ چار شوال ۱۱۱۴ھ روز چہارشنبہ مطابق ۱۷۰۳ء بوقت طلوع آفتاب دہلی میں پیدا ہوئے۔ آپ کی ولادت سے پہلے آپ کے والد ماجد کو ایک ہونہار بلند اقبال لڑکا پیدا ہونے کی متعدد بار بے شمار بشارتیں ہوتی رہیں۔ حضرت شیخ عبدالرحیم کی بیوی کی عمر ۶۰ سال کی ہو چکی تھی۔ اور اس عمر تک انہیں کوئی اولاد نہ ہوئی کیونکہ وہ سن یاس کو پہنچ چکی تھیں۔ اس لئے آپ نے شیخ ابوالرضا محمد صاحب کی صاحبزادی سے دوسرا عقد کیا۔ اس نیک سیرت خاتون کے بطن سے آپ پیدا ہوئے۔ آپ کے علاوہ اور دو فرزند شاہ اہل اللہ اور شاہ حبیب اللہ بھی ہیں۔ اس طرح سے وہ بشارت پوری ہوئی۔ حضرت شیخ عبدالرحیم کے علاوہ بھی بعض بزرگوں کو آپ کے متعلق بہت سی بشارتیں ہوئیں۔ غالباً انہی بشارتوں کی بنا پر آپ کا نام ولی اللہ مشہور ہوا۔

نام و نسب

نام احمد کنیت ابوالفیاض عرف ولی اللہ ہے۔ بشارتی نام قطب الدین اور تاریخی نام عظیم الدین مشہور ہے۔ آپ کے والد ماجد شاہ شیخ عبدالرحیم ابوالفیض ہیں جو اپنے دور کے جید عالم اور پہنچے ہوئے صوفی تھے۔

آپ کو اپنے ہم عصر علماء میں نہایت بلند و ممتاز مقام حاصل تھا۔ آپ دور عالمگیر میں درس و تدریس اور سلوک و عرفان کے مسند پہ فائز تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عالمگیرؒ نے فتاویٰ عالمگیر پہ نظر ثانی کرنے کے لئے آپ کو منتخب فرمایا تھا۔ آپ کا سلسلۂ نسب والد ماجد کی جانب سے خلیفۂ دوم حضرت فاروق اعظم عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ تک اور والدۂ محترمہ کی جانب سے حضرت امام موسیٰ کاظم رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔

تعلیم و تربیت

آپ پانچ سال کی عمر میں داخل مکتب ہوئے اور ساتویں سال قرآن مجید ختم کر لیا۔ اور اسی سال آپ کے والد ماجد نے نماز روزہ وغیرہ شروع کرایا۔ اور فارسی کی درسی کتاب پڑھائی اور ایک ہی سال میں فارسی کی تعلیم مکمل کرا دی پھر صرف و نحو کی طرف توجہ دی، حتیٰ کہ دس برس کی عمر میں شرح ملا جامی ختم ہو گئی۔ اس طرح مختصر سے عرصہ میں فراغت پائی۔ آپ کی تعلیم و تربیت والد بزرگوار ہی کے زیر سایہ ہوئی۔ علم حدیث، علم فقہ، اصول فقہ، علم کلام، علم تصوف، علم الحقائق، علم المعانی اور فلسفہ و ہیئت اور فصاحت وغیرہ سے بہرہ ور ہو گئے۔ اس طرح پندرہ سال کی عمر میں تمام متداولہ درسی علوم کی تکمیل کر لی اور طب و حکمت، ہندسہ و حساب بھی بڑے ذوق و شوق سے سیکھا۔ اس طرح چھوٹی سی عمر میں ہی ارباب فضل و کمال کے زمرہ میں شامل ہو گئے۔

عقد نکاح

شاہ احمد صاحب کی عمر جب چودہ سال کی ہوئی تو شادی کے اسباب مہیا ہوئے اور آپ کے والد ماجد نے انتہائی عجلت سے کام لینا شروع کیا۔ مگر سسرال والوں نے اتنی جلدی عقد کرنے سے عذر پیش کیا۔ مگر آپ نے پیغام بھیجا کہ یہ جلدی بے وجہ نہیں ہے۔ اسکی حکمت و مصلحت و حقیقت بعد میں عیاں ہو گئی۔ چنانچہ شاہ عبدالرحیم کے اصرار پہ سسرال والوں نے قبول کر لیا اور اسی سال شادی ہو گئی۔ اسکے چند ہی دنوں بعد وہ حقیقت ظاہر ہوئی یعنی اول شاہ احمد صاحب کی خوش دامن صاحبہ کا انتقال ہوا۔ اسکے چند روز بعد آپ کے ماموں شیخ فخر عالم اور اس کے بعد آپ کی سوتیلی ماں یکے بعد دیگرے کچھ کچھ وقفہ کے بعد رحلت کر گئے۔ ان صدمات اور مختلف امراض و ضعف کی بنا پر آپ کے والد ماجد بھی بہت سخت علیل ہو گئے۔

بیعت و دستار بندی اور اسکی اجازت

آپ جب پندرہ سال کی عمر میں مروجہ نصاب تعلیم مکمل کیا تو اسی سال اپنے والد بزرگوار کے دست اقدس پہ بیعت کی۔ انہوں نے آپ کو علوم باطنی کی طرف مبذول فرمایا اور انہی کی نگرانی میں اشغال صوفیہ میں شامل کروایا۔ اسی طرح آپ کی طریقۂ نقشبندیہ پر خاص تربیت ہونے لگی۔ چونکہ آپ نے اسی سال فراغت پائی تھی والد ماجد نے ایک بڑے پیمانہ پر تقریب منائی، اور

اس میں خواص و عوام کی ایک شاندار دعوت کی، اور دستار بندی کی رسم کے ساتھ ساتھ آپ نے خلافت سے بھی نوازا۔ تین سال کے عرصہ میں مجدد ملت نے علوم باطنی میں بھی کمال پیدا کر لیا، پھر آپ کی عمر کے سترھویں سال آپ کے والدِ بزرگوار سخت بیمار رہے اور اسی حالتِ مرض میں آپ کو بیعت وارشاد کی اجازت دیدی ۱۱۳۱ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

درس وتدریس

والدِ ماجد کے انتقال کے بعد ۱۱۳۱ھ مطابق ۱۷۱۹ء میں مستقل طور پر مسند درس وارشاد پر جلوہ افروز ہوئے اور درس وتدریس کا سلسلہ اپنے خاص انداز میں شروع فرمایا۔ آپ کے علم وفضل اور کمالات ظاہری وباطنی کا شہرہ دور دور تک پہنچ چکا تھا۔ ہر طرف سے تشنگان علوم جوق در جوق آتے اور زانوئے ادب تہہ کرتے اور اپنی علمی پیاس بجھاتے۔ تقریباً بارہ سال تک آپ کتب دینیہ اور معقولات کے درس دینے میں مشغول رہے۔ آپ رات دن انتہائی تحقیق وانہماک اور استغراق کے ساتھ مطالعۂ کتب میں مشغول رہتے اور درس وتدریس فرماتے رہتے۔ جو بھی وقت ملتا اسے غنیمت جان کر کتابوں کے مطالعہ میں صرف کرتے تاکہ اسکی حقیقت کو پہچان سکیں۔

فیوض حرمین

اگرچہ کہ آپ درس وتدریس و معارف کے مسند نشیں تھے، چونکہ آپ کو علمی تحقیق کا نہایت شوق تھا۔ اسی شوق نے حجاز کا سفر کرنے پر آمادہ کیا۔ تاکہ وہاں کے کامل ترین اساتذہ کی صحبت اور اعلیٰ علمی کتابوں کے مطالعہ سے اپنی تحقیقی بصیرت وذہانت اور قابلیت میں اضافہ کر لیں۔ اس اہم ارادہ کے تحت آپ ۱۱۴۳ھ مطابق ۱۷۳۱ء کے اواخر میں حج بیت اللہ کے لئے روانہ ہوئے۔ موجودہ دور نہایت ترقی یافتہ دور ہے اور ہر قسم کی سفری سہولتیں فراہم ہیں مگر اس زمانہ میں ذرائع حمل ونقل کی قلت تھی۔ خصوصاً راستوں کے غیر محفوظ ہونے کی وجہ سے سفر کرنا بہت مشکل تھا مگر اس کے باوجود زیارت حرمین شریفین کے شوق اور علم وتحقیق کی لگن سے سرشار ہو کر ان تمام خطرات ومصائب کو برداشت کرتے ہوئے حجاز روانہ ہو گئے اور سب سے پہلے مکہ معظمہ پہنچے اور حج کی ادائیگی کے بعد اسی سال مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ تقریباً ایک سال تک عالم اسلامی کے مشہور ومعروف علمائے عظام ومشائخین کرام سے علوم ظاہری وباطنی کا اکتساب کیا۔

ہندوستان میں آپ نے پہلے پہل شیخ محمد فضل خان المعروف حاجی سیالکوٹی سے درس حدیث لیا۔ پھر مدینہ منورہ پہنچ کر شیخ ابو محمد طاہر محمد بن ابراہیم کردی مدنی سے سند حدیث حاصل کی۔ شیخ ابو طاہر آپ کو بہت زیادہ چاہتے تھے اور اکثر فرمایا کرتے تھے کہ ولی اللہ الفاظ کی سند مجھ سے لیتے ہیں اور میں معنی کی سند ان سے لیتا ہوں۔ شیخ طاہر کے علاوہ آپ نے

شیخ وفداللہ بن شیخ سلیمان مغربی کو موطا امام مالک بروایت یحییٰ بن یحییٰ اول سے آخر تک سنائی اور ان سے ان کی تمام مرویات کی اجازت لی و نیز تاج الدین قلعی حنفی مفتی مکہ معظمہ کی خدمتِ عالی میں حاضر ہو کر صحیح بخاری کی سماعت کے علاوہ صحاح ستہ کے بعض مشکل مقامات کی بھی سماعت کی اور مزید انہی سے کتاب الآثار امام محمدؒ و مسند دارمی موطا امام مالک بروایت محمدؒ کی بھی سماعت کی۔ حضرت تاج الدین قلعی حنفی مفتی مکہ معظمہ نے آپ کی علمی قابلیت اور ذوق و شوق کا لحاظ فرمایا۔ خصوصیت کے ساتھ آپ کو تحریری اجازت نامہ عنایت فرمایا۔

حضرت شیخ ابوطاہر مدنی صرف علم ظاہری ہی کے حامل نہ تھے بلکہ علوم باطنی و معارف میں بھی ان کا پلا بھاری تھا۔ شیخ موصوف نے تمام خرقِ صوفیہ کا جامع خرقہ بھی اسی بابرکت سفر میں آپ کو عنایت کیا۔ الغرض چند سالوں کی کاوشوں میں مجتہدانہ کمال پیدا کر لیا اور پھر ۱۱۴۳ھ میں دوبارہ حج کیا اور ۱۱۴۵ھ کے اوائل میں وطن کا رخ کیا۔ آپ کو راستے میں پورے چھ مہینے لگ گئے۔ پھر رجب المرجب ۱۱۴۵ھ روز جمعہ بفضل تعالیٰ صحیح سلامت وطن مالوف دہلی پہنچے، تو شہر کے اکثر و بیشتر لوگ اور مشاہیر علماء و فضلائنے آپ کا شاندار استقبال کیا۔

اس وقت ہند کی عام حالت

حضرت اورنگ زیبؒ کی زندگی تک ہندوستان کی حالت بہتر تھی۔ شاہ احمد کی ولادت عالمگیر کی وفات کے چار سال قبل ہوئی تھی۔ اور اورنگ زیب کے بعد جو ہند میں طوائف الملوکی پھیلی ہوئی تھی اس سے ہر شخص کچھ نہ کچھ ضرور واقف ہے۔ شاہ ولی اللہؒ کو تمام عمر میں دس سلاطین دہلی میں دیکھنے کا اتفاق ہوا۔

۱) اورنگ زیب ۲) بہادر شاہ اول
۳) معز الدین جہاندار شاہ (۴) فرخ سیر
۵) رفیع الدرجات ۶) رفیع الدولہ
۷) محمد شاہ رنگیلا (۸) احمد شاہ
۹) عالمگیر ثانی ۱۰) شاہ عالم ثانی۔

ان بادشاہوں کے دورِ حکومت میں ہندوستان کو جن خونی واقعات اور لرزہ خیز حوادثات و انقلابات سے دوچار ہونا پڑا وہ نصف النہار کی طرح تاریخی صفحات پر درج ہیں۔ مرہٹوں کی بغاوت اور ان کا عروج، سکھوں کا خونی فتنہ، نادر شاہ کی یلغار اور دہلی میں قتل عام اور غارت گری۔ الغرض سارا ملک عجیب و غریب بے کلی و بے چینی میں مبتلا تھا۔ مغلیہ حکومت کا شیرازہ بکھر رہا تھا۔ ہر طرف بدامنی و بدنظمی کا طوفان برپا تھا۔ ادھر امراء و سلاطین اپنی رنگ رلیوں میں مصروف تھے تو ادھر عوام الناس کی اخلاقی حالت حد درجہ گری ہوئی تھی۔ حتیٰ کہ بدعقیدگی و بدعملی کے تمام جرائم ان میں پیدا ہو چکے تھے۔ قسم ہا قسم کے اوہام و شکوک میں ہر کوئی مبتلا ہو کر بدعات و محدثات کو دین سمجھ کر اپنا رہا تھا۔ امت مسلمہ خدا تعالیٰ سے

دور بہت دور ہوتی جارہی تھی اور شریعت مصطفوی کا کوئی پابند نہ تھا۔ فرائض و عبادات سے زیادہ خود ساختہ بدعات و جدید طریقوں کی پابندی لازمی بنالی گئی تھی، اس پر طرہ یہ کہ قرآن کریم زینت طاق بن گیا تھا۔ یہ صرف چند خاص مواقع پر مثلاً ثواب بخشنے اور حلف اٹھانے وغیرہ کے کام آتا تھا۔ اگرچہ کہ قرآن پاک غور و فکر کے گہرے مطالعہ کی مسلسل دعوت دے رہا ہے، مگر اس میں غور و فکر کرنا باعث گمراہی و ضلالت تصور کیا جاتا تھا۔ اسلام کے تمام شعائر و آداب ختم ہو گئے تھے۔ اسکی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ نفس پرست علماء و مشائخین ہی نے غیر اسلامی رسم و رواج کو فروغ دیا۔ صرف اتنا ہی نہیں کہ خود بھی اس پر گامزن تھے، جاہ و حشم کے لئے سلاطین کے آستانوں پر سر خم کرنے اور ان کے حاضر باش درباری بننے میں انتہائی فخر محسوس کرنے قوم کے رہنماؤں کے حال بد ہی کے نتیجہ میں مسلمانوں نے ایام جاہلیت کے تمام افعال شنیعہ کو اپنایا۔ ایسے شدید اغلاط کے دور میں شاہ ولی اللہ دہلوی نے جس عزم و استقلال و اولوالعزمی و عالی ہمتی اور اپنی مجددانہ قابلیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے جس انداز فکر سے امت محمدیہ کی اصلاح کی ہے ان ہی کا حق تھا۔

حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ ہی وہ پہلے بزرگ ہیں جنہوں نے ساڑھے گیارہ سو سال کے بعد سرزمین ہند میں قرآن حکیم کا زبان فارسی میں ترجمہ کیا۔ اور ۱۱۵۲ھ میں اسکی تکمیل ہوئی۔ اس کے ایک ہی سال بعد اسکی تدریس عمل میں آئی یعنی ۱۱۵۲ھ میں ترجمۂ قرآن مجید کی بنیاد پڑی اور آپ کے فرزند بلند اقبال شاہ رفیع الدینؒ نے قرآن کریم کا لفظی ترجمہ اردو میں کیا اور آپ کے دوسرے ہونہار فرزند ارجمند شاہ عبدالقادر نے بامحاورہ اردو میں ترجمہ لکھا۔ قرآن شریف کے ترجمہ کی ابتداء آپ ہی سے ہوئی۔ اگر بغور دیکھا جائے تو یہ امت محمدیہ پر آپ کا بہت بڑا احسان ہے۔ باوجود اس احسان عظیم کے اس زمانہ کے علماء نے اس کی سخت مخالفت کی۔ چاہئے تو تھا کہ آپ کی ہمت افزائی کرتے، اور اپنا پر خلوص تعاون پیش کرتے۔ مگر ہوا یہ کہ انہوں نے عوام میں آپ کے خلاف ایک زبردست شورش برپا کردی کہ یہ شخص لوگوں میں گمراہی پھیلانا چاہتا ہے، تاکہ لوگ قرآن شریف کا ترجمہ پڑھ کر بھٹک جائیں۔ اس عالم نے دین میں ایک زبردست بدعت کی بنیاد ڈالی ہے جس کی مثال سلف صالحین میں کہیں نہیں ملتی۔ اس پر اکتفا نہ کرتے ہوئے یہ بھی مشہور کردیا کہ ایسا مجرم اور بدعت شنیعہ کا مرتکب واجب القتل ہے اور اس پر طرہ طرازی یہ ہوئی کہ آپ کو قتل کردینے کی ناپاک سازش کی گئی۔ حتیٰ کہ جب آپ مسجد فتحپوری سے بعد نماز عصر باہر نکلے تو چند غنڈوں نے آپ کو گھیر لیا۔ مگر اللہ تعالیٰ کا کرم کہ آپ کسی طرح بچ کر نکل گئے۔ اس قسم کا بدبختانہ و ظالمانہ برتاؤ نفس پرست

علماء کا رہا مگر قوم بہت جلد آپ کی مجددانہ حقیقت اور بے لوث خدمات کی معترف ہوگئی۔

آپ کا منصب اور خود فہمی

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اسلام کے ان جلیل القدر علماء میں سے ہیں جو ظاہری و باطنی علوم کے کمالات میں یکتا تھے اور جن کی شہرت و جلالت علمی کا چرچا دنیا کے چپہ چپہ میں پھیلا ہوا تھا۔

صدیق حسن خان اتحاف النبلاء میں آپ کے متعلق لکھتے ہیں، انصاف یہی ہے کہ اگر آپ کا وجود گذشتہ زمانہ میں (صدر اول) ہوتا تو تمام مجتہدوں کے پیشوا اور مقتدا مانے جاتے بلکہ ان کے سرتاج بنائے جاتے اور امام الائمہ کا گراں قدر خطاب پاتے۔

آپ کے علمی و ذہنی کمالات اس تعریف و توصیف کے لائق ہیں، اور آج بھی امت مسلمہ آپ کو حکیم الامت، اور مجدد ملت کے القاب مستطاب سے یاد کرتی ہے اور انشاء اللہ رہتی دنیا تک آپ کو ہرگز فراموش نہیں کریگی۔

مرزاں محمد جان فرماتے ہیں کہ "حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی طریقۂ جدیدہ بیاں نمودہ اند در تحقیق اسرار معارف و غوامض علوم طرز خاص دارند بایں بر ہمہ علوم و کمالات از علمائے ربانی اند مثل ایشاں در محققان صوفیہ کہ جامع اند در علم ظاہر و باطن نو بیاں کردہ اند چند کس کہ گذشتند باشند۔

مولانا فخر الدین فخر جہاں دہلوی اپنے رسالہ فخر الحسن میں اس طرح رقمطراز ہیں کہ: شیخ صاحب المقامات العالیہ والکرامات الجلیلہ ولی اللہ المحدث سلمہ اللہ تعالیٰ والفاہ اور مولانا شاہ محمد عاشق پھلتی مقدمہ خیر کثیر میں اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہیں و دریں مقام سنی ذات مجمع آیات مطلع فیض و انوار منبع علوم و اسرار و مخزن کنوز کمالات وراثت محمدیہ معدن نقود، رموز و وصایت احمدیہ مجدد قواعد شریعت مقنن قوانین طریقت مبین، غوامض معرفت، محقق حقائق طریقت اعظم المحدثین ولی العصر لسان اللہ قطب الدین احمد ابو الفیاض شیخ ولی اللہ ست مد اللہ ظلال ارشد علی العالمین الی یوم الدین کما ھو ثابت عند اھل المعرفۃ والیقین۔

اپنی عظمت و جلالت کا آپ کو بھی احساس تھا، اسی احساس نے آپ میں جذبۂ خود اعتمادی اور بے نیازی بڑھا دیا تھا، چنانچہ اپنی عظمت کا اظہار بطور تحدیث نعمت آپ نے متعدد جگہ فرمایا ہے جن میں سے چند اقتباسات بطور نمونہ کے حاضر خدمت ہیں۔

"مجھ پر اللہ تعالیٰ کے خاص احسانات میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے مجھے اس دور آخر کا ناطق اور حکیم اور قائد و زعیم بنایا اور یہ میں فخر یہ نہیں کہتا۔ (تفہیمات) میرے ذہن میں ڈالا گیا کہ میں لوگوں تک یہ حقیقت پہنچا دوں کہ یہ زمانہ تیرا زمانہ ہے اور یہ وقت تیرا وقت ہے۔ افسوس اس پر کہ جو تیرے

جھنڈے کے نیچے نہ ہو۔ (تفہیمات) مجھ کو رب نے سمجھایا کہ ہم نے تم کو اس طریقہ کا امام بنا دیا حقیقت قرب تک پہنچنے کے تمام راستوں کو بند کر کے صرف ایک راستہ کھلا رکھا ہے اور وہ تمہاری محبت اور اطاعت کا راستہ ہے۔ جو شخص تمہارا دشمن ہے، اس کے لئے آسمان آسمان نہیں، زمین زمین، نہیں۔ پس تمام اہل مشرق و مغرب تمہاری رعیت ہیں اور تم ان کے بادشاہ۔ اس سے غرض نہیں کہ یہ لوگ جانتے ہیں یا نہیں۔ اگر جانتے ہیں، تو کامیاب ہونگے ورنہ نقصان اٹھائیں گے (تفہیمات)۔ خدا تعالیٰ نے اس وقت میرے قلب میں "میزان" پیدا کر دی جسکی وجہ سے میں ہر اس اختلاف کا سبب پہچان لیتا ہوں جو امت محمدیہ میں واقع ہوا اور اس کو بھی پہچان لیتا ہوں جو خدا اور اسکے رسول کے نزدیک حق ہے اور خدا نے مجھ کو یہ بھی قدرت دی ہے کہ امر حق کو دلائل عقلیہ و نقلیہ سے ثابت کر دوں کہ اسمیں کسی قسم کا شبہ اور اشکال باقی نہ رہے۔ (حجۃ اللہ البالغہ) جب میرا دورہ حکمت یعنی علم اسرار دین پورا ہو گیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے خلعت مجددیت پہنائی۔ پس میں نے مسائل اختلافی میں جمع و تطبیق کو معلوم کر لیا۔ (تفہیمات)"

اس قسم کے اکثر و بیشتر اقوال آپ کی تصانیف میں ملتے ہیں خصوصًا تفہیمات میں ایسے ارشادات بکثرت پائے جاتے ہیں۔

اولاد

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے پیچھے چار یادگار ہونہار بیٹے چھوڑے ہیں: ۱) شاہ عبد العزیز ۲) شاہ رفیع الدین ۳) شاہ عبد القادر (۴) شاہ عبد الغنی۔ ان میں سے ہر ایک آسمان علم و ادب کے روشن ستارے تھے۔ نواب صدیق حسن خان قنوجی اپنی کتاب اتحاف النبلاء میں اس علم پرور خاندان کی تعریف و توصیف اس طرح بیان فرماتے ہیں۔ "ہر ایک از ایشاں بے نظیر وقت و فرید دہر و جید عصیر در علم و عمل و عقل و فہم و قوت تقریر و فصاحت تحریر و تقویٰ و دیانت و امانت و مراتب ولایت بود، و ہمچنیں اولاد او و اولاد ایں سلسلہ از طلائے ناب است"۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے بے شمار شاگرد ہیں۔ آپ کے شاگردوں کا حلقہ بہت وسیع ہے۔ ملک کے اطراف و اکناف سے صدہا طلبۃ العلوم آتے، اور آپ سے مستفید ہوتے۔ حتیٰ کہ بیرون ہند سے بھی منتہی طلبائ مزید فیض کمالات ظاہری و باطنی کے لئے آیا کرتے، اور مستفیض ہو کر اطمینان قلبی کے ساتھ واپس ہوتے۔ حضرت محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے اپنی گراں مایہ زندگی کو درس و تدریس، تصنیف و تالیف، رشد و ہدایت، تحقیق و تطبیق اور تعمیری بے باکانہ و بے لوث تنقید و خدمت خلق کے لئے وقف کر دیا تھا تا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی خوشنودی اور رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی رضا جوئی حاصل ہو جائے اور جس مقصد کے لئے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔

اس مقصد اعلیٰ کی تکمیل ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ
نے جس خاص حکمت و طریقۂ تعلیم سے امت مسلمہ کی اصلاح
فرمائی اور یہ رہتی دنیا تک آپ کو خراج تحسین پیش کرتی رہیگی۔

تصانیف

آپ کی تصانیف بے شمار ہیں بعض مورخین
سَو اور بعض مورخین دو سَو سے زائد بیان
کرتے ہیں۔ لیکن مصنف حیاتِ ولیؒ نے ان کی تعداد اکاون (۵۱)
بتائی ہے۔ پھر یہی مصنف آگے چل کر بیان کرتے ہیں کہ آپ
کی تالیف کے سلسلے میں اور بھی بہت سی کتابیں ہیں۔

حیرت انگیز واقعہ یہ ہے کہ حضرت مجدد ملت محدث
دہلوی علیہ الرحمہ صرف اٹھائیس برس کی مختصر سی مدت میں
تفسیر قرآن، حدیث، فقہ، سیرت، تصوف، فلسفہ، تاریخ
سیاسیات، اقتصادیات وغیرہ ان تمام اہم موضوعات
پر اس پُر آشوب و پُر فتن دور میں نہایت حسن و خوبی کے
ساتھ قلمبند کیا، یہ آپ کی منزلتِ علمی اور کمال فن کا ایک
واضح اور بیّن ثبوت ہے۔

آپ کی مشہور متداول تصانیف قارئین اللطیف
کی معلومات میں اضافہ کی خاطر پیش کرنے سے پہلے آپ کا
واقعہ ملاحظہ ہو۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے
ہیں کہ میں ایکروز نماز عصر کے بعد خدائے قدوس کی طرف
متوجہ ہو کر بیٹھا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح
مبارک نے ظہور فرمایا اور اوپر سے کسی چیز نے مجھے یوں
ڈھانپ لیا جیسے کوئی کپڑا مجھ پر ڈالا گیا ہو۔ اس وقت
میں نے ایک ایسا نور دیکھا جو ہر آن و ہر لحظہ میں وسیع تر ہوتا
جا رہا ہے۔ پھر کچھ زمانے کے بعد میرے پروردگار نے مجھے
الہام فرمایا کہ قلم قدرت میرے لئے یہ لکھ چکا ہے کہ میں اس
امر اہم کے لئے کسی نہ کسی دن اٹھوں اور میں نے دیکھا، کہ
ساری زمین اپنے رب کے نور سے منور ہو گئی ہے اور اسکی
روشن شعاعیں مشرق سے مغرب تک دنیا کو منور کر رہی
ہیں اور شریعت مصطفویہ اس زمانے میں براہین واستدلال
کے جامہ میں ظاہر ہو کر دنیا کو روشن اور پُر نور کر رہی ہے۔
پھر میں نے دیکھا کہ مکہ معظمہ میں ہوں۔ حضرت امام حسن
اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما خواب میں آئے اور انہوں نے
مجھے ایک قلم عطا کیا اور فرمایا، یہ ہمارے نانا جان حضرت
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا قلم ہے۔ اس خواب کی بنا
میں نے اپنے دل میں ہمیشہ یہ سوچا رہا کہ میں اس فن میں
اسی کتاب (حجۃ اللہ البالغہ) لکھوں جو مبتدی کے لئے
راہنمائی کا کام دے اور منتہی کے لئے غور و فکر کا ذریعہ ہو۔

آیئے! آپ کی تصانیف پر ایک طائرانہ نظر
ڈالیں۔ فتح الرحمٰن فی ترجمۃ القرآن۔ یہ قرآن
مجید کا فارسی ترجمہ ہے، اور تاریخ اسلام میں سب سے اول
بہترین ترجمہ ہے۔ اس کی چند اہم خصوصیات پر صاحب
مترجم نے خود مقدمہ فتح الرحمٰن میں روشنی ڈالی ہے۔

الفوز الکبیر اصول التفسیر یہ فارسی زبان میں
اصول تفسیر پر مختصر لیکن جامع رسالہ ہے۔

فتح الخبیر بما لا بد من حفظہ علم التفسیر
عربی زبان میں آیاتِ قرآن کی تمام ماثورہ تفاسیر کا ایک

جامع نمونہ ہے تاویل الاحادیث فی رموز قصص الانبیاء یہ کتاب عربی زبان میں ہے المسوی من الموطا عربی زبان میں مؤطا امام مالک کی شرح ہے۔ اس میں آپ نے احادیث کو اپنے مذاق کے موافق نئی ترتیب سے مدون کیا ہے۔ شرح تراجم ابواب البخاری۔ اس رسالہ میں آپ نے امام بخاری کے قائم کردہ عنوانات وابواب کی تشریح وتوجیہہ بیان فرمائی ہے حجۃ اللہ البالغہ اس کتاب کو بجا طور پر آپ کی تصنیفی شاہکار کہا جاسکتا ہے۔ نواب صدیق حسن خاں قنوجی اپنی کتاب اتحاف النبلاء میں تحریر فرماتے ہیں، کہ یہ کتاب علم حدیث میں نہیں ہے لیکن اس میں بہت ساری احادیث کی کافی شرح کی گئی ہے اور ان کے حکم واسرار بیان کئے گئے ہیں اور یہ کتاب اپنے فن میں بالکل یکتا ہے۔ بارہ سو سال ہجری کے اندر علمائے عرب وعجم سے کسی نے ایسی کتاب نہیں لکھی۔

جناب مولانا محترم حضرت سید شاہ ابوالحسن علی ندوی صاحب دام فیضہ ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ اس کتاب کے متعلق اپنے خیالات کو اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ "شاہ صاحب کی یہ مایۂ ناز تصنیف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ان معجزات میں سے ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امتیوں کے ہاتھ ظاہر ہوئے اور جن سے اپنے وقت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اعجاز نمایاں اور اللہ کی حجت تمام ہوئی۔

اس میں کلام نہیں کہ یہ ایک عظیم مصنف کی معرکۃ الآراتصنیف ہے اور یہ ہند ومصر سے متعدد بار شائع ہوچکی ہے۔ اور یہ دارالعلوم لطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز کی درسیات میں شامل ہے۔

البدور البازغہ اس دقیق کتاب میں فلسفہ اور تصوف کے حقائق ومعارف بیان کئے گئے ہیں۔

ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء، حجۃ اللہ البالغہ کے بعد یہ آپ کی دوسری معرکۃ الآراتصنیف ہے۔ اس میں آپ نے خلفائے راشدین کی خلافت کو قرآن مجید احادیث، تفسیر، تاریخ وغیرہ سے دلائل وبراہین دے کر حق کو ثابت کیا ہے۔ اور شیعہ وسنی کے باہمی اختلافات کو نہایت عدل وانصاف سے حل کیا ہے۔ مولانا عبدالحی فرنگی محلی فرماتے ہیں کہ اس موضوع پہ پورے اسلامی لٹریچر میں ایسی کتاب موجود نہیں۔

التفہیمات الالٰہیہ اس میں زیادہ تر تصوف وسلوک کے متعلق مقالات ہیں۔

الخیر الکثیر یہ بھی تصوف اور علم اسرار وحقائق میں ایک اعلیٰ درجہ کی کتاب ہے۔

فیوض الحرمین قیام حرمین کے دوران جو فیوض وبرکات بصورت خواب یا القاء آپ کو حاصل ہوئے ان ہی کا مجموعہ ہے۔

الانصاف فی بیان سبب الاختلاف

اس رسالہ میں احکام شرعیہ کے متعلق صحابہ، تابعین اور ائمہ مجتہدین کے باہمی اختلافات کے اسباب اور اسکی

تاریخ بیان کی ہے عقد الجید فی بیان احکام الاجتہاد والتقلید اس عربی رسالہ میں آپ نے اجتہاد اور تقلید کے مسئلہ پر نہایت محققانہ و منصفانہ بحث کی ہے۔

البلاغ المبین یہ رد شرک و بدعت، اور دعوتِ توحید کے بیان میں ہے، اور خالص فارسی زبان میں لکھی گئی ہے۔

قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین، تفضل شیخین (امام ابویوسف و امام محمد) کے متعلق ہے۔ زبان فارسی میں نہایت عمدہ کتاب ہے۔ انسان العین فی مشائخ الحرمین حرمین میں جن شیوخ و اساتذہ سے اکتساب فیض کیا ہے اس رسالہ میں ان ہی کے حالات درج ہیں۔

الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین اس رسالہ میں بشارتوں کا بیان ہے اور یہ عربی زبان میں ہے۔

القول الجمیل تصوف، وظائف و اذکار، اور طریقت کے چاروں سلاسل کے بیان میں مختصر سی کتاب عربی میں ہے۔ الطاف القدس یہ بھی تصوف پر مبنی ہے۔ زبان فارسی میں تلمبند ہے۔

ھمعات یہ بھی تصوف کے متعلق ہے۔

سرور المحزون فی ترجمۃ نور العیون۔ نور العیون کا ترجمہ ہے جو سرور المحزون کے نام سے فارسی میں کیا گیا ہے۔ مکتوبات المعارف مع مکاتیب ثلاثہ ایک چھوٹا سا رسالہ ہے جس میں آپ کے بعض خاص مکاتیب شامل ہے۔

الجزء اللطیف فی ترجمۃ النصیحہ والوصیہ یہ فارسی زبان میں ایک مختصر وصیت نامہ ہے۔

اطیب النغم عربی میں آپ کے رموز و گداز سے معمور نعتیہ قصائد کا مجموعہ ہے۔ چھل حدیث اس رسالہ میں آپ نے وہ احادیث جمع کر دی ہیں جو اسلام کے بنیادی اصول سے متعلق ہیں۔

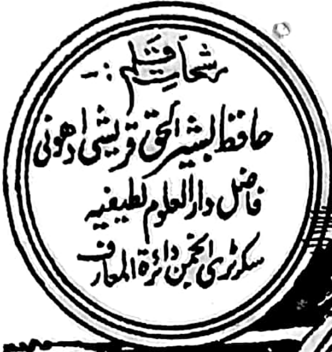
وفات

ہندوستان کے ماضی و حال کا جائزہ لیں اور تاریخ کا مطالعہ کریں تو یہ بات ہم پر نصف النہار کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ شیعہ سنی فتنہ ہر دور میں کچھ نہ کچھ وقفہ کے بعد سر اٹھاتا رہا ہے اور بعض اوقات تو نازک حالات و خطرناک موڑ اختیار کر جاتے اور علمائے ربانیین کے ساتھ ظالمانہ سلوک ہوتا رہا۔ اسی طرح حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے آخری عمر میں دہلی پر متعصب کٹر شیعہ نجف علیخاں کا تسلط ہو گیا تھا۔ یہ مغل درباری کا آخری امیر تھا۔ اس کے دور میں یہ فتنہ سر اٹھایا کہ حالات نہایت پیچیدہ ہو گئے، تو علمائے ضو نے ان خطرناک حالات کو ختم کرنے کی کوشش کی تو اس نے بہت سے علمائے حق کو دردناک سزائیں دیں۔ امیر شاہ خاں "امیر الروایات" میں لکھتے ہیں کہ اس نے حضرت شاہ ولی اللہ کے پہنچے اتروا کر ہاتھ بیکار کر دئے تھے تاکہ وہ کوئی کتاب یا مضمون تحریر نہ کر سکیں۔ آپ اکسٹھ سال کی عمر میں ۲۹ محرم الحرام ۱۱۷۶ھ م ۱۷۶۳ء بوقت ظہر انتقال ہوا۔

او بود امام اعظم دین
۱۱۷۶ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

سوغاتِ خلوص



بخدمت حضرات اسلاف اکابر، وارثین مکارم و مفاخر، مربیان کرام دار العلوم لطیفیہ

مکانِ حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز۔

تقدس مآب اعلیحضرت مولانا مولوی ابو النصر قطب الدین سید شاہ محمد باقر صاحب قادری مدظلہ العالی

دامت برکاتہ العالیہ سجادہ نشین خانقاہ حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز

عزت مآب حضرت محترم عالیجناب مولانا ابو صالح عماد الدین سید شاہ محمد ناصر صاحب قادری مدظلہ العالی

مہتمم کتب خانہ دار العلوم لطیفیہ و دار الاقامہ

فضیلت مآب حضرت اقدس عالیجناب مولانا ابو الحسن صدر الدین سید شاہ محمد طاہر صاحب قادری زید مجدہ

ناظم دار العلوم لطیفیہ و صدرِ انجمن دائرۃ المعارف

خالق کائنات کی بیش بہا نعمتوں اور رحمتوں میں سب سے عظیم ترین نعمت علم ہے جو بنی نوع انسان کے لئے طرۂ امتیاز و مایۂ صد افتخار ہے۔ یہی وہ علم ہے جو عالم انسانیت کے لئے سرچشمۂ حیات، زندگی وحیات کے سفر میں سالارِ قافلہ، قوموں کے عروج کا محرم راز، گمراہی وضلالت کی اتھاہ تاریکیوں میں روشنی کا مینار، نجاتِ اُخروی وحیات سرمدی کا ضامن، فطرت کی نیرنگیوں اور کائنات کے اسرار و رموز کی تفسیر ہے۔ اسکی ان ہی کرشمہ سازیوں کا مشاہدہ کرتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو علم کی طرف بے انتہا توجہ دلائی کہ یہ گراں بہا گوہر نایاب زمین کے جس قطعہ اور گوشہ میں میسر آسکے اس کو اپنی ہی کھوئی ہوی

متاعِ عزیز کی طرح حاصل کرو۔ آنحضرت ؐ کی اس انمول نصیحت و ہدایت پر عملی پہلو کا نتیجہ تھا کہ قرونِ اوّل میں ایشیائی ممالک ہی نہیں بلکہ ساری دنیا کی قیادت و سیادت کی باگ ڈور مسلمانوں کے ہاتھ میں رہی اور کرۂ ارض پہ ایک قوت اور طاقت کا معیار بنے رہے۔ ان کی تحقیقاتِ علمی کا شہرہ اس قدر عام ہو چکا تھا کہ یورپ و امریکہ سے طلباء اسلامی یونیورسٹیوں کی طرف کھنچے چلے آتے رہے اور عربی دنیا کی واحد اور بین الاقوامی زبان کی حیثیت اختیار کر گئی تھی ـــــ یہ ساری رحمت و برکت کا راز صرف علم و فن میں مضمر تھا۔

لیکن آج ہر ملک میں اسلامی زندگی جس نازک دور سے گذر رہی ہے یہ کسی سے مخفی نہیں مسلمانوں کا علمی و عملی اور معاشرتی کردار ضعف کا شکار ہوتا جا رہا ہے۔ ایسے نازک حالات میں ہندوستان کے اندر مسلمانوں کی مذہبی زندگی کے خدوخال میں علمی و عملی حسن پیدا کرنے میں اسلامی درسگاہیں جو رول ادا کر رہی ہیں، وہ صدہا قابلِ تحسین و آفرین ہے۔

ہماری عربی درسگاہیں بادی النظر میں اسلامی تعلیم و تربیت کا مرکز دکھائی دیتی ہیں، لیکن درحقیقت اسلام کے لئے مضبوط اور مستحکم قلعہ ہیں اور تاریخ شاہد ہے کہ جب کبھی کفر و شرک اور الحاد و لادینیت کے ایوان متزلزل ہوئے تو اسی بحر کی موجوں کا فیض رہا ہے اور رہیگا ؎

اسی دریا سے اٹھتی ہے وہ موج تند جولاں بھی
نہنگوں کے نشیمن جس سے ہوتے ہیں تہ و بالا

معزز حضرات! آج جس دارالعلوم کے وسیع و عریض اور خوشنما ہال میں جمع ہوئے ہیں اس کے وجود کی شمع فروزاں ہوئے ڈھائی سو سال بیت چکے اور اس کی بنیاد ایسے نازک ماحول میں پڑی جبکہ مطلع جنوب پر اسلامی تعلیمات کی شعاعیں مضمحل ہو چکی تھیں اور ہر سو کفر و ضلالت، فسق و فجور، بدعات و خرافات کی تخریب خیز آندھیاں چل رہی تھیں۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اسکی گود سے ایسے ایسے مردانِ باصفا جنم لئے، جنہوں نے اپنی زبان اور قلم کی مدد سے روح فرسا ماحول کی کلائی موڑ دی۔ چنانچہ اس سلسلہ میں حضرت قطبِ ویلور اور آپ کے خلفاء کے کارنامے جنوبی ہند میں اسلامی تاریخ کا ایک سنہرا باب ہے۔ الحمد للہ موجودہ سرپرست حضرات بھی اپنی حسن تدبیر اور فکری کاوشوں سے اس دارالعلوم کی انفرادیت اور اس کی خالص دینی حمیت کو برقرار رکھے ہوئے ہیں۔

حضراتِ سرپرست!

اس دارالعلوم کے ساتھ آپ کے مقدس خاندان کے اکابرین کی مساعی جمیلہ اور توجہاتِ عظیمہ اس کی ناقابلِ فراموش خدمات کا ایک روشن پہلو ہے۔ بقول علامہ شیخ عبدالقادر جیلانی رض (تفقہ ثم اعتزل) قرآن و حدیث کے مطالعہ کے بعد تزکیۂ نفس، تطہیرِ قلب اور تصفیۂ باطن کی تعلیم، شریعتِ اسلامیہ کا ایک بنیادی عنصر تھا۔ جس کے پیشِ نظر آپ کے جدِ امجد حضرت مولانا رکن الدین سید شاہ ابوالحسن قربی رحمۃ اللہ علیہ نے دارالعلوم کے ساتھ ایک خانقاہ تعمیر فرمائی تاکہ علمِ شریعت کے ساتھ تصوف کو بھی ملحق کیا جائے۔ اور سچ کہئے تو یہی آپ کا چمنستان علم حضرت امام مالکؒ کے اس نظریہ کو عملی رنگ دے رہا ہے من تفقہ ولم یتصوف فقد تفسق و من تصوف ولم یتفقہ فقد تزندق ومن جمع بینھما فقد تحقق، جس نے صرف علمِ شریعت حاصل کیا اور تصوف سے نابلد اور ناآشنا رہا وہ فاسق ہوگیا۔ اور جس نے صرف تصوف اپنا لیا اور شریعت سے ناواقف رہا تو وہ زندیق ہوگیا۔ اور وہی شخص محقق اور کامیاب و کامران رہا جس نے علمِ شریعت اور علمِ تصوف دونوں کو حاصل کیا۔

آج وہ لمحات کتنے کیف آور و سرور آگین ثابت ہو رہے ہیں جن میں میرے والد ماجد عالیجناب مولانا الحاج محمد نور صاحب قریشی اشرفی مدظلہٗ نے میری علمی پرورش و پرداخت کے لئے دارالعلوم لطیفیہ کا انتخاب فرمایا۔ مقامِ صد شکر کہ آج ان کا خواب شرمندۂ تعبیر ہو چکا۔ یہ میرے لئے بہت ہی سعادتمندی کی بات ہے کہ دارالعلوم کے اس جلسۂ دستاربندی و عباپوشی میں احقر کو مولوی فاضل کی سند سے نوازا گیا۔ اس پُرمسرت موقعہ پر میں اپنے مربیان کرام اور اساتذۂ کرام کی خدمات میں گلہائے خلوص و عقیدت اور ہدیۂ تشکر پیش کرتا ہوں۔ اس دن مجھے یہاں بہت سی خوشیاں اور شادمانیاں حاصل ہوئی ہیں، وہاں یہ احساس اضطراب کا باعث بن رہا ہے کہ آج کا دن مجھے اس ماحول سے جدا کر رہا ہے جہاں سے میں نے مذہب و ادب کو حاصل کیا۔ لیکن قلب و ذہن میں امید کی دنیا بسائے اپنی مادرِ علمی کی باہوں سے الگ ہو رہا ہوں کہ وہ اپنے اس فرزند کو کبھی فراموش نہ کرے گی۔ ... باغباں گلشن ترا آباد رہے۔

بارگاہِ خداوندی میں دست بدعا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آنحضرتؐ کے وسیلہ سے مجھے اور شعبۂ حفظ سے فارغ ہونے والے حافظ محمد اصغر ویلور کو مزید علمی پرواز عطا فرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔

بتاریخ ۱۰ شعبان المعظم سنہ ۱۳۹۶ھ مطابق ۲ اگست سنہ ۱۹۷۶ء روز شنبہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حیاتِ جاوداں



راہِ خدا میں بہت سی قربانیاں دی جاتی ہیں لیکن سب سے عظیم ترین قربانی وہ ہے جو ایک مردِ مومن اعلاءِ کلمۃ الحق کی خاطر اپنی عزیز ترین جان کو جان آفرین کے سپرد کر دے۔ اگر یہ جذبۂ جہاد کامل اخلاص اور پوری للّٰہیت کے ساتھ ہو تو اس کے لئے آخرت میں ایسی ایسی نعمتوں کا وعدہ کیا گیا ہے جو صرف ایک شہید ہی کا حصہ ہے اس سے بڑھ کر انعامِ الٰہی اور کیا چاہیئے اس کو حیاتِ جاودانی عطا کی گئی اور اس کی شان میں مردہ کا لفظ سننا بھی خالق کائنات نے پسند نہیں کیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اپنے کلام مقدس میں شہید کی فضیلت و عظمت کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون راہ خدا میں جو قتل کئے جاتے ہیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں اس کا شعور نہیں۔ اس آیت کے تحت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا شہدائے کرام کی روحیں ہرے پرندوں کے قالبوں میں ہیں۔ ان کے لئے عرش کے نیچے قندیلیں معلق رہتی ہیں۔

وہ پرندے جنت کی سیر کرتے رہتے ہیں۔ جہاں چاہیئے چلے جاتے ہیں پھر ان قندیلوں کی جانب چلے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے پوچھیگا کہ کیا تمہیں کسی چیز کی خواہش ہے۔ پرندے کہتے ہیں کہ ہمیں کیا چاہیئے ہم تو یہاں سیر کرتے ہیں جنت میں جہاں چاہیئے چلے جاتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر ہمیں کس چیز کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سے اس طرح تین مرتبہ پوچھیگا۔ جب وہ دیکھیں گے کہ سوال کئے بغیر کوئی چارہ نہیں ہے تو کہیں گے اے اللہ! ہماری یہ تمنا ہے کہ ہمارے جسموں میں روحوں کو لوٹا دیا جائے تاکہ ہم پھر تیرے لئے دوبارہ جہاد کرتے ہوئے قتل کئے جائیں۔ جب اللہ تعالیٰ یہ دیکھیگا کہ ان کو سوائے اس کے کوئی حاجت نہیں ہے تو ان کو اسی حالت میں چھوڑ دے گا۔

حضرت ابن عائذ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک آدمی کی نماز جنازہ کے لئے تشریف لے گئے۔ جب جنازہ حاضر کیا گیا تو حضرت عمر فاروق رضؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ اس شخص کی نماز نہ پڑھائیں کیونکہ یہ فاسق و فاجر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان الفاظ کو سن کر لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمائے کیا تم میں سے

کوئی اس کو عمل صالح کرتے ہوئے دیکھا ہے تو ایک صحابی
نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے اس کو ایک رات
اللہ کی راہ میں (سرحد) کی نگرانی کرتے ہوئے دیکھا ہے۔
یہ سن کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نماز جنازہ پڑھی
تدفین کے بعد آپ علیہ السلام نے فرمایا، تیرے ساتھی گمان
کرتے ہیں کہ تو اہل نار سے ہے، لیکن میں گواہی دیتا ہوں
کہ تو جنت والوں میں سے ہے۔ اس کے بعد آپؐ
نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ اے
عمر! تم سے لوگوں کے اعمال کے بارے میں نہیں پوچھا
جائے گا صرف ایک رات اسلامی سرحد کی حفاظت کرنے
پر یہ اجر و ثواب کہ حضور علیہ السلام نے اس کو جنت
کی بشارت دی۔ تو میدان جنگ میں شہید ہونے والوں
کے درجات و مراتب کا کوئی بھی اندازہ نہیں لگا سکتا۔
صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اللہ تعالیٰ کے نام کو
بلند کرنے کیلئے تن من دھن کی بازی لگا دیتے تھے۔
اور اپنے اہل و عیال کو اللہ کی راہ میں قربان کر دیتے
تھے۔ اسلامی تاریخ اس قسم کے روح پرور واقعات سے
بھری ہوئی ہے۔ اسلام میں سب سے پہلے شہادت پانے
والوں میں حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا ہیں جو حضرت
یاسرؓ کی بیوی اور حضرت عمارؓ کی والدہ ماجدہ تھیں۔
ایسے تو مکہ مکرمہ میں اسلام قبول کرنے جرم میں عام طور
پر کمزور اور بے سہارا لوگوں پر بے انتہا ظلم و ستم
ڈھائے گئے جن کے تذکروں سے آج بھی ہمارے
رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں لیکن بالخصوص حضرت
یاسرؓ کے گھر والوں پر کفار قریش نے بے حد ستم ڈھایا۔
حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا جن کی عمر کافی ڈھل چکی تھی جب
اسلام کی شمع روشن ہوئی، شوہر، بیوی، بیٹا تینوں
نے اسلام قبول کر لیا۔ - - - - - - - -

- - اسلام لانے کے جرم میں مغیرہ کے خاندان والوں
نے بے پناہ مظالم ڈھائے۔ انہیں لوہے کی زرہ پہنا کر
تپتی ہوئی ریت پر لٹا دیا جاتا۔ اس بے دردی سے پیٹا
جاتا کہ وہ بیہوش ہو جاتے۔ جب ہوش میں آئے تو زبان پر
یہی کلمات جاری ہوتے تھے۔ لا الٰہ الا اللہ محمد
رسول اللہ۔ ایک مرتبہ ایسی ہی سزا دی جا رہی تھی کہ حضور
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر اسی راہ سے ہوا۔ اس بڑھیا
کی تکلیف کو دیکھ کر فرمایا، یاسرؓ کے گھر والو، صبر کرو جنت
تمہارے انتظار میں ہے۔ ایک روز دن بھر تکلیفیں سہہ کر
شام کو اپنے گھر واپس ہو رہی تھیں، تو ابو جہل نے انہیں
گالیاں دینا شروع کیا۔ سب و شتم کے دوران اتنا آپے سے
باہر ہو گیا کہ ایک برچھی اٹھا کر حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا پر دے
مارا جس کی وجہ سے حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا جانبر نہ ہو سکیں،
اور اللہ کو پیاری ہو گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

تاریخ اسلام کی پہلی عظیم الشان جنگ وہ ہے
جو میدان کارزار بدر میں لڑی گئی۔ اس جنگ میں
مسلمانوں کی کل تعداد تین سو تیرا تھی۔ اسلحہ جات
اور سازوسامان کی تنگی کا یہ عالم کہ ایک ناقہ پہ تین

تین آدمی سوار تھے اور کفار قریش کی تعداد ایک ہزار تھی۔ ان کی فوج جنگی ساز و سامان سے لیس تھی لیکن یہ ظاہری شان اور قوت مسلمانوں کو پسپا نہ کر سکی۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ غزوۂ بدر اور احد میں اس قدر جذبۂ شہادت سے سرشار تھے کہ ان کے دونوں ہاتھوں میں تلواریں تھیں۔ شیر کی طرح لپک کر دشمنوں پر حملہ کر رہے تھے۔ اس دن تن تنہا حضرت حمزہ رضؓ نے تیس بڑے بہادر قریشیوں کو قتل کر دیا تھا۔ جنگ اُحد میں آپ نے بڑی بہادری دکھائی۔ قریش پہلے ہی سے بدر کا بدلہ لینے کے لئے آپ کے خون کے پیاسے تھے۔ جنگ بدر میں آپ نے جبیر بن مطعم کے چچا عتبہ کو قتل کیا تھا اس لئے جبیر تاک میں تھا۔ اپنے ایک غلام وحشی کو بدلہ لینے کے لئے تیار رکھا تھا اور یہ شرط لگائی تھی کہ اگر تو نے حضرت حمزہ رضؓ کو ہلاک کیا تو میں تجھے آزاد کر دوں گا۔ چنانچہ وہ وحشی پہاڑ کے عقب میں چھپ کر بیٹھ گیا۔ جس وقت حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ لڑتے لڑتے اس راہ سے گذرے تو وحشی نے ایک چھوٹے نیزے سے موقع پا کر آپ پر حملہ کیا، وہ نیزہ ناف کو چیرتے ہوئے پیٹ سے باہر ہو گیا۔ اور آپ کی روح پاک قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم شہیدوں کا معائنہ کیا۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو دیکھتے ہی بے ساختہ آپ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے: چچا جان! تم پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوں۔ اللہ کا حق ادا کرنے میں اپنی جان کو قربان کر دیا۔ اور مخلوق کا حق ادا کرنے میں بھی کوئی کمی نہیں کی۔

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی حالت جب حضرت صفیہ رضؓ کو معلوم ہوئی تو ارادہ کیا کہ اپنے مظلوم بھائی کا آخری دیدار کر لیا جائے لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خیال تھا کہ فطرتاً عورت کمزور دل ہوا کرتی ہے، کہیں بہن بھائی کا یہ حال دیکھ کر تاب نہ لا سکے اور میدان جنگ کہیں ماتم کدہ نہ بن جائے آپ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کو حضرت حمزہ رضؓ کے دیدار کی اجازت نہ دی۔ حضرت صفیہ رضؓ اس بات کو تاڑ گئیں، اپنے بیٹے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔ حضرت زبیر رضؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر اپنی ماں کی جانب سے اطمینان دلایا تو آپؐ نے دیکھنے کی اجازت دی۔ جب حضرت صفیہ رضؓ نے اپنے بھائی کو دیکھا تو بے اختیار ہو گئیں، آخر بہن تھیں۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جیسا بہادر نوجوان اور ہمدرد خدا کی زمین پر اس طرح پڑا تھا کہ ہر دیکھنے والے کا دل دہل جاتا تھا۔

احادیث شریفہ کے مطابق شہید نہ غسل کا محتاج ہوتا ہے نہ کفن کا، وہ اپنے خون میں نہائے ہوئے زخموں سے چور جسم کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے ملنے کی خواہش رکھتا ہے۔ لیکن حضرت حمزہ رضؓ کا پیٹ پھٹا ہوا تھا اور آنتیں باہر نکل پڑی تھیں اس لئے انہیں ایک چادر میں لپٹانے کا حکم دیا۔

آہ! وہ چادر ایسی تھی کہ سر ڈھانکا جاتا تو پیر کھل جاتے تھے اور پیر ڈھانکے جاتے تو سر کھل جاتا، یہ صورت دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ سر ڈھانک دیا جائے اور پیروں پر گھاس رکھ دی جائے، شہیدوں کے جنازے تیار ہو چکے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہیدان اسلام کا سردار لقب عطا فرمایا۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھائی اس کے بعد جو بھی لاش پیش کی جاتی آپ علیہ السلام اسے حضرت حمزہؓ کے پہلو میں رکھ کر نماز پڑھتے۔ اسطرح حضرت حمزہؓ پر بہتر مرتبہ نماز پڑھی گئی۔

صحابۂ کرام نے ارادہ کیا کہ مجاہدین اسلام کی لاشیں مدینہ منورہ لے جائیں اور وہیں ان کی تدفین ہو لیکن جو سرزمین ان عاشقان اسلام کی قربانیوں پہ گواہی دے رہی تھی وہی ان کی بہترین آرام گاہ تھی، اس لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جہاں ان کا خون بہا ہے وہیں ان کی تدفین ہوگی۔ ان ہی بہادروں میں سے حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ بھی ہیں جن کو فرشتوں نے غسل دیا تھا۔ اسی لئے آپ غسیل الملائکہ سے مشہور ہیں۔ حضرت حنظلہ رض حالتِ جنابت میں تھے۔ جنگ اُحد کے لئے تیاری کا حکم ہوا تو آپ یہ حکم پاتے ہی بالفور تیار ہوگئے۔ جہاد کے شوق میں انہیں حاجتِ غسل کا بھی خیال نہ رہا۔

صفیں ترتیب دے دی گئیں، مقابلہ شروع ہوا۔ اعلائے کلمۃ الحق کے جوش میں حضرت حنظلہ ہاتھوں میں تلوار لئے میدان جنگ میں کود پڑے۔ اس جنگ میں قریشی حملہ آوروں کا سردار ابوسفیان تھا۔ حضرت حنظلہ شیر کی طرح لپکے۔ ان کے مقابلہ سے ابوسفیان تاب نہ لاسکا اور بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ حنظلہ چاہتے تھے کہ ابوسفیان کو ہلاک کر دیں۔ اسی وقت ایک دشمن اسلام شداد نامی کی نگاہ آپ پر پڑی۔ اس نے اپنے سردار کو بیہوش دیکھ کر حضرت حنظلہ پر تلوار سے وار کیا، ضرب کاری تھی، جانبر نہ ہو سکے۔ دنیا سے رحلت کر گئے، ابوسفیان آپ کی وار سے بچ گیا اور پکار اٹھا حنظلہ کا بدلہ ہوگیا۔ یاد رہے کہ ابوسفیان کا ایک لڑکا تھا جس کا نام بھی حنظلہ تھا جو بدر کے میدان میں مارا گیا تھا۔ ابوسفیان نے اسی کیطرف اشارہ کیا۔ لڑائی ختم ہوگئی۔ شہیدوں کی لاشیں اکٹھا کی جانے لگیں۔ جب یہ پتہ چلا کہ آپ کی لاش غائب ہے، انصار میں ہل چل مچ گئی۔ اندیشہ اس بات کا تھا کہ کفار ان کی لاش لے گئے تو بے حرمتی کریں گے، اس لئے تلاش زوروں سے جاری تھی۔ اتنے میں حضورؐ کی ایک آواز سے انصار میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: حنظلہ حنظلہ جسے تم زمین پہ ڈھونڈھ رہے ہو وہ تو آسمان پہ ہیں۔ اور فرشتے ان کو غسل دے رہے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ حنظلہ کے گھر جاؤ، اور دریافت کرو کہ کیا بات ہے۔

چنانچہ صحابۂ کرام نے حضرت حنظلہؓ کے گھر پر حاضری دی۔ آپ کی بیوی نے سارا ماجرا ازاول تا آخر سنایا۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ٹھیک ہے یہ غسل جنابت کا ہی ہے جو حنظلہ کو آسمان پہ دیا جا رہا ہے۔

ایکمرتبہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارکہ میں ایک آدمی حاضر ہوا جو بدصورت اور کالا تھا۔ عرض کیا یا رسول اللہ! کیا میری بدصورتی مجھے بہشت میں جانے سے منع کرے گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' خدا کی قسم نہیں بشرطیکہ تو خدا سے ڈرتا رہے اور دین اسلام پہ تیرا پختہ یقین ہو۔ ان کلمات کو سننا ہی تھا کہ فرطِ مسرت سے بے ساختہ اس کی زبان سے کلمۂ شہادت اشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ جاری ہوگیا۔ یہ نیک بخت حضرت سعد اسود رضی اللہ عنہ تھے۔

ایکمرتبہ آپ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میری شادی کے پیغام میری بدصورتی کی وجہ سے کیوں واپس کیا جاتا ہے حالانکہ میں بنی سلم کے اچھے خاندان سے وابستہ ہوں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ شکایت سن کر کہا اچھا تم عمرو بن وہب کے گھر جاؤ وہاں سے کہو کہ اللہ کے رسول نے تمہاری بیٹی کے ساتھ میرا نکاح کر دیا ہے۔ چنانچہ آپ اسی طرح ان کے سامنے دہرایا تو وہ غضبناک ہوگئے اور سعد کو جھڑک دیا۔ عمرو کی بیٹی اندر یہ ساری گفتگو سن رہی تھیں۔

جب سعد واپس چلے گئے تو وہ فوراً باہر آئیں اور اپنے باپ سے متوجہ ہوکر کہا اے باپ! اگر اس شخص کے ساتھ رسول اللہ نے میرا نکاح کر دیا ہے تو میں اس بات پہ راضی ہوں' آپ خدا کے رسول کے حکم کو رد نہ کیجئے کہیں ایسا نہ ہو کہ وحی الٰہی ہمیں رسوا نہ کردے۔ باپ پہ بیٹی کی بات کا بڑا اثر ہوا' وہ فوراً حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کئے یا رسول اللہ! میں سمجھتا تھا کہ سعد شاید غلط بیانی سے کام لے رہے ہیں۔ میں معافی چاہتا ہوں اور آپ کو میں گواہ بناتا ہوں کہ میں اپنی لڑکی کا نکاح سعد کے ساتھ کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد کو حکم دیا کہ جاؤ اپنی بیوی کے ساتھ رہو۔

ایکروز سعد رضی اللہ عنہٗ مدینۂ منورہ کے بازار میں کھڑے بیوی کے لئے کوئی چیز خرید رہے تھے، کہ اچانک ایک منادی نے اعلان کیا کہ اے مجاہدو تیار ہو جاؤ جنت کی خوشخبری ہے۔ حضرت سعد نے جب جہاد کا اعلان سنا گھر کے لئے سامان خریدنے کی بجائے ایک تلوار اور ایک نیزہ خریدا' گھوڑے پر بیٹھے عمامہ سے اپنے چہرے کو ڈھانپ کر مجاہدین میں جاملے اور دشمنوں کی صفوں کو چیرتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔

یہ دیکھ کر لوگ حیرت میں پڑ گئے کہ کون ہے جو دشمنوں پر شیر کی طرح حملہ آور ہے۔ اچانک ان کے چہرے کی سیاہی پہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر مبارک پڑی'

تو آپ نے فرمایا تو سعد ہے۔ حضرت سعد بالآخر لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب ان کی لاش پر آئے تو فرطِ محبّت سے ان کا سر اپنے زانو پر لیا۔

حضرت سعد کے ساز و سامان اور گھوڑا حضور علیہ السلام نے سعد کی بیوی کو روانہ کر دیا۔ نیز فرمایا لڑکی والوں سے کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے سعد کو تمہاری لڑکی سے زیادہ خوبصورت لڑکی عطا کی ہے۔

مجاہدینِ اسلام کے ان سرفروشانہ کارناموں کو وقوع پذیر ہوئے چودہ سو سال ہو گئے۔ اس کے باوجود بھی ان کے تذکرے مسلمانوں کے دلوں میں ایک نیا جوش اور ولولہ پیدا کر دیتے ہیں۔ ان عظیم واقعات کا پڑھنے والا ایک نئی زندگی محسوس کرنے لگتا ہے۔

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم تمام مسلمانوں کو زندگی کے ہر میدان میں بے باکانہ مجاہدانہ زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

بجاہِ سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم

حضرت بلالؓ کی تین اذانیں
جن کو سن کر عرشِ الٰہی وجد میں آتا تھا

پیشکش: سید عیسیٰ قادری، عرف اشرف حیدرآبادی

آج سے پچیس سال قبل آستانہ میں امام الدین ابو محمد صاحب کا یہ مضمون شائع ہوا تھا جس کو اشرف صاحب نے حیدرآباد سے اللطیف کے لئے ارسال کیا ہے۔ امید ہے کہ حضرت بلال رضؓ کی تین اذانیں قارئین کرام کے ذہن و دل کو ایک کیف آور روحانی سرور بخشیں گے۔ — ادارہ

اُمّت میں بڑے بڑے عبّاد و زہّاد اور خدا رسیدہ بزرگوں نے اذانیں دی ہوں گی، لیکن جس کی اذاں پر عرش الٰہی کو وجد آتا تھا اور جس کو سن کر فرشتے نماز ادا کرتے تھے وہ مؤذن خاتم الرسلؐ حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت بلالؓ کو اذاں سے جو اُنست و وابستگی حاصل ہے وہ امت میں کسی کو نصیب نہیں ہے، لیکن حضرت بلالؓ کی بے شمار اذانوں میں بھی تین خاص حیثیت رکھتی ہیں۔ جن میں عجیب کیفیت و اثر تھا ——— !

پہلی اذان

حضرت بلالؓ کی جن اذانوں کا ہم تذکرہ کرنا چاہتے ہیں، ان میں سب سے پہلی اذان ایک اہم ترین تاریخی حیثیت رکھتی ہے۔

جس شہر مکہ سے حضرت سید المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم رات کی تاریکی میں صرف ایک رفیق صادق حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی معیت میں مدینہ طیبہ کو ہجرت فرما گئے تھے، جس حرم الٰہی پر الوداعی نگاہ ڈالتے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس آنکھوں سے اندوہ و غم کے آنسو ٹپک پڑے تھے، اسی مکہ میں حضورؐ فاتحانہ شان سے داخل ہو رہے ہیں شان و شکوہ کا یہ عالم ہے کہ دس ہزار مسلح جاں نثاروں کا لشکر جرّار ہمرکاب ہے اور راستہ کی آبادی کے بے شمار باشندے ان کے علاوہ پروانوں کی طرح شمع رسالت کو گھیرے موجود ہیں۔ —

سردار خوباں می رود، ہر سو ہجوم عاشقاں
جا بجا سواراں یکطرف، مسکیں گدایاں یکطرف

وہ کعبۃ اللہ جس میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے نماز ادا کرنے پر اہل مکہ نے ہنگامہ برپا کر دیا تھا، وہ کعبۃ اللہ جس میں قرآن مجید کی تلاوت کرنے پر حضرت صدیق اکبرؓ کے رخسار مقدس پر طمانچے پڑے تھے، وہ کعبۃ اللہ جو تین سو ساٹھ بتوں کا مسکن تھا، بتوں کی نجاست سے پاک کر دیا گیا اور اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو لے کر داخل ہوئے جن کو اہل مکہ صرف ایک حبشی غلام کی حیثیت سے جانتے تھے، اور جو اسی شہر میں اسلام کے عشق و محبت میں ناگفتنی طور پر ستائے اور ظلم و ستم بنائے گئے تھے، حرم محترم کی تطہیر کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ کو جمع کر کے ان کے سامنے ایک تاریخی خطبہ دیا جس میں یہ بھی ارشاد فرمایا کہ

اب جاہلیت کا غرور، اور نسب کا افتخار، خدا نے مٹا دیا۔ تمام لوگ آدم کی نسل سے ہیں اور آدم مٹی سے بنے تھے۔
اس خطبہ میں جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخاطب تھے، انہوں نے ۲۳ برس تک اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت وعداوت کا کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا تھا اور پیروان اسلام پر ناگفتہ بہ مظالم ڈھائے تھے، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عدیم النظیر رحمت وشفقت سے کام لے کر ان تمام لوگوں کو یکقلم معاف کر دیا تھا۔ اس کے بعد وقت آیا کہ کعبۃ اللہ میں پیغمبر اسلام اور صحابۂ کرام پہلا فریضۂ نماز ادا کریں اور سقف حرم سے اذاں کی صدا بلند کریں۔ یہ ایک نہایت اہم اور شاندار تاریخی موقع تھا۔ صحابۂ کرام میں بہت سے ایسے بزرگوار تھے جو اہل عرب کے خیال کے مطابق نسبی شرف ومجد کے مالک تھے۔ لیکن پیغمبر انہ اخوت ومساوات نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ شرف وامتیاز عطا فرمایا کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کعبۃ اللہ کی چھت پر چڑھ کر اللہ کی وحدانیت وکبریائی اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت وعبدیت کا اعلان فرمایا۔ ذرا اس حالت کا تصور کیجئے، جب ہر طرح کے ارباب جاہ وثروت اور اہل فضل وکمال کی موجودگی میں ایک حبشی زادہ، جو زندگی کا بڑا حصہ غلامی میں گذر چکا تھا سقف کعبہ پر چڑھ کر توحید ورسالت کی منادی کر رہا تھا۔
یہ ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم کا کتنا شاندار عملی مظاہرہ تھا۔ قریش مکہ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذاں سنی تو غیرت قومی سے بے چین ہو گئے اور آپس میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی شان میں بدزبانیاں کرنے لگے جس کی خبر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو طلب کر کے بازپرس کی تو چونکہ انہوں نے اپنی تنہا صحبت میں یہ باتیں کی تھیں، اس لئے اس رازدارانہ گفتگو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مطلع ہو جانے کو حضور علیہ السلام کا معجزہ سمجھا، اور حلقۂ اسلام میں داخل ہو گئے۔ شیخ عبد الحق محدث رحمۃ اللہ علیہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اس اذاں کے متعلق جوش وخروش کے ساتھ فرماتے ہیں یہ وقت بھی اپنے اندر نہایت لغمت وبزرگی رکھتا تھا جس کے دامان جلال تک دست ادراک کی رسائی ناممکن ہے اس وقت کی عظمت کی حقیقت کو حاملین عرش سے پوچھنا چاہئے کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اس اذاں کی آواز وہاں تک پہنچی تھی بلکہ اس سے بھی گذر گئی تھی۔ خداوند اس وقت کی طفیل میں ہمیں دین اسلام پر ثابت قدم رکھے اور کلمۂ اسلام کو بلند فرمائے۔

۲۔ دوسری اذان

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی دوسری اذاں بھی ایک عظیم الشان تاریخی واقعہ سے تعلق رکھتی ہے اور اثر کے لحاظ سے پہلی اذاں میں عظمت وجلالت تھی، دوسری اذاں میں تیرونشتر تھے جس کے تذکرہ سے عاشقان رسول ﷺ کے دل وجگر ٹکڑے ہو جاتے ہیں۔ اس واقعہ اذاں کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں جب تمام ملک شام فتح

فتح ہوگیا اور صرف بیت المقدس باقی رہ گیا جو اسلام کا سابق قبلہ اور عیسائیوں کا مرکز دین تھا تو اسلامی محاصرے کے بعد وہاں کے باشندوں نے سپہ سالار اعظم امین الامت حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ خلیفہ اسلام تشریف لائیں اور وہ اپنے دستِ مبارک سے معاہدۂ صلح مرتب فرمادیں تو ہم شہر کو ان کے حوالہ کردیں۔ چنانچہ اہالیان بیت المقدس کی درخواست کے مطابق حضرت فاروق اعظمؓ بیت المقدس تشریف لے گئے۔ اہل شہر کے لئے معاہدۂ صلح تحریر فرمایا۔ شہر مسلمانوں کے سپرد ہوگیا۔ ان مہمات سے فارغ ہونے کے بعد ایک روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کو جمع کیا اور حسب ذیل خطبہ ارشاد فرمایا:-

مسلمانو! خدا نے تم سے اپنا وعدہ ایفا کیا۔ دشمنوں پر تمہیں فتح عطا فرمائی۔ ملکوں کا وارث بنا دیا، تمہاری قوت زمین پر مضبوط کردی، لہٰذا اپنے پروردگار کا بدلہ تمہارے پاس شکر کے سوا کچھ نہیں ہونا چاہئے۔ خبردار دیکھو گناہوں میں مبتلا نہ ہونا، گناہوں میں آلودگی خدا کی نعمت کی ناشکری ہے اور جب کوئی قوم خدا کی ناشکری کرتی ہے اور اس سے تائب نہیں ہوتی تو خدا اس سے عزت و اقبال چھین لیتا ہے اور دشمنوں کو اس پر مسلط کردیتا ہے۔ اس مجمع میں حضرت بلالؓ بھی موجود تھے، اور حضرت صدیق اکبرؓ ہی کے عہد سے شوق جہاد میں شام چلے آئے تھے، اور حضرت عمرؓ کو حضرت بلالؓ سے خاص محبت و انسیت تھی۔ آپ نے حضرت بلالؓ سے فرمایا کہ بلالؓ! تم اللہ کی رحمت ہو، کیا تم ہمارے لئے اذان نہ دوگے۔

حضرت بلالؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا ایسا صدمہ ہوا تھا کہ اسی وقت سے آپ نے اذان دینی چھوڑ دی تھی۔ لیکن حضرت عمرؓ کی فرمائش کو رد نہ کرسکے۔ جواب دیا بخدا امیر المومنین میں عہد کرچکا تھا کہ رسول علیہ السلام کے بعد کسی کے کہنے سے اذان نہ دوں گا لیکن آج آپ کی تعمیل حکم کے لئے اذان دیتا ہوں۔ کیونکہ آپ اسی ایک نماز کی اذان کے لئے فرمارہے ہیں۔ چنانچہ حضرت بلالؓ اذان کہنے کے لئے کھڑے ہوئے۔ حضرت بلالؓ کے منہ سے اللہ اکبر اللہ اکبر نکلنا تھا کہ صحابۂ کرام کے جذبات میں قیامت برپا ہوگئی، انہیں حضرت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد مبارک یاد آگیا۔ حضرت بلالؓ کی اذان کا ہر فقرہ صحابہؓ کے دل و جگر کے ٹکڑے ٹکڑے کئے ڈالتا تھا لیکن جس وقت ان کی زبان مبارک سے ان کے لہجۂ خاص میں اشھد ان محمد رسول اللہ نکلا، صحابۂ کرام میں گریہ و بکا کا ہنگامہ برپا ہوگیا۔ حضرت بلالؓ اذان کہہ رہے تھے اور لوگ زار زار رو رہے تھے اور حضرت معاذ بن جبل کی تو روتے روتے ہچکی بندھ گئی تھی اور ان کی طبیعت کسی طرح قابو میں ہی نہیں آتی تھی۔ حضرت عمرؓ نے بڑی مشکل سے انہیں صبر دلایا۔

تیسری اذان

حضرت بلالؓ کی تیسری اذان بھی اپنے اندر سوز و گداز اور درد

اضطراب کا سامان رکھتی ہے۔ حضرت بلال رضؓ ملک شام کے قیام کے زمانہ میں خواب دیکھا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ بلال! ابھی وقت نہیں آیا کہ تم ہماری زیارت کے لئے حاضر ہو جاؤ۔ اس خواب نے عاشق صادق کو تڑپا دیا۔ بے تاًمل مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ اہل مدینہ کو حضرت بلال رضؓ کے آنے سے بہت خوشی ہوئی۔ اہل مدینہ بھی ایک زمانہ سے مؤذن رسولؐ کی اذاں سے محروم تھے۔ حضرت بلال رضؓ کو دیکھ کر کس کے دل میں موذن رسولؐ کی اذاں سننے کا شوق پیدا اور موجزن نہ ہوگا، لیکن ان سے کہتا کون؟۔ آخر حضرت حسنین رضی اللہ عنہما نے فرمائش کی۔

جگر گوشگان رسولؐ کی خواہش موذن رسولؐ کیسے رد کر سکتے تھے ان کو راضی ہونا پڑا۔ اہل مدینہ کو خبر ہو گئی کہ صبح کی اذان حضرت بلال رضؓ دیں گے۔ تمام مدینہ حضرت بلال رضؓ کی اذاں سننے کے لئے امنڈ پڑا۔ پردہ نشینان حرم تک حضرت بلال رضؓ کی اذاں سننے کے لئے گوش بر آواز تھیں۔ حضرت بلال رضؓ نے جس وقت بام مسجد پر چڑھ کر اذاں دینی شروع کی، اہل مدینہ کو حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد مبارک یاد آگیا اور زار و قطار رونے لگے اور جس وقت انہوں نے روضۂ منورہ کی جانب منہ کر کے اشہد ان محمدؐ رسول اللہ کہا تو خاتونان پردہ نشین بھی بے تاب ہو کر پردے سے نکل آئیں۔ لوگوں کی کرب و بکا کا یہ عالم تھا کہ گویا آج ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی ہے۔ حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما اور بھی زار زار رو رہے تھے۔ ان حضرات کی یہ حالت دیکھ کر صحابۂ کرام کے قلب و جگر کے اور بھی ٹکڑے ہوئے جاتے تھے۔

اس تیسری اذاں نے عاشقان رسولؐ کے دلوں پر ایک کیف آور سرور و انبساط بخشا جس میں محبوب خدا کی یاد تھی ان کی جدائی کا جان لیوا کرب تھا اور سارا مجمع حضرت بلال رضؓ کی اذاں سنتے ہوئے حضور اکرمؐ کی حسین و جمیل یادوں میں کھوئے ہوئے تھا اور دوسری طرف عاشق رسولؐ حضرت بلال رضؓ کو یاد محبوب نے اس قدر بے چین کر دیا کہ اعلان رسالت آخر الزماں پر ہی آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی اور ملت اسلامیہ ایسی اذاں سننے سے ہمیشہ کے لئے محروم ہو گئی جسکو سن کر عرش الٰہی وجد میں آتا تھا۔



ازجناب مولانا مولوی
محمد عبد العزیز صاحب
(رضوی مبارکپوری یوپی)
مدرس دار العلوم لطیفیہ
مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز

حسب سابق اس سال بھی چند احادیث کا مجموعہ اور ذخیرہ قلمبند کرکے مختصر توجیہ کیساتھ سپرد قلم کردیا تاکہ لوگوں کی ذہنی الجھنیں دُور ہوجائیں۔ اُمید کرتا ہوں کہ ایمان کی روشنی میں اس مجموعہ کو پڑھ کر خاکسار کے لئے دعائے خیر فرمائیں گے۔

حضرت ابی ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے بعض چیزوں کو فرض فرمائی تم اس کو ضائع مت کرو۔ اور بعض چیزوں کو حرام فرمائی، پس اس کو نہ توڑو، اور مبالغہ مت کرو اور کچھ حد بندی مقرر فرمائیں۔ پس ان حدوں سے تجاوز نہ کرے اور اس سے آگے نہ بڑھے، اور بعض چیزوں کو بیان کرنے سے سکوت فرمایا بغیر بھول کے اور اس کو بیان نہ کیا۔ پس اس کی کاوش نہ کرو، اور اس کے متعلق مت پوچھو۔

توجیہ بہت سے ایسے حوادثات اور نئے امور پائے جاتے ہیں جن کا ذکر قرآن وحدیث میں نہیں ملتا سکت عن اشیاء من غیر نسیان سے معلوم ہوگیا کہ حضور علیہ السلام نے اپنی امت کی سہولت کے پیش نظر نہیں بیان فرمایا کہ میری امت مشقت میں پڑجائیگی، وہ نئے امور جب بھی پائے جائیں گے اگر اصول شرعیہ کے خلاف نہ ہوں تو یقیناً وہ جائز ہی رہیں گے جب تک عدم جواز کی علت نہیں پائی جائے گی۔

روایت ہے حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ابتداءً دن میں ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آئی ایک جماعت ننگے بدن دھاری دار چادر اوڑھے ہوئے تھی۔ تلوار گردن میں لٹکائے ہوئے اکثر یا سب قبیلہ مضر سے ہے۔ پس چہرہ انور متغیر ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کو دیکھا فاقہ کی وجہ سے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں داخل ہوئے، پھر باہر تشریف لائے۔ پس حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اذاں کا حکم دیا پھر تکبیر پڑھی آنحضرت علیہ السلام نے نماز پڑھائی۔ پھر خطبہ دیا پس فرمایا اے لوگو اپنے پروردگار سے ڈرو کہ پیدا کیا تم کو ایک ذات سے (آخر تک)

بیشک اللہ تعالیٰ دیکھنے والا اور نگاہ رکھنے والا ہے، تمام احوال کا۔ صدقہ کرتا ہے ایک آدمی دینار، درہم کپڑا گیہوں، کھجور، حتیٰ کہ ایک آدمی انصار میں سے ایک تھیلی اتنی وزنی تھی کہ قریب ہے ہاتھ سے گر جائے، بلکہ اٹھا نہ سکا، پھر مسلسل لاتے رہے یہاں تک کہ دیکھا میں نے دو ڈھیری ہوگئی مختلف چیزوں سے، پھر دیکھا میں نے چہرۂ انور روشن ہوگیا۔ پس فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے، جو شخص اسلام میں کوئی اچھا طریقہ نکالے تو اس کے لئے اتنا ہی اجر ہے جتنا اس پر عمل کرنے والے کو ملیگا۔ بغیر اس کے کہ اس عامل کے ثواب میں کمی کئے اور جو شخص اسلام میں کوئی بُری راہ و روش پیدا کرے تو ہوگا اس پر گناہ اس کے مثل جو اس پر عمل کرے بغیر کم کئے اس کے گناہ سے (رواہ مسلم)

تشریح:- اس ارشاد نبوی کے موقع و محل اور واقعہ پر نظر کرتے ہوئے چند امور حاصل ہوتے ہیں۔ **اول** اس گروہ کی ناگفتہ حالت کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ کر بے قرار ہوگئے اور فوراً ان کی ہمدردی کی سبیل پیدا فرمائی کہ حضرت بلالؓ کو اذان دینے کا حکم صادر فرمایا۔ نماز فریضۂ الٰہی ہے۔ پہلے ادا فرمائی بعد فوراً تقریر و وعظ کے لئے کھڑے ہوگئے۔ لوگوں کو پہلے خشیتِ الٰہی اور خوفِ خداوندی و عذاب آخرت کا ذکر فرماتے ہوئے ان کے قلوب کو مسخر فرمالیا۔ تمام صحابہ اس ارشاد پر اس وقت جس چیز کی ضرورت تھی مہیا کردی۔ بالخصوص وہ صحابی جو قبیلۂ انصار سے تعلق رکھتے تھے اس قدر کثیر مال لے آئے کہ تنہا لانے سے عاجز ہو رہے تھے۔

ثانی قبیلہ مضر کے لوگ بارگاہ حبیب میں حاضر ہوئے تو چہرۂ انور متغیر ہوگیا، اس کی نوعیت کچھ اور تھی صحابہ کے اس ایثار و قربانی کو دیکھ کر چہرۂ مبارک کا رنگ کچھ اور ہی ہو گیا جس کو مذہبہ سے تشبیہ دی گئی۔ یہ ایک خاص کیفیت کا نام ہے۔ مقصود یہ ہے کہ روئے مبارک بالکل صاف و روشن ہوگیا۔ **ثالثاً** وہ مرد انصاری جو پہلے تھیلی لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا، اس خوبی کو دیکھ کر ارشاد فرمایا من سن فی الاسلام سنۃ حسنۃ الخ

اس فرمان سے معلوم ہوا کہ دین میں اگر کوئی عمدہ اور اچھا طریقہ ایجاد کرے اگرچہ قرون ثلثہ کے بعد ہی کیوں نہ ہو وہ دین ہی میں شمار ہوگا مثلاً قرآن پاک کی آیتوں پر اعراب لگانا، احادیث کا ذخیرہ کرنا۔ خطبہ میں حضرت عباس و حمزہ رضی اللہ عنہما کے نام پاک کا زیادہ کرنا تمام علمائے حقہ نے اس طریقہ کو پسند فرمایا۔ آج تک کسی نے انکار نہیں کیا۔ اور نہ بدعت کی آواز اٹھا کر اختلاف کیا۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے موجد اور اس کے عامل کو ثواب و اجر میں مساوات رکھی اور اس کے خلاف کے موجد کو وعید فرمائی۔

حضرت ابو رافع رضؓ سے روایت ہے، کہا ہدیہ کی گئی میرے واسطے بکری رکھا اس کو ہانڈی میں تاکہ پکاؤں

پس داخل ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، میرے
پاس اور فرمایا کیا ہے اے ابو رافعؓ۔ میں نے کہا ہدیہ کی
گئی ہمارے لئے بکری پس پکایا اس کو اس ہانڈی میں۔
حضور علیہ السلام نے فرمایا ایک دستہ ہم کو دو۔ میں نے
ایک نکال کر دیا۔ پھر فرمایا دوسرا دستہ دو۔ میں نے دوسرا بھی
دے دیا۔ پھر فرمایا اور دو۔ پس عرض کیا یا رسول اللہ
بکری کے دو ہی دستے ہوتے ہیں۔ پس فرمایا رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے آگاہ بیشک، تو اگر مجھے خاموش
دیتا برابر دیتا رہتا جب تک خاموش رہتا۔ پھر طلب فرمایا
پانی اور کلی کیا اور انگلی کے اطراف کو دھویا پھر کھڑے ہوئے
اور نماز پڑھی پھر واپس تشریف لائے ابو رافع کے گھر پھر
کھایا تھوڑا گوشت پھر مسجد میں تشریف لے گئے اور نماز
پڑھی، پانی نہیں چھوا۔

تشریح حضور علیہ السلام حضرت ابی رافعؓ کے گھر
تشریف لائے، کہیں کا صدقہ کا گوشت آیا تھا اس کو
ہانڈی میں رکھ کر پکا رہے تھے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا، یہ
کیا ہے رافع! عرض کیا صدقہ کا گوشت ہے، فرمایا مجھے اس کا
دستہ دو۔ رافع نے ایک نکال کر دیا، پھر فرمایا اور دو۔ دوسرا
بھی دے دیا، پھر فرمایا اور دو، عرض کرتے ہیں یا رسول اللہ
دو ہی دستے ہوتے ہیں۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا، اگر
تم خاموش میرے سوال پر دئے جاتے، ہر وقت دستہ
تمہارے ہاتھ آتا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ السلام
کا مقام بہت ہی بلند و بالا ہے جس کی حد نہیں۔

غور کیجئے کہ حضرت رافع نے عرض کی دو ہی دست ہوتے
ہیں بالکل حقیقت ہے مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
کی نگاہ مبارک کہاں پر ہے، کیا ہی پیارا فرمان کہ تم جب
بھی نکال لیتے تمہارے ہاتھ میں دستہ ہی ہوتا۔ رب تعالے
محبوب کی خواہش پر اس ہانڈی میں کس قدر دستے پیدا
فرما دیتا تھا جس قدر حضور علیہ السلام کی خواہش ہے۔ پھر
حضور علیہ السلام کو اپنے اوپر قیاس کرنا کیسی نادانی ہے۔
بالکل صاف مطلب ہے، جب تک حضور مانگتے رہتے ملتا رہتا،
اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ والے جو کہیں وہی کرے،
اس کے خلاف بولنا برکت کو ختم کر دیتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے، فرمایا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمان وہ شخص ہے کہ
دوسرے مسلمان اس کی زبان اور ہاتھ سے سلامت رہیں۔
مہاجر وہ ہے کہ اور چھوڑ دے اس کام کو جس سے اللہ
تعالیٰ منع فرماتا ہے۔

تشریح: یعنے زبان سے گالی نہ دے،
غیبت نہ کرے۔ نالائق بات نہ کہے، ہاتھ سے کسی کو نہ
مارے، رنج نہ پہنچائے، غصہ نہ کرے، زبان اور ہاتھ
کی تخصیص اس وجہ سے کی گئی کہ اکثر ایذا رسانی انہیں دو
عضو سے ہوتی ہے۔ انسان کے دل میں جو کچھ ہوتا ہے
زبان اس کو تعبیر کرتی ہے، زبان ہی سے برا بھلا بولتا
ہے، اور زیادہ تر ہاتھ ہی سے کام سرزد ہوتے ہیں۔ اسی

وجہ سے لفظ لسان مقدم فرمایا۔ اگر کوئی شخص تحریر کے ذریعہ تکلیف پہنچائے تو وہ بھی زبان کے حکم میں ہے۔ ہجرت کی دو قسم ہے۔ شرع میں دار الکفر سے دار السلام آنا اور فتنۂ دین سے بھاگنا اس کو ظاہری ہجرت کہتے ہیں۔ اور ہجرت باطنہ وہ ہے کہ مومن طبیعت سے باہر آنا اور جو کچھ نفس و شیطان خواہش کرے اس سے گریز کرنا اور بھاگنا یہ ہجرت باطنہ ہے۔ (تفصیل اشعۃ اللمعات)

حضرت ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے دونوں جانب ایک ٹھیک راستہ ہے اس میں دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ دروازہ پر پردہ لٹکا ہوا ہے، اور راستہ پر ایک بلانے والا ہے، کہتا ہے سیدھے راستے پر چلو، ٹیڑھے راستے پر ادھر ادھر نہ جاؤ، اور اس کے اوپر ایک دوسرا بلانے والا ہے۔ جب کوئی بندہ اس دروازہ کو اٹھانا چاہتا ہے تو کہنے والا کہتا ہے، افسوس تو مت کھول اس کو، بے شک اگر کھول لے گا گر پڑے گا۔ اور تکلیف میں پڑ جائے گا۔ پھر تفسیر فرمائی اس مثل کی۔ ارشاد فرمایا، صراط سے مراد دین اسلام ہے، ابواب سے مراد اللہ کے محارم ہیں۔ سوار مرخاہ سے مراد حد بندی ہے کہ اس سے تجاوز نہ کریں۔ داعی جو راستہ پر ہے وہ قرآن ہے۔

- - - - - - - ، اور وہ داعی جو اس سے اوپر ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے پند و نصائح ہیں، جو ہر مومن کے قلب میں ہے۔

تشریح: حضور علیہ السلام نے ہر مغلق لفظ کی تفسیر واضح فرمادی۔ کوئی خفا ہی نہ رہا۔ اس تفسیر سے ہم کو سبق ملا کہ دین اسلام قبول کر لینے کے بعد اللہ و رسولؐ کے ارشادات پر چلنا لازم و ضروری ہے۔ جو کام یا فعل کرے وہ پہلے حدود اللہ کو پیش نظر رکھے محض اپنے قیاس و گمان سے کچھ کریگا تو یقیناً حد سے تجاوز کر جائیگا۔

عذاب قبر سے متعلق بعض کا اختلاف ہے، وہ انکار کرتے ہیں، اکثر معتزلہ اور بعض روافض منکر ہیں۔ مگر آیات و احادیث پر نظر پڑتی ہے تو عذاب قبر کا ثبوت ملتا ہے۔ وہ بھی حدیثیں مشہور جو حد تواتر کو پہنچ گئی ہیں۔

عَذاب مشتق ہے عذب سے بمعنی ردع و منع کے، اس وجہ سے کہ منع کرتا ہے اور باز رکھتا ہے انسان کو مخالفت امر و نہی سے یا مشتق ہے عذاب سے بمعنی خس و خاشاک کے جو پانی میں گر پڑتے ہیں اس وجہ سے پانی مکدر و خراب ہو جاتا ہے۔ نیز آدمی کا اسلام منغص و مکدر ہو جاتا ہے، اس نسبت سے عذاب نام رکھا۔

قبر سے مراد عالم برزخ ہے کہ وہ واسطہ ہے درمیان دنیا و آخرت کا وہ گڈھا مراد نہیں ہے۔ اس وجہ سے کہ بہت سے مردے ایسے ہیں جن کو - - - - - - - - - - - جانور کھا جاتے ہیں اور کتنے آگ میں جل جاتے ہیں مگر وہ اجزاء اصل باقی رہتے ہیں، اول عمر سے آخر تک وہ باقی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت

کاملہ سے اس کو محفوظ رکھا ہے۔ روح کا تعلق انہیں اجزاً
سے رہتا ہے۔ اسی سے عذاب کرتا ہے اور نعمت دیتا ہے'
اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے' جیسے چاہے تصرف کرے'
لہٰذا چند حدیثیں بطور ثبوت سپرد قلم کرتا ہوں' تاکہ ایمان
اور زیادہ مستحکم ہو جائے اور مخالفین کے مکر سے بچ جائے۔

حضرت زید بن ثابت رضؓ سے روایت ہے کہ ہم لوگ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بنی نجار کے باغ میں تھے اور
حضور علیہ السلام اپنے مخصوص اونٹ پر سوار تھے۔ اچانک
اونٹ نے ٹھوکر کی۔ قریب ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سواری
سے گر پڑیں ناگاہ پانچ یا چھ قبریں ہیں۔ پس فرمایا کون اہل
قبر کو پہچانتا ہے۔ ایک آدمی نے کہا میں یا رسول اللہ۔ فرمایا کب
مرے ہیں۔ اس شخص نے کہا حالت شرک میں مرے ہیں۔
فرمایا یہ لوگ اپنی اپنی قبر میں عذاب دئے جا رہے ہیں۔ اگر خوف
نہ ہوتا جو میں دیکھ رہا ہوں کہ تم لوگ اپنے مردے دفن نہ
کرو گے البتہ میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ اے اللہ! ان
لوگوں کو تو سننے کی طاقت عطا فرما دے۔ عذاب قبر سے جو
میں سنتا ہوں۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہماری جانب متوجہ
ہوئے اور فرمایا عذاب قبر سے پناہ مانگو۔ اس کو کئی بار فرمایا
اور خود حضور علیہ السلام نے دعا کی اور صحابہ رضی اللہ
عنہم نے بھی کی۔

تشریح اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس جانور
پر آپ سوار تھے اہل قبور کے عذاب کو دیکھ کر اس قدر
خوف زدہ ہوا کہ حضور علیہ السلام کو خطرہ میں ڈال دیا۔ یہ
کیفیت اضطراری طور سے ہوئی نہ کہ اختیاری طریق
سے حالت اس جانور کی ہوئی جس پہ آپ سوار تھے' کہ
عالم غیب منکشف ہوگیا تو پھر حضور علیہ السلام کے علم غیب
کی کون کیفیت بتا سکتا ہے۔ یہ بھی واضح ہوگیا کہ بہت ہی
سخت عذاب میں مبتلا تھے۔ صحابہ کرام سے یہ ارشاد
فرمانا دلیل اس بات کی ہے کہ اگر تم لوگ سن لو تو اپنے مردے
دفن کرنا چھوڑ دو گے اور عذاب سن کر ایسا خوف طاری
ہو جائے گا کہ بے ہوش و بے عقل ہو جاؤ گے۔ اسی وجہ سے
پناہ مانگنے کی ہدایت فرمائی۔ واللہ تعالیٰ اعلم
(اشعۃ اللمعات)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ' سے روایت ہے
کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مردہ قبر میں
رکھا جاتا ہے تو آتے ہیں دو فرشتے آدمی کی صورت میں
سیاہ رنگ نیلی آنکھیں' ایک کو منکر اور دوسرے کو نکیر
وہ دونوں مردہ سے کہتے ہیں' کیا کہتا تھا اس شخص کی
شان میں پس کہتا ہے وہ اللہ کے بندے اور اس کے
رسول ہیں' اور میں گواہی دیتا ہوں' نہیں ہے کوئی معبود
سوائے اللہ کے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے
اور رسول ہیں۔ پس وہ فرشتے کہتے ہیں کہ ہم جانتے تھے
تو یہی جواب دے گا' پھر کشادہ کر دی جاتی ہے اس کی
قبر ۷۰ گز اور اس کی قبر روشن کر دی جاتی ہے۔ پھر
اس سے کہا جاتا ہے' آرام کر اور سو جا۔ یہ کہتا ہے'

مردہ اپنے اہل کی طرف جاتا ہوں کہ ان کو خبر دوں پھر کہتے ہیں فرشتے سو جیسے کہ دلہا دلھن سوتے ہیں۔ نہیں بیدار کرتا ہے ان کو مگر جو اس کی طرف زیادہ محبوب ہے یہاں تک کہ اٹھائے گا اس کو اللہ تعالیٰ اس کی خوابگاہ سے اور اگر مردہ منافق ہے کہتا ہے جواب میں سنا میں نے لوگوں سے کہتے ہیں لوگ ایک بات اس مرد کے حق میں۔ (یعنی نبی علیہ السلام) میں کہتا تھا اس کے مثل اور اسکی حقیقت حال میں نہیں جانتا پھر وہ فرشتے کہتے ہیں ہم جانتے تھے یہی جواب دیگا پس زمین کو حکم دیا جائے گا اس پر تنگ ہو جا پس لپیٹ لیگی زمین اس کو اس طرح سے کہ اس کے پہلو کی ہڈیاں الٹ پلٹ ہو جائینگی ہمیشہ عذاب میں گرفتار رہے گا یہاں تک کہ اٹھائے گا اللہ تعالیٰ اس کو اس خواب گاہ سے۔

تشریح اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ ہر مردہ کے پاس دو فرشتے بطور مہمان آتے ہیں، خواہ کہیں ہو۔ حضور علیہ السلام نے فرشتوں کی صورت کا بھی نقشہ بتا دیا کہ ایسی شکل میں حاضر ہوے کہ نیلی آنکھیں اور سیاہ رنگ اشارہ ہے اس بات کی جانب کہ انسان خوف زدہ اور وحشت و دہشت میں پڑ جائے۔ منکر و نکیر مشتق ہے نکرت سے جو ضد ہے معرفت کی۔ اس حدیث میں یہ ذکر قابل غور ہے کہ وہ فرشتے کہتے ہیں ہم جانتے تھے کہ تو یہی جواب دے گا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ باطنی کوئی شئی ہے جو اس وقت ظاہر ہو جائے گی۔ (صاحب اشعۃ اللمعات فرماتے ہیں یعنی سیماء ایمان در ناصیۂ حال تو دیدہ بودیم)

مطلب واضح ہو گیا کہ رب تعالیٰ مومن کی پیشانی پہ ایمان کا نور ظاہر کر دیتا ہے، جس سے فرشتے پہچان لیتے ہیں کہ یہ مومن ہے۔ جواب یہی دیگا اور کافر و منافق کی پیشانی پہ کفر و نفاق نمودار کریگا ان کو ان کے کفر و نفاق سے پہچان لیں گے اس وجہ سے فرمایا ہم جانتے تھے، ہر مومن مرد کو چاہیئے کہ ہر وقت خوف الٰہی دل میں رکھے اور عذاب قبر سے پناہ مانگتا رہے۔

دعا ہے کہ رب تعالیٰ ہر مسلمان کو توفیق توبہ کی بخشے۔ خشیت عطا فرمائے۔

آمین!

بجاہ سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم

مکتوب حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز

یہ مکتوب فارسی زبان میں زبدۃ العارفین مولانا مولوی الحاج الحافظ
السید شاہ عبد اللطیف قادری المعروف **حضرت قطب ویلور**
نے سید عارف اللہ خاں آرکاٹ کے نام ارسال فرمایا تھا جس میں آپ نے
مسئلہ بیعت اور خلیفہ کے تقرر پر خامہ فرسائی کی ہے۔ تحت اللفظ ترجمہ کے
بجائے میں نے اسباق کا التزام کیا ہے کہ مفہوم خیز تلخیص پیش کی جائے تاکہ ربط
اور تسلسل کے ساتھ فاضل مکتوب نگار حضرت قدس سرہ کا مقصود بطریق احسن

[illegible]
حافظ البشیر الحق قریشی
ادھونی
سکریٹری ادارۃ التصنیف والاشاعت
دار العلوم لطیفیہ حضرت مکان ویلور

حمد و صلاۃ کے بعد واضح ہو کہ گرامی کا التفات نامہ جو اس فقیر ادر مسکین کے نام ارسال کیا گیا تھا وہ اور مجبی محمد حیدر بخش منشی کے خطوط دستیاب ہوئے۔ مکتوب کو مسائل دینی کے استفسار پر مشتمل پاکر بے پایاں مسرت اور شادمانی حاصل ہوئی۔ الحمد للہ علی ذالک۔

ایں کار دولت ہست کنوں تا کرا رسد

لغت میں بیعت کا معنی یہ ہے کہ کسی شخص کے ہاتھوں میں ہاتھ دے کر کسی معاملہ میں عہد و پیمان کیا جائے اور شریعت کی زبان میں عبادت اور تقرب کے خیال سے کسی معاملہ میں آدمی کے ہاتھ پر عہد کرلینا یہ بیعت کہلاتا ہے۔

شرعی بیعت کئی طرح کی ہوا کرتی ہے۔ جیسے بیعت خلافت جس میں خلیفہ اپنی خلافت کے اقرار او راثبات پر ملت کے افراد سے بیعت لیتا ہے۔

بیعت اسلام بیعت تقویٰ، بیعت ہجرت، بیعت جہاد اور جہاد میں ثابت قدم رہنے کے لئے بیعت، یہ تمام بیعت ہی کی نظائر اور امثال ہیں۔

صوفیائے کرام کے ہاں جو بیعت رائج ہے وہ تین حیثیت کی حامل ہیں۔ ایک بیعت توبہ جس میں آدمی سے اس بات کا عہد و اقرار لیا جاتا ہے کہ وہ معاصیات اور محارم سے کنارہ کشی اختیار کرے گا۔ دوسری

بیعتِ تبرک: جس میں کوئی آدمی محض تحصیل تبرک اور سعادت کے خیال سے صلحاء اور اولیاء کے سلسلہ میں داخل ہو جاتا ہے جیسے کسی محدث اور مردِ عارف سے سندِ حدیث لیتے ہیں اور تیسری بیعت آدمی سے اس لئے لی جاتی ہے کہ وہ اپنے پر عائد شدہ حقوق ادا کرتا رہے اور ممنوعات سے اجتناب کرتا رہے اور اپنے قلب کو ہمیشہ خدا کی جانب مائل رکھے۔ مذکورہ تیسری بیعت میں قلب کا خدا کی طرف ہر وقت مائل رہنا، یہی صوفیاء کے نزدیک بیعت کے اندر مقصودِ اصلی ہے۔

جو لوگ بیعت کو صرف خلافت کے ساتھ محصور کر دیتے ہیں اور اسکے علاوہ صوفیاء کرام کے یہاں ہونیوالی بیعت کو بے اصل قرار دیتے ہیں یہ بالکل غلط قسم کی بات ہے کیونکہ بیعت کا ثبوت حضور اکرم صلعم کے اقوال و افعال سے اچھی طرح فراہم ہو رہا ہے۔ آپ نے مختلف موقعوں پر لوگوں سے مختلف معاملات میں بیعت لی ہے کبھی ارکان اسلام پر قائم رہنے کے لئے، کبھی سنّت کا دامن مضبوطی سے تھامے رہنے کیلئے اور کبھی امت میں وعظ و نصیحت کا سلسلہ قائم رکھنے کے لئے بیعت لی ہے جیسا کہ حضرت جریر کو خصوصیت کے ساتھ ارشاد فرمایا النصح لکل مسلم (ہر مسلمان کو اچھی بات بتلاتے رہو) اور کہیں آپ نے چند لوگوں سے اس بات پر بیعت لی کہ وہ خدماتِ دینی کو محض طعنہ دینے والوں کی باتیں سن کر ترک نہ کریں اور حق بات علی الاعلان صاف صاف کہہ دیں اور ملامت کرنے والوں کی طرف مطلق توجہ نہ دیں، اور کبھی آپ نے انصاری خواتین سے بھی بیعت لی کہ وہ نوحہ کی رسمِ بد کو ہمیشہ کے لئے ختم کر دیں۔ اور بعض مہاجرین سے بھی آپ نے بیعت لی کہ وہ کبھی دستِ سوال دراز نہ کریں۔ چنانچہ مؤخر الذکر بیعت کرنے والوں میں سے چند ایسے آدمی بھی ملتے ہیں، جنہوں نے حضور اکرم سے کی ہوئی بیعت کا اس قدر پاس و لحاظ کیا کہ وہ حالتِ سواری میں اگر ان سے کوڑا گر جاتا تو وہ خود نیچے اُتر جاتے تھے تاکہ تازیانہ اپنے ہاتھوں سے اٹھالے۔ اسی بیعت کا لحاظ تھا، وہ کسی سے کوئی سوال نہیں کرتے تھے، مذکورہ ہر بیعت کا تعلق امر معروف، نہی منکر، تزکیۂ نفس اور تطہیرِ باطن سے ہے اور ان کو بیعت تاکیدِ عزیمت کہتے ہیں۔

اور تمہارے دوسرے مسئلہ کی توضیح یہ ہے کہ اربابِ حل و عقد کے اختیار اور پسند سے کسی شخص کو خلیفہ مقرر کرنا واجب ہے جیسے خلافتِ صدیقؓ یا کسی مخصوص اور صفاتِ خلیفہ سے متصف آدمی کو خلافت کے لئے متعین کرنا جس طرح کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خلافت کے لئے حضرت عمرؓ کو موزوں سمجھا۔

حضرت عمرؓ کی خلافت گویا خلافتِ صدیق کی نیابت کے خاطر تھی تاکہ احکاماتِ شرعی کا نفاذ، حدود کا اجراء اسلامی ممالک کے سرحدوں کی حفاظت، فوجی تنظیم، جرائم کا سدِ باب، زکوٰۃ و صدقات کی تحصیل اور اُن اُمور کا انتظام بھی خلیفہ ہی کے ذریعہ ہو سکے جن کا متولی اور

نگران امت میں سے کوئی نہیں ہو سکتا۔

صحابۂ کرام خلیفہ کے تقرر کو ملتِ اسلامی کے اہم ترین مہمات میں سے سمجھتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ ان نفوسِ قدسیہ نے حضور اکرم کی تدفین کے ساتھ تقررِ خلیفہ کی جانب توجہ مبذول فرمائی اور اس کے بعد بھی ہر خلیفہ کی وفات کے بعد پہلا کام یہی کرتے کہ کسی دوسرے آدمی کو منصبِ خلافت سونپ دیا کرتے تھے، کیونکہ الشرح تحت السیف کے تحت بہت سے وابستہ ہیں۔ علامہ تفتازانی اور دیگر جلیل القدر علماء نے خلیفہ کے تقرر کو اس حدیث سے واجب قرار دیا ہے من لم یعرف امام زمانہ فقد مات میتۃ جاھلیہ جو شخص اپنے زمانے کے خلیفہ کو نہ پہچانے تو تحقیق اس نے کفر اور جاہلیت کی موت پائی۔ اور ملا علی قاری نے شرح فقہ اکبر کے اندر اس حدیث سے حجت قائم کی ہے من مات بغیر امام مات میتۃ جاھلیۃ یعنی جو شخص بغیر امام کے مرجائے تو گویا اس کا خاتمہ سوء پر ہوا۔

بعض علماء نے اس حدیث میں یہ تاویل کی ہے کہ خلیفہ کا تقرر کرنا واجب نہیں ہے بلکہ اس کی معرفت واجب ہے بشرطیکہ خلیفہ موجود ہو۔ اور بعض علماء نے تو اس حدیث میں لفظ امام سے مراد نبی کی ذات لیا ہے۔ غرض اس حدیث میں توجیہات اور تاویلات کا سلسلہ بہت طویل ہے۔ مدعی جب تقررِ خلیفہ کے واجب ہونے پر دعویٰ کر رہا ہے اور وہ بھی علامہ تفتازانی اور دیگر مستند علماء کے اقوال پیش کرنے کے بعد تاویل پر قائم رہنا اور حضرات ثقہ کی سند کو نظر انداز کرنا یہ تو آدابِ مناظرہ سے ہٹی ہوئی بات ہے جیسا کہ علم مناظرہ کے علماء نے تصریح فرمائی ہے۔

مذکورہ حدیث کی تشریح سے علامہ کا مقصود بادی النظر میں تو واضح ہوتے دکھائی نہیں دیتا لیکن اشارۃً خلیفہ کے تقرر کو واجب ٹھہرا رہا ہے۔ کیونکہ خلیفہ کی عدم معرفت ایک مذموم بات ہے اور جو بات مذموم سمجھی جائے اس کا ازالہ ضروری ہے اور وہ ازالہ ہے خلیفہ کا تقرر۔ لہٰذا مسلمانوں پر واجب ہے کہ اپنے میں سے کسی کو خلیفہ بنائیں۔

علامہ تفتازانی۔ ملا علی قاری اور دیگر جلیل القدر علمائے کرام نے خلیفہ کے تقرر کو واجب قرار دیا ہے اور اس پر اجماع کیا ہے اور عدم تقرر کو معصیت کہا ہے لیکن آپ یہاں اس بات کو ذہن نشین کرلیں کہ لزومِ معصیت قدرت اور اختیار کے ساتھ مشروط ہے کیونکہ عجز اور اضطرار کی حالت میں عدم تقرر کو لزومِ معصیت قرار نہیں دیا جا سکتا۔ چنانچہ صحابۂ کرام، حضرات تابعین اور اہل بیت امام حسینؓ کو خلیفہ مقرر کرنے میں عاجز اور مضطر تھے۔ بہت کچھ انہوں نے ہاتھ پیر مارا، تا آنکہ نوبت شہادت تک پہونچ گئی۔ پھر کیسے وہ لوگ عاصی اور گناہ گار ہو سکتے ہیں، جب کہ انہیں قدرت اور طاقت

ہی نہیں تھی اور قدرت و طاقت ہونے کے علاوہ بھی کسی زمانہ میں خلیفہ مقرر کرنے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ جس فرد کو منصب خلافت سونپا جا رہا اس کے اندر خلافت کے صفات بدرجۂ اتم موجود ہوں۔ اولیائے کرام اور علمائے کرام نے خلفاء عباسیہ کے بعد کسی فرد کو اس قابل نہیں پایا کہ وہ خلیفہ بننے کا اہل ہو۔ اسی فقدان صفات کو دیکھتے ہوئے انہوں نے تقرر خلیفہ کا التزام اور اہتمام نہیں فرمایا۔ ایسی صورت حال کے مدنظر کیسے ہم ان لوگوں کو تارکین واجب کا الزام دے سکتے ہیں۔

ترکوں اور دیگر سلاطین کو اگرچہ کہ شان و شوکت اور غلبہ حاصل ہے لیکن خلافت کے شرائط یکسر مفقود ہیں۔ پھر کیسے ہم انہیں ملت اسلامی کے خلفاء ہونے کا اعزاز بخش سکتے ہیں۔ اور ان کے ہاتھوں اور ان کے پیروکار کے ہاتھوں پر اور دیگر نوابوں کے ہاتھوں پر کیونکر بیعت کر سکتے ہیں جبکہ وہ اس عظیم منصب جلیلہ کے قابل نہیں ہیں۔

حاصل تحریر، فقیر اور مسکین کی جانب سے اس موضوع پر یہ مختصر سی تشریح ہے جو سپرد قلم کی گئی حقیقت حال سے تو بس خدا ہی واقف ہے۔

ربنا لا تواخذنا ان نسینا او اخطأنا ربنا انك رؤف رحیم اے خداوند قدوس! ہمارے نسیان اور خطا پر ہم سے مواخذہ نہ فرما یقیناً تو رؤف اور رحیم ہے۔

خدا کی نصرت اور تائید تمہارے ساتھ ہے۔

علمائے حق اور شاہانِ وقت

از عالیجناب
حضرت مولانا ابو الحسن صدر الدین
سید شاہ محمد طاہر صاحب
قبلہ قادری مدظلہ العالی
بی اے۔ ناظم دار العلوم لطیفیہ
مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہ

علم نورِ الٰہی ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کے نیک اور صالح بندوں کو عطا کیا جاتا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت وکیعؒ سے ان کے شاگرد عزیز نے حافظہ کی کمزوری کی شکایت کی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ لغزشوں اور گناہوں سے پرہیز کرو، کیونکہ علم نورِ الٰہی ہے جو عاصیوں اور گناہگاروں کو نہیں دیا جاتا۔ دنیا میں سب سے بڑی نعمت علم کی لازوال دولت ہے۔ جہالت اور علم سے محرومی بڑی بدنصیبی ہے۔ صاحبِ علم پر ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں ہوتی رہتی ہیں۔ جنکی بدولت وہ دین و دنیا میں کامیاب و کامران ہوتا ہے۔

علم و فضل اور حکمت خداوندی سے متعلق کسی نے کیا ہی خوب واقعہ بیان کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک عالم و فاضل تلاشِ روزگار میں وطن سے روانہ ہوئے۔ اثنائے سفر میں ایک ایسے شہر کے قریب پہنچے، جس کے تمام دروازے بند تھے۔ شہر کے باہر دو آدمی ٹھہرے ہوئے تھے جن میں سے ایک سن رسیدہ بزرگ تھے۔ عالم صاحب نے ان سے دروازوں کے بند ہونے کی وجہ دریافت کی۔ معمر صاحب نے بتایا کہ بادشاہ کا باز اُڑ گیا ہے، اس لئے بادشاہ کا حکم ہوا ہے کہ باز کی بازیابی تک شہر کے تمام دروازے بند رکھے جائیں۔ عالم صاحب کو اس جواب سے بڑا ہی تعجب ہوا کہنے لگے باز تو آسمانی پرندہ ہے، دروازوں کے بند کر دینے سے کیا ہوگا۔ یہ چیز تو اس کے لئے سدِ راہ نہیں بن سکتی۔ نیز اسی عالم تحیر میں فرمایا، یہ کیا حکمت خداوندی ہے کہ اس نے ایسے بے وقوف کو بادشاہت دے کر لاکھوں انسانوں کو مبتلائے عذاب کر رکھا ہے۔ اور ادھر یہ سب کچھ علم و ہنر کے باوجود تلاشِ روزگار میں سرگردانی لگی ہوئی ہے، تاکہ جسم و جان کا تعلق باقی رکھ سکیں۔ پیر بزرگوار عالم صاحب کی باتوں کو غور سے سُن رہے تھے، ان سے کہا۔ عالم صاحب! کیا آپ اس بات پر رضامند ہیں کہ اس بادشاہ کا دماغ آپ کے سر میں رکھ دیا جائے کیا یہ منظور ہے؟ عالم صاحب نے فوراً برجستہ کہا کہ میں اسے ہرگز منظور نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے علم کی روشنی عطا کی ہے، پھر میں کیسے تاریکی اور جہالت کے گڑھے میں گر سکتا ہوں۔ یہ سن کر دانا بزرگوار نے کہا، آپ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیجئے کہ اس نے آپ کو علم کی دولت سے نوازا جس کے مقابلہ میں دنیا کی یہ دولت اور بادشاہت دونوں ہیچ ہیں۔ مزید آپ نے کہا کہ دولتِ علم اور دولتِ

دنیا ۔۔ کمال اور اقبال بہت کم ایک جگہ جمع ہوتے ہیں ۔علمائے سلف عالم باعمل اور فاضل بے بدل ہوتے تھے ۔یہی وجہ تھی کہ متقی اور پرہیزگار سلاطین وقت ان کو اپنے پاس مدعو کرکے فخر محسوس کرتے ۔ان سے نصیحتیں سنتے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی سعی کرتے ۔

چنانچہ تاریخ اسلام کا ایک واقعہ ہے کہ حضرت شقیق بلخی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک مرتبہ حج کو جاتے ہوئے بغداد تشریف پہنچے ۔خلیفہ بغداد ہارون رشید کو آپ کی آمد کی اطلاع ملی ۔خلیفہ نے آپ کو اپنے پاس مدعو کیا ۔آپ سے دریافت کیا کہ آپ ہی شقیق زاہد ہیں؟ آپ نے کہا میں صرف شقیق ہوں نہ کہ زاہد ۔خلیفہ نے نصیحت کی درخواست کی ۔حضرت شقیق علیہ الرحمہ نے فرمایا اے خلیفہ! ہوش رکھ اللہ تعالیٰ نے تجھے صدیق اکبرؓ کی جگہ بٹھایا ہے ۔تجھ سے صدق طلب کریگا ۔تجھے عمر فاروقؓ کی جگہ بٹھایا ہے تجھ سے حق و باطل میں فرق طلب کریگا ۔تجھے ذوالنورینؓ کی جگہ بٹھایا ہے ، تجھ سے حیا و کرم طلب کریگا ۔تجھے علی مرتضیٰؓ کی جگہ پر بٹھایا ہے ۔تجھ سے علم و عدل طلب کریگا ۔خلیفہ نے کہا جزاك الله اور فرمائیے ۔آپ نے کہا کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے ایک مکان بنایا ہے ، جسے دوزخ کہتے ہیں تجھے اس کا دربان مقرر کیا ہے ، اس نے تجھے تین چیزیں عطا کی ہیں ۔مال ، تازیانہ ، اور تلوار ، اے خلیفہ ان تین چیزوں کے ذریعہ انسانوں کو دوزخ سے باز رکھ ۔اگر کوئی حاجتمند تیرے پاس پہنچے تو مال سے اس کی اعانت کر تاکہ وہ گمراہ نہ ہو ۔اگر کوئی شخص خدا کے حکم کی خلاف ورزی کرے ، تو کوڑوں سے اسکی تنبیہ کر ۔اور اگر کوئی کسی کی جان لے تو اس سے تلوار کے ذریعہ قصاص لے ۔اے خلیفہ اگر ان ذمہ داریوں کو ادا کرنے میں کوتاہی کریگا تو محشر کے دن تجھ سے بازپرس ہوگی ۔خلیفہ نے کہا جزاك الله اور فرمائیے!

تو آپ نے کہا اے خلیفہ! اتفاقاً اگر تیرا گذر کسی جنگل سے ہو ، اثنائے سفر میں پیاس لگے ، شدت پیاس کی وجہ تو قریب المرگ ہو جائے ، پانی کہیں بھی میسر نہ ہو ، ایسے وقت کوئی پانی کا پیالہ پیش کرے تو اس پیالہ کو کتنی قیمت میں خریدیگا؟ خلیفہ نے جواب دیا آدھی بادشاہت دے کر ۔پھر آپ نے پوچھا اس پانی کو پینے کے بعد تیرا پیشاب بند ہو جائے اور لاکھ علاج کے بعد جاری نہ ہو اور اس کی وجہ سے تو قریب المرگ ہو جائے ، ایسے وقت میں کوئی شخص آکر یہ کہے کہ میں اس کا علاج کروں گا پیشاب آنے کے بعد آدھی سلطنت لے لوں گا تو تم ایسے وقت کیا کروگے ۔خلیفہ نے کہا کہ اس کے لئے میں آدھی سلطنت دے دوں گا ۔حضرت شقیق بلخیؒ نے یہیں سے ہارون رشید کو تنبیہ کی ، اب تم ہی سمجھ لو کہ تمہاری سلطنت کی کیا قیمت ہے ۔بس پانی کے چند گھونٹ اور پیشاب کے چند قطرے ہیں ۔ایسی دولت اور بادشاہت پر فخر کیسے ؟ آپ کی اس نصیحت کو سن کر خلیفہ بیحد متاثر ہوا ۔اور رونے لگا ۔آپ کی عزت افزائی اور قدر و منزلت کی اور پورے احترام کے

ساتھ آپ کو روانہ کیا۔

علمائے حق نے بادشاہوں کے جاہ و جلال کی مطلق پرواہ نہ کی۔ اس کے برخلاف شاہان وقت ان کی جلالتِ علمی سے مرعوب تھے۔ ان وارثانِ انبیاء کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر یقین کامل اور یقین محکم تھا۔ یہ حضرات دنیا کی ہر چیز سے بے نیاز ہوتے تھے۔ اپنی فکر و دانش سے بلا خوف و خطر شاہان وقت کی اصلاح کرتے تھے۔

چنانچہ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ ہشام بن عبدالمالک مدینۂ منورہ کو آیا اور حکم دیا صحابۂ کرام میں سے کوئی ہو ل تو ان کو پیش کریں۔ جب یہ معلوم ہوا کہ تمام صحابہ کا وصال ہو گیا ہے تو تابعین میں سے کسی کو پیش کرنے کے لئے کہا' لوگوں نے حضرت طاؤس علیہ الرحمہ کو پیش کیا۔ حضرت طاؤسؒ دربار میں داخل ہوئے، جوتے اُتارے اور السلام علیك یا هشام کہتے ہوئے ایک طرف بیٹھ گئے۔ آپ کی یہ حرکت آداب شاہی کے خلاف تھی۔ ہشام غضب ناک ہو گیا آپ کے قتل کا فیصلہ کر لیا۔ لوگوں نے کہا یہ حرم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور حضرت طاؤسؒ اکابر علماء سے ہیں۔ لہٰذا اپنے اس ارادہ سے باز آؤ۔ ہشام سنبھل گیا۔ آپ سے دریافت کیا' طاؤس! تم نے یہ کیسی حرکت کی؟

آپ نے جواب دیا' میں نے کیا کیا۔ یہ سن کر ہشام برافروختہ ہو گیا اور کہنے لگا کہ تم نے چار غلطیاں کی ہیں' ایک یہ کہ لب فرش جوتے اتارے جو آداب شاہی کے خلاف ہے' دوسری یہ کہ مجھے امیر المومنین سے خطاب نہیں کیا۔ تیسری یہ کہ میری کنیت کی بجائے میرے نام سے پکارا۔ چوتھی غلطی یہ کہ تم میری اجازت کے بغیر بیٹھ گئے۔

اللہ کے شیر حضرت طاؤس علیہ الرحمہ نے اس کا جواب جس بے باکی کے ساتھ دیا ہے تاریخ میں سنہری حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ تیرے سامنے جوتے چھوڑ کر اس لئے داخل ہوا کہ روزانہ پانچ وقت اس رب العزت کی بارگاہ میں جو احکم الحاکمین ہے جوتے چھوڑ کر ہی جاتا ہوں، وہ مجھ پر کبھی خفا نہیں ہوتا ——

تجھے امیر المومنین سے اس لئے خطاب نہیں کیا کہ لوگوں کی اکثریت تیرے امیر المومنین ہونے کے خلاف ہے۔

تیری کنیت کے بجائے تیرے نام سے اس لئے پکارا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دوستوں کو نام ہی سے یا موسیٰ' یا داؤد اور یا یعقوب کہہ کر پکارا ہے اور اپنے دشمنوں کو کنیت جیسے تبت یدا ابی لھب سے یاد کیا ہے۔ تیری اجازت کے بغیر بیٹھنے کی وجہ یہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ فرماتے ہیں' جو شخص کسی دوزخی کو دیکھنا چاہے' اس سے کہہ دو کہ اس آدمی کو دیکھے جو خود بیٹھا ہوا اور مخلوق خدا اس کے سامنے دست بستہ کھڑی ہو۔

ہشام ان برجستہ بے لاگ جوابات سے نہایت درجہ متاثر ہوا۔ آپ سے نصیحت کی درخواست کی۔ حضرت طاؤس علیہ الرحمہ نے فرمایا' حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ فرماتے ہیں' دوزخ میں اژدھے اور سانپ پہاڑ کی طرح اور بچھو اونٹ کی طرح ہوں گے جو کسی امیر کی راہ تکتے ہوں گے،

اے ہشام! رعایا پر عدل کر، یہ کہتے ہوئے آپ وہاں سے اُٹھ کر چلے گئے۔ ہشام بس تکتا رہ گیا ؎

آئینِ جواں مرداں، حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

روایت ہے کہ سلاطینِ وقت دنیوی کاروبار اور پریشانیوں سے نجات پانے، روحانی سکون اور اطمینانِ قلب کے لئے بزرگانِ دین کے پاس حاضر ہوتے، ان سے سکون وراحت اور علم ومعرفت کی دولت حاصل کرتے۔ چنانچہ ایک دن خلیفہ ہارون رشید سلطنت کی ذمہ داریوں سے نجات پاکر حضرت فضیل علیہ الرحمہ کی خدمت میں پہنچا، آپ سے نصیحت کی خواہش کی۔ حضرت فضیلؒ نے فرمایا۔ ہارون رشید! ایکمرتبہ حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے آپکے چچا نے کہا کہ مجھے کسی قوم کا سردار بنا دیجئے۔ آپ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا اے چچا میں نے آپ کو آپکے نفس پر سردار بنایا ہے۔ ہارون رشید نے عرض کیا اور فرمایئے۔! آپ نے کہا کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ جب خلیفہ بنائے گئے تو آپ نے اپنے دوستوں سے کہا کہ میں ایک بڑی آزمائش میں مبتلا ہوگیا ہوں۔ کیا تم میں سے کوئی اس آزمائش میں کامیاب ہونے کی تدبیر بتا سکتا ہے؟ ان میں سے کسی نے کہا، اگر آپ چاہتے ہیں کہ کل عذاب سے نجات ملے، اس کے لئے بوڑھوں کو باپ، جوانوں کو بھائی، بچوں کو اپنی اولاد اور عورتوں کو اپنی ماں، اور بہن کی طرح سمجھئے، ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کیجئے۔

بزرگوں پر مہربانی، بھائیوں کے ساتھ احسان، اولاد کے ساتھ نیکی کیجئے۔ حضرت فضیلؒ نے مزید فرمایا، اے ہارون رشید! میں تیرے خوبصورت چہرے سے ڈرتا ہوں کہیں دوزخ کی آگ جلا نہ دے، اس لئے کہ کتنے امیر ہیں جو وہاں (یعنی قیامت کے دن) اسیر ہوں گے"۔

خلیفہ ہارون رشید ان نصیحتوں کو سن کر خوب رویا اور وہاں سے روانہ ہوا۔

حاکم نیشاپور عبد اللہ بن طاہر ایک دن شہر کا جائزہ لینے کے لئے شہر میں گیا۔ لوگ اسکی ملاقات کے لئے پہنچے، یہ سلسلہ تین دن تک چلتا رہا۔ اختتام پر حاکم نیشاپور نے دریافت کیا، ہماری ملاقات اور سلام کے لئے تمام آگئے، یا کچھ باقی بھی رہ گئے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ صرف دو حضرات نہیں آئے ہیں۔ ایک حضرت احمد حرب دوسرے حضرت اسلم طوسی ہیں۔ یہ علمائے ربانی ہیں۔ بادشاہوں کی ملاقات اور سلام کے لئے کہیں نہیں جاتے۔ یہ سن کر حاکم نیشاپور نے ان کی ملاقات کا مصمم ارادہ کرلیا۔ چنانچہ وہ پہلے حضرت احمد حرب کی خدمت میں پہنچا۔ اور ملاقات سے مشرف ہوا۔ آپ نے فرمایا، میں نے سنا تھا کہ بہت ہی خوبصورت ہو، اب دیکھنے سے بھی پتہ چلا کہ واقعی تم بہت خوبصورت ہو۔ اے عبد اللہ! اپنی اس خوبصورتی کو حق تعالےٰ کے احکامات کی مخالفت اور نافرمانی کے ذریعہ برباد نہ کرنا۔

عبد اللہ بن طاہر وہاں سے رخصت ہوکر حضرت اسلم طوسی کے مکان پر گیا۔ دروازہ بند تھا۔ لوگوں نے بتایا

کہ آپ نماز کے وقت باہر آئیں گے۔ حاکم گھوڑے پر سوار انتظار کرتے ہوئے وہیں ٹھہرا رہا۔ نماز کے لئے جب حضرت باہر تشریف لائیے تو فوراً آگے بڑھ کر گھوڑے سے اترا۔ آپ کے قدم چومے۔ اور اللہ تعالےٰ سے التجا کی، الٰہی! یہ تیرے نیک اور مقبول بندے ہیں، میں ان کو دوست رکھتا ہوں، تیرے اس نیک بندے کے طفیل میں اس گنہگار کو نیک بنا دے۔ حضرت اسلم طوسیؒ نے بھی حاکم شہر کے لئے دعا کی اور شفقت و محبّت کے ساتھ اس کو رخصت کیا۔

علمائے حق، جو وارثین انبیاءؑ ہیں، ان کے عظیم الشان کارنامے اور جرأتمندانہ واقعات کوئی پوشیدہ اسرار نہیں۔ بلکہ تاریخ کے روشن ابواب ہیں۔ ان سے استفادہ کرنا علمائے امّت کا کام ہے۔ اور ان ہی برگزیدہ بندوں کی نیکی کی وجہ سے اللہ جل شانہٗ بُروں پر بھی اپنا فضل و کرم فرماتا ہے اور اس علم نور خداوندی کی برکت سے انہیں حیاتِ جاودانی عطا فرماتا ہے۔

واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین

خوارق حیدریہ



چند سالوں سے "سالنامہ اللطیف" میں "خوارقِ حیدریہ" قسطوار شائع ہوتی آرہی ہے۔ اس سال پانچواں خرقہ مفہوم خیز ترجمہ کے ساتھ ہدیۂ ناظرین ہے۔ مذکورہ خرقہ میں سید شاہ حیدر ولی اللہ قادری قدس سرہ العزیز کے ایک دریائی سفر اور جزیرہ کی سیر کا تذکرہ ہے۔ اس سفر میں آپ کے ساتھ تین سو ۳۰۰ مریدین کا ایک قافلہ ہمراہ تھا۔ دورانِ سفر میں آپکی کشتی طوفان کی زد میں آکر ٹوٹ گئی۔ آپ اور آپکے ایک مرید صادق کے سوا تمام غرق ہو گئے۔ جس تختہ پر آپ سوار تھے، وہ ایک ایسے جزیرہ سے جا لگا جو بیحد حسین و دلکش تھا، وہاں انسانی زندگی کا دُور دُور تک کوئی نشان نہیں تھا۔ یہاں آپ نے ایک سن رسیدہ بزرگ کو پایا، جو حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی کتابوں کی تلاش میں یہاں تک پہنچ گئے تھے۔ اور تیس سال تک ریاضت میں مشغول رہے۔ مگر وہ ان کتابوں کو حاصل نہ کر سکے۔

آپ کو حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کی دو کتابیں عطا کی گئیں۔ ایک آپکے لئے، دوسری عرب کے ایک خوش خصال بادشاہ "شاہ اسمٰعیل" کے لئے جو زمانے سے اس کے مشتاق تھے، غرض پورا خرقہ دلچسپی سے لبریز ہے اور دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے۔

قمری

خارق پنجم سوال کردن آنسرور از خادمان خود کہ ہر یک مدعاء خود بحضور من بیان کنند و باین کسان بکشتی نشستن۔

آں بدر کرم او فلک مفاخر و مناقب و آں مصدر خوارقات عجائب و غرائب در خدمت برکات خود در ہر زمان و مکان از خادمان و طالبان و مریدان و معتقدان چنداں میداشت کہ غالب عدد ایشاں از دائرہ حد و حصر خارج بود، زمانہ اکثر ایشاں تا یکہزار و یازدہ صد می بود و اقل ایشاں سی صد ہمیں توقع و می آمدند

خرقہ پنجم میں دو چیزیں مذکور ہیں ایک حضرت حیدر ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے خدام کے ساتھ کشتی میں سفر کرنا اور ہر خدمتگذار کو اپنا اپنا مدعا بیان کرنے کی اجازت مرحمت فرمانا۔

وہ جود و عطا کے ماہ کامل، وہ بلندیوں اور خوبیوں کے آسمان، سرچشمۂ خوارق عجیب و غریب ہر وقت اپنی خدمت کے لئے چند خادمین و طالبین و مریدین و معتقدین کو اپنے پاس رکھتے تھے۔ ان کی کثرت تعداد کا حساب نہیں کیا جا سکتا اکثر ایکہزار یا گیارہ سو ہوتے اور کم از کم تین سو ہوتے۔ اتنے ہی لوگ آتے اور جاتے تھے۔ لیکن شاہ علی جاہ

قومی گفتند و شاہ علی جاہ بر حکم کل ولی علی قدم نبی و انا
علی قدم جدی ہمچو شفقت جد خود برامت انواع
انواع الطاف و اشفاق ظاہری و باطنی بر خادماں
شامل حال ایشاں می داشت و در تعہد و تفقد ایشاں
بذات شریف خود متوجہ بود، ہر احاد الناس را در ہر ماہ
و در ہر ہفتہ تعیناتی کہ از اں اوقات گذاری خود میکنند
معین داشتہ بر ہر کس ل مرعالی چناں صادر فرمودہ بود، کہ
حاشا ثم حاشا اگر کسے را احتیاج بشری پیش آید دست
طلب پیش ہر یکے از احاد الناس دنیاوی دراز نکند
و صورت احتیاج معروض خدمت را نماید تا ما بذات شفقت
آیات خود در سر براہی آں سعی موفور بظہور رسانیم و ہر کہ
با وجود ایں تفقد و تعہد من بعد دست بے حیائی پیش
سفلگان دنیا دراز کند فو اللہ و باللہ او از ما نیست،
و در درگاہ غنا منزل ما جائے او نیست۔ اتفاقاً
روزے آنسرور دریں اثنا کہ وقتی عدد خادمان خدمت
در زمانہ کہ سی صد بود ند ہمہ را بار عام دادہ حاضر فرمود
از روئے شفقت جلی کہ لازمۂ ذات او بود فرمود کہ
اے مریدان صادق و اے طالبان لائق و اے معتقدان
موافق و اے خادمان خدمت کیش و اے درویشان
خدا اندیش ہر یک از توجہ و عقیدت خالص یقین
باور کنید کہ حیدر مراد بخش دو جہان و برآرندۂ
مرادات جان جہاں چوں ہر یکے از مدت مقیم خدمت

کل ولی علی قدم نبی وانا علی قدم جدی کے مطابق
جس طرح آپ کے جد امجد اپنی امت پہ طرح طرح کی مہربانیاں
و شفقت فرمائے تھے اسی طرح آپ بھی اپنے خدمت
گذاروں پہ ظاہری و باطنی طور پہ شفقت و مہربانی
فرماتے تھے اور ان کی ہمدردی و دلجوئی میں خود اپنی ذات
کو متوجہ فرماتے۔ ہر ایک آدمی کو ہر ماہ میں یا ہر ہفتہ میں آپ کے
ساتھ اوقات گذاری کا موقع دیتے تھے جس کے لئے آپ خود
وقت مقرر فرماتے اور ہر ایک پہ اس طرح کا حکم صادر فرما دیا تھا
کہ تم میں سے کسی کو کوئی ضرورت پیش آئے تو ہرگز کسی دنیوی آدمی
کے سامنے اپنے ہاتھ کو دراز نہ کرے بلکہ جو بھی ضرورت ہو ہمارے
سامنے پیش کرے تاکہ ہم خود اپنی پوری کوششوں سے اس کام کو
انجام دیں۔ اتنی سی ضمانت اور مہربانی کے باوجود جو بھی اپنے بیحیائی
کے ہاتھ کو دنیا دار کمینوں کے سامنے دراز کریگا، خدا کی قسم وہ
ہم میں سے نہیں ہے اور ہماری بارگاہ غنا میں اس کیلئے کوئی جگہ
نہیں ہے۔ ایک دن آپ کی خدمت میں تین سو خادم آئے تھے آپ
نے تمام کو عام اجازت عطا فرمائی، ہر ایک کو حاضر ہونے کیلئے کہا اور
بہ پوری شفقت کے ساتھ فرمایا کہ اے مریدان صادق، طالبان
لائق، معتقدان موافق، اے خادمان خدمتگذار، اللہ سے ڈرنے
والو تم میں سے ہر ایک توجہ اور عقیدت خالص و یقین کے ساتھ
یہ باور کرے، کہ حیدر دونوں جہاں کے مرادات برلانے والے
ہیں، میری خدمت میں جو بھی ایک مدت سے مقیم ہے البتہ
ضرور ہر ایک کا مدعا اور خواہش خواہ دنیوی ہو یا اُخروی

من اندلیس ہر آنکہ بر یکے را مدّعا و خواہشے خواہ از
دینی و خواہ از دنیوی پیش باشد۔ پس مکنون ما فی الضمیر
بر طبق بیان نہادہ بجلوگاہ ظہور رسانند و حصول
آں را منتظر باشد و دوران ہیچ شک نیارد کہ اشتکاک
دراں باکفر برابر ست۔ چو طالبان و مریداں و
خادمان سعید ازاں محبوب ملک مجید ایں شفقت
و لطف بدیدند، ہر ایک پائے کوبان و چرخ زناں
نا یک رب ھبلی برکشیدند صف صف، قطار قطار
پیش آں بزرگوار باادب استادہ مدّعا و مطلب
ما فی الضمیر با پائے سریر ہدایت مصیر لبغرض می
رسانیدند۔ قضارا مردے بلہ درمیان ایشاں بجدمت
آں سرور متقین بود اتباع سنت ایں جماعت را کار
بستہ ہیچو دیگر آں لب خواہش باز نہ نمودہ و اصلا
از مقصد قلبی و مدعا و فواد بحضور آں سرور زبان
بیان نکشود و چوں نوبت بدو رسید، شاہ از
کمال مہر و کرم کہ لازمۂ ذات ایشاں بود در پیش
خود خواندہ فرمود کہ اے بلہ دل موصوف بصفت
اکثر البلہ من اھل الجنۃ از حیدر مراد بخش
از ہر چہ کہ مدعا، ضمیر تست چرا دریغ داشتہ
لب خواہش باز نمی کنی، ہر چہ خواہی بخواہ۔
کہ عطاء آں بر ما مضائقہ نیست۔ سوال
آں سرور جواب از وی چناں واقع شد،
کہ اے قبلۂ حاجات و کعبۂ مرادات سوگند

پوری ہوجائیگی اپنے دل کے پوشیدہ باتوں کو ہمارے سامنے
پیش کریں۔ اور اس کے حاصل کرنے کے لئے منتظر
رہیں۔ اس دوران کسی قسم کا شک نہ کریں۔
اس میں شک کرنا کفر کے برابر ہے۔ جب
سعادتمند مریدوں اور خادموں نے اللہ کے
محبوب سے ایسی شفقت و مہربانی کو دیکھا تو ہر
ایک نے دوڑتے بھاگتے ہوئے رب ھب لی
کا نعرہ لگایا۔ قطار کی شکل میں آپ کے آگے
کھڑے ہوگئے اور اپنے دلی مقاصد کو آپ کے
سامنے پیش کئے۔ اتفاق سے ان لوگوں کے
درمیان ایک بھولا آدمی جو آپ کی خدمت میں رہا
کرتا تھا ان لوگوں کی اتباع کرتے ہوئے اس نے
اپنی کسی خواہش کے لئے لب کشائی نہ کی اور اپنے دلی
مقصد و مدعا کے لئے زبان نہیں کھولا۔ جب
اس کی باری آئی تو آپ نے اپنی انتہائی
شفقت و مہربانی سے جو آپ کا وطیرہ تھی اس،
کو اپنے قریب بلایا اور فرمایا اے بھولے، تیرا دل
اکثر البلہ من اھل الجنۃ کی صفت سے متصف
ہے حیدر مراد بخش سے جو کچھ تیرے دل میں خواہش
ہے کیوں اس سے چھپائے ہوئے اپنی زبان نہیں
کھولتا جو چاہتا ہے مانگ لے۔ اس کا عطا کرنا ہمارے
لئے کوئی دشواری کی بات نہیں۔ آپ کے سوال پر اس
بھولا سا آدمی نے جواب دیا کہ اے قبلۂ حاجات!

بکرد، کفش پاپیت کہ ایں اخس و کفش بردار ناکس بہ یقیں چہ در دنیا و چہ در دیں بجز از تو ہیچ نمیخواہم و لبغیر از ذات شفقت آیات تو در ہر دو عالم ہیچ کس را نمی دانم و نمی خواہم و نمی بینم و نمی شناسم، و از جملہ کائنات تو مرا بسے و چوں تو بر اضمار ضمائر مطلع ہستی دیگر چہ گویم پیش ازیں از طال لسانی راہ سوادب نمی پویم و چوں ایں نکتہ خالص گوشگذار شاہ نمود، شاہ ذیجاہ لب مبارک بہ تبسم کشاد، دیگر ہیچ باو نفرمود۔ اتفاقاً چوں ایں مجلس روزے چند بگذشت ناگاہ شاہ را ہوس زیارت بیت اللہ در سر مبارک راہ یافت، خواست کہ ظاہر اعضاء و جوارح را بہ تقبیل و تلثیم مرقد مبارک جد خود و کعبۂ شریفہ مشرف گرداند۔ آنگاہ بجملۂ توابعان و لواحقان و خادمان و مریدان درگاہِ عالی را حکم محکم و فرمان احکم چناں نافذ فرمود کہ ہر یک فردے استعداد زاد و راحلہ سفر دریا کند و بہ رفاقت باما استعداد و استیلام و تقبیل و تلثیم آں اشرف المواضع و امجد الاماکن مستعد و مشرف شود۔ القصہ ہر یک ازاں سہ صد نفر مذکور حکم محکم آنسرور را محکوم شدہ در اندک روز ازاں استعداد زاد و راحلہ بہ پرداختند بعد ازاں سرور مع ایں کسان معدودہ بلب دریا رسیدہ در کشتی سوار شدہ شب و روز قطع منازل

و کعبۂ مرادات میں قسم کھا کر کہتا ہوں، یہ ذلیل جو آپکی خاک پا ہے یقین کے ساتھ کہتا ہے کہ یہ دنیا ہو یا آخرت مجھے آپ کے سوائے کوئی چیز نہیں چاہیئے۔ میں آپ کی شفقت بھری ذات کے سوا دونوں عالم میں کسی کو نہ جانتا ہوں اور نہ دیکھتا ہوں اور نہ ہی پہچانتا ہوں۔ پوری کائنات میں آپ میرے لئے کافی ہیں۔ میری اس بات پہ آپ ہی گواہ ہیں جب آپ دلوں کی پوشیدہ باتوں سے مطلع ہیں تو آپ سے کیا کہوں۔ لب کشائی کہیں بے ادبی کا باعث نہ ہو جائے۔ اس خالص نکتہ کو سننے کے بعد آپ نے تبسم فرمایا اور اس سے کچھ نہیں کہا۔ اس مجلس کے چند دن بعد اچانک شاہ کو زیارت بیت اللہ کی خواہش پیدا ہوئی کہ ظاہری اعضاء و جوارح کو اپنے جد امجد کے روضۂ مقدسہ اور کعبۂ مبارکہ کی بوسہ دہی سے مشرف کریں۔ اسی وقت آپ اپنے مریدوں معتقدوں اور خادموں کو حکم دیا کہ ہر ایک آدمی سفر کے لئے توشہ تیار کر کے سفر دریا کرے تاکہ ہر ایک ہمارے ساتھ مقدس مقامات کی زیارت سے مشرف ہو جائے۔ القصہ ان تین سو آدمیوں میں سے ہر ایک آپ کے حکم کی پیروی کرتے ہوئے چند ہی دنوں میں سفر کی تیاری کر لیا۔ آپ ان لوگوں کے ساتھ ساحل سمندر پر پہنچے اور کشتی میں سوار ہوئے۔ دن رات سفر میں رہے۔ اتفاق سے ایک رات سمندر

و مراحل بر سراب می نمود و قضارا دریں اثنا شبے
از شبہائے طوفانی در دریا پدید آمد۔ چنانچہ
ہمہ آب دریا بجوشید و کشتی را در جنبش آمد و
بند بندش از ہم گسیخت۔ اعضایش ذرہ بذرہ پارہ
پارہ وریزہ ریزہ از یکدیگر جدا گردہ وازاں سہ صد نفر
معدود و ہیچ یکے نماند، ہمہ معدوم شدند مع مبلغے املاک
وامتعہ وامتشہ ہمہ یکساں راہ عدم گرفتند ومن وعن در
ورطۂ فنا غرق شدند الا شاہ وآں ابلہ کہ بشاہ دعوائے
انا لک وانت لی من تمامیخواہم وتمامی جویم میکرد۔
مگر ایں ہر دو شاہ وگدا بر سر تختہ دراں قعر آب بے پایاں
از شکر حق گویاں رضا، او جویاں در تشویرات امواج
پیاپی قطع راہ می نمودند، نہ مجال آرمیدن و نہ
یارائے جنبیدن، ولیکن شاہ را ازیں بلائے ناگہانی
ذرہ تغیر وتبدیلی بر بشرۂ مبارک راہ نیافتہ، بعد ہر
زمان با روئے تازہ ولب خنداں جبہۂ لمعان چوں گل
گلاب بر سر آب در شوق خالق وہاب بآں خادم بے
تاب در سوال وجواب مشغول بود و او را بر ساحل سمندر
فرو گذاشتہ بصفائے باطن تلقین کرد و شاہ از عجائبات
دریا و جانوران آبی معائنہ می نمود و خالق خلقت ایشاں
را حمد وثنا می گفت۔ اتفاقاً بعد از روزے چند تختہ
معلوم بکنارۂ جزیرہ رسید۔ شاہ از تختہ فرود آمد و تختہ
را بر کشید و بر کنارۂ آں جزیرہ نہاد و خود درون جزیرہ

میں ایک زبردست طوفان اٹھا۔ پورا سمندر جوش
میں آگیا اور کشتی ڈولنے لگی۔ اس کے
تمام جوڑ ٹوٹ گئے۔ اس کے تمام حصے ٹکڑے
ٹکڑے ہوکر بکھر گئے۔ تین سو آدمیوں میں
سے سوائے شاہ اور اس بھولے آدمی کے
جو شاہ کا عاشق صادق تھا اور انا لک و
انت لی جسکی شان تھی کوئی بھی باقی نہ رہا، سب
گم ہوگئے، اپنے ساز وسامان کے ساتھ راہ عدم
لی اور فنا ہوگئے۔

دونوں شاہ وگدا ایک تختہ پر سوار بے پایاں
سمندر میں شکر حق و رضائے حق بجا لاتے ہوئے
موجوں کے اشاروں پر راستہ طے کرتے رہے،
نہ آرام کرنے کا ذریعہ، نہ ہلنے کا موقعہ، باوجود
اس کے شاہ کے مبارک چہرے پر کوئی تغیر وتبدیلی
واقع نہ ہوئی تھی۔ ہر وقت تازہ سا چہرہ مسکراتے
لب اور چکدار پیشانی سے ایسا معلوم ہوتا کہ کوئی
گلاب کا پھول پانی کی سطح پر خالق وہاب کے
شوق میں اس بے تاب خادم کے ساتھ سوال وجواب
میں مشغول رہے اور اسکو ساحل سمندر پر اتار کر صفائی باطن
کی تلقین فرمایا اور آپ دریا کے عجائبات اور آبی جانوروں
کا معائنہ اور خالق کائنات کی حمد وثنا کرتے جارہے
تھے۔ چند روز کے بعد کشتی کا تختہ ایک جزیرے کے کنارے

خرامید جائے دید وسیع با درختانِ پُرمیوہ و بلند
ورفیع، صحفے دلکش وفضائے بے خاشاک وخس جا بجا
ہر سو آں شاہ آزاد با دلِ شاد گشت می نمود ۔
اتفاقاً دراین اثنا شخص معمّر با جبہۂ نورانی، کشادہ
پیشانی باریش سفید درخشاں ۔ چوں خورشید باو دوچار
شد، چوں در عمر پُر معمر بود۔ شاہ او را بخطاب یا عمو
مخاطب گردانید۔ نامش پرسید، گفت سید حسین،
ایشاں ہم از نامِ شاہ نشانے طلبیدند، شاہ ہم از
نام مبارک خود اعلام داد۔ بعد ازاں از مہر غالب و
التفات جاذب یکدیگر مقبل وملثوم ساختہ زیر درختی
بنشستند واز ہر دوئے سخناں پیوستند۔ شاہ پرسید
اے عمو بزرگوار! اقامت شما دریں بیشۂ خونخوار کہ
جزیرہ ایست اصلاً از آدمی وآدمی زادگان درو نرسیدہ
بلکہ نام ونشانش کسے نہ شنیدہ واز چہ سبب واقع
است وبا دام ودد جانوراں چگونہ وقت گذرانست
گفت سید مختار والے ثانی حیدر کرار از مدت سی سال
مقیم ایں بیشہ ہلاک بیشہ از ہمیں اندیشہ شدہ ام کہ
شنیدہ ام کہ جملہ از مصحفہا وکتبہا کہ از دست مبارک
اسد اللہ الغالب امیر المومنین علی بن ابی طالب رضی اللہ
عنہٗ وکرم اللہ وجہہٗ مکتوب ومطور شدہ من وعن آں ہمہ
مکتوبات عزیزہ دریں کوہ سیاہ بلند کہ در پیش تست
نہاں اند وبعد از وفات آنسرور ہمہ در و مندرج

پہنچا۔ شاہ نیچے اتر آئے اور اس تختہ کو کنارے
پر کھینچ لیا اور خود اس جزیرے میں آرام کئے ۔
اتفاق سے آپ کی نظر ایک وسیع جگہ پہ پڑی ۔ میوؤں سے بھرے
ہوئے بلند درختوں اور دلکش میدان پہ جہاں کی فضا
گرد وغبار سے پاک وصاف تھی اور آپ ادھر اُدھر خوشی
کے عالم میں گھومنے لگے۔ اتفاق سے آپ کی نظر ایک معمر آدمی
پر پڑی جسکی پیشانی نورانی تھی اور کشادہ داڑھی سفید
چمکیلی خورشید تاباں جیسی آپ نے ان سے ملاقات کی ۔ چونکہ وہ
بزرگ کافی عمر رسیدہ تھے اسلئے آپ نے انہیں چچا کہہ کر پکارا اور
ان کا نام دریافت فرمایا تو انہوں نے کہا کہ میرا نام سید حسین ہے۔ خود
وہ بزرگ نے شاہ کا نام دریافت فرمایا۔ آپ نے اپنے مبارک نام
سے آگاہ کیا۔ اس کے بعد محبت والفت وجذبے کے تحت ایک دوسرے
سے معانقہ کئے۔ پھر ایک درخت کے نیچے دونوں بیٹھ گئے اور ہر ایک
مسئلہ پہ گفتگو کرتے رہے پھر شاہ نے ان سے پوچھا اے چچا بزرگوار
آپ اس خطرناک جنگل جس میں نہ کوئی آدمی زاد ہے اور نہ ہی اس جزیرے
کا نام کسی نے سنا ہے، آپ کیوں مقیم ہیں ۔ ان درندوں جانوروں
کے درمیان آپ کا وقت کیسے گذرتا ہے۔ انہوں نے کہا اے سید مختار
اے ثانی حیدر کرار تیس سال سے اس جنگل میں رہتا ہوں، اس خیال
سے کہ میں نے سنا ہے کہ حضرت اسد اللہ الغالب امیر المومنین حضرت علی ابن
ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ کے لکھے ہوئے وہ تمام صحیفے وکتب من وعن
اس کالے بلند پہاڑ میں پوشیدہ ہیں ۔ جو آپ کے سامنے ہے بعد حضرت
علی کرم اللہ وجہہٗ کے انتقال کے بعد سے وہ سب صحیفے اسی کے

کروہ امیدوارم کہ اگر طالع یاور بخت مددگار شود،
مکتوبے ازاں خط شریف عزیز بمن رسد واز ہمیں
منظور مدت سی سال کہ دریں بیشہ گوناگوں ریاضت
وحصول مدعا یافتہ گفت نے اکنوں بجائے حیدر کرار
مختار چوں تو حیدر بزرگوار آمدہ است عجبے نیست کہ
رہ بدار الملک حصول مدعا و مقصود برم، بعد ازاں
شاہ نوعی از استخارہ باو فرمود کہ بعد از استخارہ
سر بخواب نہد و آنچہ درجواب حکم شود برآں عمل
کند و شاہ کار آگاہ خود ہم شرائط استخارہ بتقدیم
رسانیدہ پارۂ سر بخواب نہاد حکم عالی از جناب
باعظمت اسد اللہ الغالب چناں صادر شد کہ اے
فرزند خجستہ سیر اسمک اسمی وہو حیدر راز یمن قدوم
میمنت لزوم تو ریاضت چندیں سالہ آں پیر را
قبول کردہ از نوشتجات عظمت آیات خود مصحفے
باو دو مصحفے بتو مرحمت فرمودیم۔ فردا شما ہر دو
قسمت خود بر حکم بخش بگیرید۔ علی الصباح
چوں شجرہ ازیں آفتاب از جزیرۂ فلک سر بر کرد
شاہ باآں پیر معمر پرسید کہ عمو دوش ترا چیزے
در عالم خواب نمودند، گفت نے۔ اگر امشب
از دولت اقبال تو چیزے بمن نمایند و ازاں کالائے
پنہاں نشانے دہند عجبے نیست، چوں وقت
شب رسید باز بہموں نوع شرائط استخارہ۔

اندر ہیں امید ہے کہ اگر قسمت یاوری کرے اور نصیبہ
ساتھ دے تو ان مبارک خطوط میں سے کوئی ایک حصّہ
مجھے بھی نصیب ہو، اسی خواہش کے تحت تیس سال سے
اس جنگل میں مختلف قسم کی ریاضتیں اور مجاہدے
کر رہا ہوں، اب جبکہ حیدر کرار کے بجائے آپ حیدر
بزرگوار آگئے ہیں تعجب نہیں کہ میں اپنے حصول مدعا میں
کامیاب ہو جاؤں۔ اس کے بعد شاہ نے انہیں ایک
استخارہ کا ایک طریقہ بتایا اور کہا استخارہ کے بعد
سو جاؤ اور جو کچھ جواب میں حکم ملے اس پر عمل کرو،
شاہ نے بھی استخارہ کے تمام شرائط ادا کرنے کے بعد آرام
کیا۔ پر عظمت بارگاہ حضرت اسد اللہ الغالب کرم اللہ
وجہہٗ سے یہ حکم عالی صادر ہوا کہ اے فرزند خوش سیر
تمہارا نام اور میرا نام ایک ہے، وہ ہے حیدر۔ تمہارے
مبارک آمد سے اس تیس سال کے عبادت گذار بوڑھے
کی ریاضت و عبادت قبول کیجاتی ہے اور ان مبارک مکتوبات
میں سے ایک مکتوب انہیں اور دو مکتوب تمہیں عطا کئے جاتے ہیں
کل تم دونوں اپنے اپنے حصے حاصل کر لیں۔ طلوع آفتاب
کے بعد آپ نے معمر آدمی سے پوچھا چچا آپ نے کل رات
خواب میں کوئی چیز نہیں دیکھی ہے؟ اگر آج کی رات
تمہارے نصیب سے کوئی ایسی چیز دکھائی دے جس سے
وہ سامان جو ہم سے پوشیدہ ہے اسکی جانب نشاندہی
ہو جانا تعجب نہیں۔ جب رات آئی پھر اسی طرح شرائط

بتقدیم رسانیده سر بخواب نهاد، ناگاه حکم عالی
از اسد اللہ الغالب در باب او چناں صادر شد
کہ فلاں حاشا ثم حاشا ازاں کلا لائے مخزون و مکنون
ترا نشانی دادن نبودیم و آں دروازہ ہرگز بر تو
کشادن نخواستیم ولیکن محض یمن قدوم میمنت لزوم
فرزند نیکو سیر قرۃ عینائی شاہ حیدر لا بد ازاں در
بر تو ہم کشادیم و ازاں مکتوب یکعدد بتو و عددین
باو بخشش فرمودیم۔ فردا شما قسمت خود بگیرید۔
چوں ازیں نوع در عالم خواب اجازت یافت بمجرد
اشک آلود و بر حسد از عالم خواب بیدار شد و گفتن گرفت
کہ من از مدت سی سال مقیم ایں بیشہ جفا کیش، ستم
و انواع انواع محن و شدت و گونہ گونہ رعب و دہشت
کشیدہ ام و ایں مرد ازیں محنت ذرہ نکشیدہ
شراب تلخ تنہائی ایں جزیرہ ذرہ نچشیدہ، بلکہ دریں
جا آمدہ ہنوز ہفتہ نشدہ ایں چہ معنی دارد کہ مرا گویند
کہ از یمن قدوم شاہ حیدر ازاں دروادہ بر تو کشادہ
ایم والا نہ ہرگز فتح باب آں کالائے مخزون بر تو
کردنے نہ بودیم و نیز گویند عددے بتو و عددین باو
مرحمت فرمودہ ایم، ازیں در اندیشہ و حسد ما لا یتناہی
افتاد، ناگاہ دریں اثنا ناگاہ چوں پیر معمر آفتاب
ریش دریں سفید نورانی از زنخدان مشرف
بر آوردہ و شاہ پیش آں پیر شد کہ السلام علیکم

استخارہ بجا لا کر سو گئے، اچانک حضرت علی کرم اللہ وجہہ
سے اس معاملہ میں اس طرح حکم عالی صادر ہوا کہ اے فلاں
ہرگز یہ چھپی ہوی دولت کی نشانی ہم تمہیں نہیں دیتے
اور اس دروازے کو ہم تم پر کھولنا نہیں چاہتے تھے۔
لیکن صرف فرزند ارجمند شاہ حیدر ولی اللہ کے تشریف
آوری کی برکت سے ہم تم پر یہ دروازہ کھولتے ہیں۔
اور ان مکتوبات مبارکہ میں سے ایک حصہ تمہیں، اور
دو حصے انہیں بخشتے ہیں۔ کل تم اپنے حصے لے لو۔
خواب میں اس طرح کی اجازت پانے کے بعد معمر آدمی
رشک اور حسد کے عالم میں خواب سے بیدار ہوے۔
اور اپنے آپ میں کہنے لگے کہ میں تیس سال کی مدت
سے اس جنگل میں ہر طرح کی تکلیف برداشت کرتا
آیا ہوں اور خوف و دہشت سہتا رہا ہوں، لیکن یہ
آدمی (حیدر ولی اللہ) ذرا برابر تکلیف نہیں اٹھایا اور
تنہائی کی تلخ شراب کو ذرا برابر بھی نہیں چکھا بلکہ اس
جگہ آکر ایک ہفتہ بھی نہیں ہوا اس کا کیا مطلب ہے ؟
مزید مجھ سے کہتے ہیں کہ شاہ حیدر کی آمد کی برکت سے
تجھ پر یہ دروازہ کھولا جاتا ہے ورنہ ہرگز یہ دروازہ
تجھ پر کھولا نہیں جاتا اور پھر کہتے ہیں کہ ایک تم لو، اور
دو آپ کو دیدو۔ اسی لا متناہی فکر میں وہ بزرگ پڑے
رہے۔ اس درمیان صبح کے وقت شاہ اُن کے سامنے
آئے اور سلام کیا، تو وہ بوڑھے نے جواب میں

از سرِ غیرت جواب داد کہ وعلیکم السلام، بعد ازاں
شاہ گفت یا عموی شب آں کالائی معلوم کہ بخش
ما و شما است بیا نما کہ آں کجا است تا بگیریم از روی
حسد جواب داد کہ شما را خود معلوم است کہ از برکت
شما آں در برما کشادہ ایم فرمودند۔ شاہ گفت نے
نے شما اول در پیش شوید و ما را باآں رہبری کنید
کہ مردی بزرگ سن و عموی باحرمت ہستید و در
عرب حرمت اب و عم یکی ہست۔ آخر الامر شاہ
ایشاں را بجہد بلیغ در پیش کرد، و ایشاں ہم
طوعاً و کرہاً راضی شدند۔ القصہ چوں آں
پیر معمر ساعتے چند بہ پیش کوہ معلوم از توجہ
تمام استادہ فاما ہیچ آثار قبول ظاہر شد
بعد ازاں آں سرور با دلی پاکساز حقد و حسد
بہ پیش آں بلند رسد، بتوجہ تمام مجرد استادن
آثار قبول توجہ نمایاں شدن گرفت و نسیم مرحمت
وزیدن آغاز کرد۔ ناگاہ شقی در میان کوہ سیاہ
پیدا شد۔ چنانچہ در دہنش مقدار آمد و رفت یک
کسی راہی پدید آمد۔ شاہ چوں دید کہ شقی در میان
کوہ پیدا۔ بعد ازاں شاہ فرمود کہ ای عمو برو قسمت
مقسوم ازاں برگیر۔ ناگاہ در حال روانہ آں
بلند رسیدہ خود را داخل آں شق ساختہ دید
بر جای بلند مصحفی چند نہادہ اند مجرد رسیدن

وعلیکم السلام کہا۔ اس کے بعد شاہ نے فرمایا اے چچا!
رات جن چیزوں کے بارے میں جو معلومات دی گئی ہیں
وہ تمہارے لئے اور ہمارے لئے ہیں، چلئے اور دکھائیے
کہ وہ جگہ کہاں ہے، تاکہ حاصل کرلیں۔ از روئے حسد اس
نے جواب دیا کہ وہ خود تمہیں معلوم ہے اور تمہاری ہی
برکت سے وہ دروازہ ہم پر کھولا گیا ہے۔ ایسا ہی تو فرمایا
گیا ہے۔ شاہ نے فرمایا نہیں نہیں آپ آگے چلئے اور
ہماری رہنمائی کیجئے اور آپ بزرگ آدمی ہیں، محترم چچا
ہیں اور عرب میں والد اور چچا کی عزت یکساں ہوتی ہے۔
آخر کار شاہ اپنی تمام کوششوں سے ان کو آگے بڑھایا
اور وہ بھی طوعاً و کرہاً راضی ہوے۔ حاصل کلام جب وہ
معمر آدمی کچھ دیر کے بعد پوری توجہ کے ساتھ ایک پہاڑ کے
قریب کھڑا ہوگیا مگر قبولیت کے کوئی آثار ظاہر نہ ہوے
اس کے بعد شاہ کہ جن کا قلب مبارک حقد و حسد سے
پاک تھا اس پہاڑ کی بلندی پر پہنچے اور کامل توجہ کے
ساتھ قیام فرمانا ہی تھا کہ قبولیت کے آثار نمایاں ہوے
نسیم رحمت چلنے لگی اچانک اس کالے پہاڑ کے درمیان
ایک پھٹن ظاہر ہوئی۔ صرف ایک آدمی کے جانے اور آنے
کا راستہ پیدا ہوا۔ شاہ نے جب اس پھٹن کو دیکھا تو
فرمایا اے چچا اندر جاؤ اور اپنے حصہ کو لے آؤ۔ معمر آدمی
پہاڑ کی بلندی پر پہنچے اور اس شق کے اندر داخل ہوے
دیکھا کہ اونچے ایک مقام پر چند صحیفے رکھے ہوے ہیں۔

در آنجا مصحفی خود بخود در برابر رسید کہ قسمت خود
داشت، دست دراز کردہ در بغل گرفت، بار دیگر
کوہ دلرا از شق غیرت منشق ساختہ، باز دست دراز
کردہ مصحفی دیگر گرفت، ہر دو در بغل کردہ خواست
کہ بیروں در شود۔ ناگاہ حکم عالی از عالم غیبی از جناب
اسد اللہ الغالب کرم اللہ وجہہ، بآں کوہ منشق چناں
صادر شد کہ فلاں کسی تجاوز از حکم ما کردہ بی اذن و
رخصت ایں جانب مصحفی دیگر گرفت است، پس زنہار
زنہار ای سنگ گراں انبار کہ ہر گاہ کہ ہر دو مصحف
در بغل کردہ در شق شما آید شما ہر دو وصلہ سنگیں فراہم
آمدہ چناں کنید کہ از میاں شما سلامت نگذرد تا کہ
تا سر پا دو نیم شد ناگاہ باہر دو جلد اشک آلودہ بمقابلہ
آں شخص رسیدہ پای بیروں و پای درون داشت
کہ ہر دو وصلہ سنگیں از بالا و زیر ہر دو بہم آمدہ او
را در میان خود چسپانیدند، شاہ چوں و ایں احوال
برای العین مشاہدہ نمود آثار ترس و رعب بر بشرہ
مبارکش ظاہر شد۔ باز دلش نخواست کہ داخل در
شدہ قسمت خود بگیرد۔ پس متحیر و متفکر در آنجا
استادہ در اندیشہ دور و دراز افتاد کہ مبادا اگر
من اول داخل در شدی آنچہ کہ او دید من ہم دیدمی
و آنچہ کہ او رسید من ہم رسیدہ۔ ناگاہ دریں اثنا
آوازی از ہاتف غیبی شاہ رسید کہ ای قرۃ العین

اُن کے پہنچتے ہی ایک صحیفہ خود بخود نیچے آ گیا۔ انہوں
نے سمجھ لیا کہ یہ اپنا حصہ ہے۔ ہاتھ دراز کیا اور
ایک صحیفہ اٹھا لیا۔ اور اپنے بغل میں رکھ لیا۔
دیکھا کہ پہاڑ کی پھٹن ابھی کھلی ہوئی ہے۔ ہاتھ
بڑھا کر دوسرا صحیفہ بھی اٹھا لیا اور دونوں صحیفوں
کو بغل میں دبا کر باہر نکلنا چاہتے کہ اچانک غیب سے حضرت
علی کرم اللہ وجہہ کا حکم عالی پھٹے ہوئے پہاڑ پر اس طرح
صادر ہوا کہ فلاں شخص ہماری حکم عدولی کی ہے اجازت
کے بغیر دوسرے صحیفے کو بھی لے کر آ رہا ہے، اے سنگ گراں
بار، جب وہ شخص دو صحیفے بغل میں دبائے تمہارے شق
سے گذرنا چاہے تو تم دونوں پتھروں کو جا دو تا کہ وہ
سلامتی کیساتھ گذر نہ سکے یہاں تک کہ دو ٹکڑے ہو جائے۔
جب وہ معمر شخص دو جلد لیکر اس شق کے مقابلے میں آئے
ابھی ایک پاؤں اندر ایک پاؤں باہر ہی تھا کہ وہ دونو
شق ایک دوسرے سے اوپر اور نیچے جمع ہو گئے اور اس
آدمی کو درمیان میں چپکا دیا۔ سر سے پاؤں تک دو
ٹکڑے ہو گیا۔ شاہ نے جب اپنی آنکھوں سے اس حالت کا
مشاہدہ کیا تو خوف و دہشت کے آثار آپکے چہرۂ مبارک
پر ظاہر ہونے لگے۔ آپکا دل نہیں چاہا کہ اس دروازہ
کے اندر داخل ہو اور اپنے حصہ کو لے۔ پس متحیر و
متفکر ہو کر اسی جگہ کھڑے رہے اور سوچنے لگے، اگر
میں پہلے داخل ہو جاتا تو میری بھی یہی حالت ہو جاتی تھی۔

حیدر کرار، وای قطعہ کبد الرسول بزرگوار زود باش و پیش شو و قسمت و مقسوم خود بگیر شاہ گفت نمی خواہم کہ جان شئ عزیز است و از برائے چنیں کالا چنیں شئ عزیز را در ورطۂ مخافت و تہلکہ افگندن از عقل عاقلاں دور است ای جد بزرگواری حکم عالی ترا چگونہ محکوم شوم و از برای آوردن قسمت مقسوم چگونہ پیش روم چگونہ پس و پیش نہ نہم کہ اولا آں مرد را دروں خواندی و گونہ گونہ حرفہای استمالت و مرحمت ہر صفحہ دلش نہادندی آخر از امیدواری داخل شدن ہماں از سر تا پا دو نیم ہماں پس در چنیں مخافت کہ اولین قدم کاہش مخافت جان باشد چگونہ قدم زنم باز ندا آمد کہ اے فرزند شائستہ از وقوع ایں واقعۂ ہائلہ دلی تنگ مشو کہ ایں مرد از شومیت اعتدادی خود بسرا رسید و گر از جادۂ حکم ما عدول نکردی حاشا روزی ایں روز شوم ندیدی بلکہ مامون و مضمون با عروس مراد ہم آغوش شدہ صحیح و سالم بیروں فرامیدی۔ پس زود باش و ہیچ گونہ اندیشہ و خدشہ بخاطر عزیز راہ مدہ، خراماں و خنداں داخل درشو۔

وامنا من الخوف الرعب مع جلدین عزیزین مبارکین بیروں آر القصہ بعد از قیل و قال بسیار شاہ ذی الانتباہ دید کہ آں جد بزرگوار تملیک آں

اچانک اسی درمیان ایک غیبی آواز آپکے کانوں تک پہنچی، اے قرۃ العین حیدر کرار، اے لخت جگر رسول بزرگوار جلدی کرو اور آگے بڑھو، اپنے حصہ کو لے لو، شاہ نے فرمایا ان چیزوں کے حصول کے لئے اپنی جان عزیز کو خطرات میں ڈالنا نہیں چاہتا۔ اس بھنور میں خود کو ڈالنا دانشمندی نہیں ہے۔ اے جد بزرگوار آپکے حکم عالی کی تعمیل کیسے کروں اور اپنے حصہ کو حاصل کرنے کے لئے آگے بڑھوں۔ پہلے تو اس آدمی کو اندر بلایا گیا اور مختلف قسم کے نوازشات کی خواہش اس کے دل میں ڈالی گئی۔ جب وہ امید کے ساتھ داخل ہوا تو اسکے دو ٹکڑے کر دئے گئے۔ ایسے خوف کے عالم میں جسکا پہلا قدم ہی اندیشۂ جان کا سبب ہے میں کیسے آگے بڑھ سکتا ہوں۔ دوبارہ آواز آئی اے فرزند ارجمند اس واقعہ سے تم کو کبیدہ خاطر نہ ہونا چاہیئے۔ اس شخص نے حکم عدولی کی اپنی سزا پایا۔ اگر وہ ہماری حکم عدولی نہ کرتا اسے ہرگز یہ دن نہ دیکھنے پڑتے بلکہ اپنے مقاصد کو حاصل کر کے آرام کے ساتھ باہر جاتا۔ تم جلدی کرو اور اپنے دل عزیز میں کوئی خدشہ و اندیشہ مت لاؤ، ہنسی خوشی سے اس دروازے میں داخل ہو جاؤ۔ خوف و دہشت سے بے خوف ہو کر دو جلدوں کو جو بابرکت ہیں لیکر باہر آؤ۔ القصہ بہت کچھ گفتگو کے بعد شاہ ذی جاہ نے دیکھا کہ جد بزرگوار ان دو جلدوں کا مالک بنا دینے کے لئے بہت ہی مصر ہیں ناچار سمعنا و اطعنا کہتے ہوئے

جلدین بسیار ساعی وقاصد ہست چار حرف
سمعنا واطعنا زبان فرمود کہ ای ازاں جلد ہای
واقی وصافی مارا یکی کافی ہست. پس
امیدوارم کہ بتکلیف اخذ جلدین مکلف نکنی
بازاز واری غیب چنیں منادی شد کہ از فرزند
برخوردار زنہار زنہار رضای دل مانگہدار
وازاں جلد ہائے مبارک عددین فراہم آر اگر خاطر
عزیزت خواہد ہر دو را برای خود نگاہدار والا نہ
ازاں جلدی بشاہ اسمٰعیل کہ پادشاہ ہست در ملک
عرب وازمدت العمر آرزو میدارد کہ پارچہ از نوشتہ
جات دست مبارک من بیابد وما ہم می خواہیم کہ
خواہش او را بقبول مقروں داشتہ از کتابت
خود مرحمت او کنیم ازدست خود یکی ازاں باو بدہی
الغرض آں سرور مامور امر جد جلیل القدر شدہ
خود را داخل ساخت بمجرد داخل شدن دو جلد
ازاں رسد بلند خود بخود فرود آمد۔ پس ہر دو از
دست مبارک در بغل گرفت آں سرور سالم وغانم
رفت، ہستی خود بدر آوردہ الغرض چوں وجود
آں پیر بزرگوار معلوم کرد و وصلہ شد ہمہ دراں
نیم بیروں ماندہ بود، چوں آنسرور دروں آں شق
داخل شد ازاں وصلہ معلوم ہیچ اثری نیافت،
وچوں بیروں آمد ہمچناں از وصلہ دیگہ ہم نشانی

فرمایا ان دو جلدوں میں سے مجھے ایک ہی کافی
ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ آپ مجھے دوسری
جلد لینے کی تکلیف نہ دینگے۔ غیب سے آواز آئی
اے فرزند ارجمند ہماری خوشنودی کو ملحوظ رکھو
اور ان جلدوں میں سے دو لے لو تمہارا دل چاہے تو
دونوں رکھ لو یا ایک جلد شاہ اسمٰعیل، جو
عرب کا بادشاہ ہے اور ایک زمانے سے
ہمارے دست مبارک سے لکھی ہوی چیزوں کا
خواہشمند ہے اس کے حوالے کردو۔ ہم خود
چاہتے ہیں کہ اس کی یہ خواہش قبول کرلیں اور
اپنی لکھی ہوی چیز انہیں عطا کریں۔ لہذا
اپنے ہاتھوں سے انہیں ایک جلد دے دو۔

الغرض آپ اپنے جد بزرگوار کے حکم کی تعمیل
کرتے ہوے جیسے ہی شگاف میں داخل ہوے
دونوں جلد اوپر سے نیچے آگئیں۔ آپ نے دونو
جلدوں کو بغل میں رکھا سلامتی اور کامیابی کے
ساتھ باہر نکل آئے۔

جس وقت آپ شگاف میں داخل ہوئے تو
آپ اس معمر آدمی جو (ٹکڑے ہوکر آدھا اندر آدھا
باہر پڑا ہوا تھا) کے حال کو معلوم کرنا چاہا۔ اس
جگہ اس حادثہ کی کوئی نشانی موجود نہ پاکر سخت
حیران ہوئے۔

در نظرش نیامد در خود حیران شد۔ فی الجملہ آں سرور از آں جامع ہر دو جلد بر کنارہ دریا آمدہ باز بر آں تختہ کہ در گرت اول نشستہ بود و بوقت دخول جزیرہ از آب کشیدہ ہمچناں بر کنارۂ آب دریا نہادہ بود ہموں تختہ در آب افگند، و برآں تختہ سوار شدہ آں ہر دو مصحف پیش خود نہادہ کہ بر سر آب راہ رواں شد۔ اتفاقاً در ہماں شب در خواب شاہ اسمٰعیل اسد اللہ الغالب کرم اللہ وجہہ، حاضر شدہ چناں بشارت داد کہ اے فلاں از مدت العمر آرزوی داریں کہ پارچہ کاغذی از دست مبارک من مکتوب باشد بیابی و شب و روز و روز و شب ہمت بریں مصروف میداری پس حسن عقیدت و توجہ ترا بشرف قبول مشرف داشتہ در فلاں تاریخ و فلاں ساعت از فلاں راہ قرۃ العین بارادت خود بر تو رسیدہ جلدی از مکتوب خود بر تو برسا۔ پس صورت املح و شکل دلکش شاہ حیدر را از سر تا ناخن یا در نظرش در آوردہ۔ چوں شاہ اسمٰعیل ازیں بشارت و مژدہ جاں بخش مسرور و مبہوج شد ہر روز در راہی کہ آں شیر خدا نشانی دادہ بود، باں طرف سواری فرمودہ منتظر قدوم میمنت لزوم آں سرور بودی، القصہ روزی بر حکم

آپ دونوں جلدوں کو لے کر سمندر کے کنارے آئے اور اس تختہ کو جس پر سوار ہو کر آئے تھے دریا میں ڈال کر سوار ہوئے اور دونوں صحیفوں کے ساتھ روان ہو گئے۔ اسی رات حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے شاہ اسماعیل کو خواب میں بشارت دی کہ ایک زمانہ سے ہمارے ہاتھ سے لکھی ہوئی کتاب کے آرزومند ہو اور دن رات اسی خیال میں رہتے ہو، تمہاری عقیدت کو شرف قبولیت عطا کرتے ہیں۔ اور فلاں روز فلاں تاریخ اور فلاں وقت، فلاں راستے سے فرزند ارجمند تمہارے پاس آئیں گے، اور ایک جلد تمہیں عطا کریں گے۔ خواب ہی میں حضرت شاہ حیدر ولی اللہؒ کی دلکش شکل وصورت سر سے پا تک دکھادیا۔ شاہ اسماعیل اس جاں افروز بشارت سے بہت ہی مسرور ہوئے۔ اور ہر روز گھوڑے پر سوار ہو کر شیر خدا کے بتائے ہوئے وقت اور راستہ پر شاہ کے قدوم میمنت لزوم کا انتظار کرنے لگے۔

حسب عادت ایکروز بادشاہ سوار ہو کر

عادت معہود چوں بآں طرف معلوم رسید
یکایک دید کہ بر کنارۂ دریا و زیر درختی
شخص بزرگوار باجبہۂ نورانی نشستہ دو
جلد مصحف پیش نہادہ چوں آں شاہ عقیدت
مند خوب نظر فرمود علامت و نشانی کہ در
خواب دیدہ بود ہر ہمہ در جبہۂ مبارکش و در
وجود آنسرور برجا دید۔ ہموں وقت خود
را از آداب و اشتیاق تمام از مرکب سواری
بزیر افگند و سجدات شکر بتقدیم رسانیدہ
پیش آنسرور درآمد و بتعظیم ہرچہ تمام تر
باتجمل و دبدبۂ بادشاہی درون شہر خود
براد، القصہ شاہ ازاں جلدین جلدی باو
مرحمت فرمود، بعدازاں او ازانجا باز مسافر
شد۔

بتائے گئے راستہ پہ جارہے تھے
کہ یکایک ان کی نظر سمندر کے کنارے
ایک درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے بزرگ
پہ پڑی جو دو صحیفے اپنے ساتھ رکھے
ہوئے بیٹھے تھے۔ بادشاہ نے غور سے دیکھا
خواب میں دیکھی ہوئی تمام علامتیں اور نشانیاں
آپ کے چہرۂ مبارک پہ واضح تھیں۔ فرطِ
ادب سے اتر پڑے، آداب بجا لاتے ہوئے
آپ کی خدمت میں پہنچے اور پوری تعظیم وتکریم
اور شاہانہ دبدبہ کے ساتھ آپ کو اپنے
شہر میں لے آئے۔ شاہ نے ان دونوں
جلدوں میں سے ایک جلد بادشاہ کو عنایت فرمایا۔
اور وہاں چند دن قیام کرنے کے بعد سفر پہ
روانہ ہو گئے۔

عارف زماں

اعلیحضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز



مرحبا قومے کہ دادِ بندگی را دادہ اند
ترکِ دنیا کردہ اند و از ہمہ آزادہ اند

سرکار رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے ان الانبیاء لم یورثو دینارًا و لا درھما وانما ورثو العلم یعنی انبیاء کرام اپنی میراث میں دینار و درہم نہیں چھوڑتے بلکہ وہ اپنی وراثت میں علم کو باقی رکھے نیز دوسری جگہ آپ نے ارشاد فرمایا العلماء ورثۃ الانبیاء علماء انبیاء کے وارث ہوتے ہیں۔ داعی اعظم ہادی بنی آدم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ اقوالِ کریمانہ سے یہ بات صاف واضح ہوتی ہے کہ دراصل صوفیاء کرام ہی علمائے ربانیین کہلانے کے مستحق ہیں اور وہ صحیح معنوں میں وراثت انبیاء کے حقدار ہوتے ہیں۔

قطب المحققین علامہ شیرازیؒ درۃ التاج میں رقمطراز ہیں: ''جو لوگ جان و تن کے ساتھ انبیاء کرام کی شریعت کا حق ادا کرتے ہیں، اور اپنے قول و فعل اور علم و عرفان کے ذریعہ بطریق ولادت معنوی انبیاء و رسل سے نسبت صحیحہ پیدا کرتے ہیں اور وہ اس عظیم سرمایہ کو بطور میراث پاتے ہیں۔ اور اس کے علاوہ وہ حق تصرف حاصل کرتے ہیں۔

اور یہ وارثان حقیقی صوفیائے عظام و مشائخین کرام اور علمائے راسخین کے سوا کوئی نہیں جنہوں نے اپنے ظاہر و باطن کو مصفّا کیا اور فنا و بقا کے مراتب عالیہ سے گذرتے ہوئے ان کا حق ادا کیا۔ اور یہی وہ لوگ ہیں جو ذکر و فکر کو دوام بخشتے ہوئے آگے چل کر صوفی کہلائے۔

حضرت محبوب سبحانی غوث صمدانی سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا ارشاد گرامی ہے کہ تصوف کے کل آٹھ خصائل ہیں جن میں سے ہر ایک کا تعلق انبیاء کرام کے خصائل و عادات کے ساتھ منسلک ہے۔ (فتوح الغیب)

التصوف مبنی علی خصال، السخاء لابراھیم

والرضا لاسحٰقؑ۔ والصبر لایوبؑ، والاشارۃ
لذکریا، والغربۃ لیحیٰؑ۔ ولبس الصوف لموسیٰؑ
والسیاحۃ لعیسیٰ، والفقر لمحمد صلی اللہ
علیہ وعلیہم السلام۔

وراثت انبیاء کو پانے والوں میں سے ایک
برگزیدہ شخصیت اعلیٰحضرت مولانا محی الدین سید شاہ
عبد اللطیف قادری نقوی المشہور بہ قطبِ ویلور قدس
سرہٗ العزیز کی ذات گرامی بھی ان مقدس خصائل سے
آراستہ و پیراستہ تھی۔ آپ ظاہر و باطن کے جامع، عابد یگانہ
و زاہدِ زمانہ اور صوفی الوقت تھے۔

اعلیٰحضرت قطبؒ ویلور قدس سرہ العزیز حضور
اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متبع و پیرو تھے۔ آپ کے جود و سخا کا یہ
عالم تھا کہ کبھی کوئی آپ کی بارگاہ سے مایوس نہیں لوٹا اور
نہ آپ نے کسی سائل کو رد فرمایا۔ آپ سخاوت کو اتنا پسند فرمایا
کرتے تھے کہ دیکھنے والے حیرت و استعجاب میں پڑ جاتے، اور
آپ سخاوت میں امراء و اغنیاء سے سبقت لیجاتے، اور آپکا
یہ خاصہ تھا کہ سائل جتنا سوال کرتا اس سے کہیں زیادہ
عطا فرماتے۔

صاحب مقالات طریقت فرماتے ہیں کہ امیر و فقیر
کی حسب خواہش بلا امتیاز ضیافت فرماتے تھے جب تک اس کا
قیام رہتا بحسن و اخلاق قیام و طعام کا انتظام فرمایا کرتے
اور مہمان کو تین دن سے زائد رکھنے پر مجبور کر دیتے۔
ہمہ وقت آپ کا دستر خوان مہمانوں کے لئے وسیع کر دیا
جاتا تھا۔ ایک واقعہ مذکور ہے جبکہ آپ دنیا سے پردہ فرما
چکے تھے، اکبر تبہ سید ذاکر نامی ایک قندھاری صاحب
حضرت مکان تشریف لائے اور مسجد میں کسی سے سوال کئے
بغیر بھوکے سو گئے۔ اور آپ کے آنے کی خبر کسی کو نہیں تھی۔
یہ اس وقت کی بات تھی جبکہ آپ کا وصال مدینہ منورہ میں ہو
چکا تھا۔ جس رات مسافر مہمان بھوکا سو رہا تھا اسی رات
حضرت قطبؒ ویلور نے اپنی ایک خادمہ کو خواب میں اس
معاملہ کی خبر دی اور فوراً انتظام کا حکم فرمایا۔ خادمہ نے
عرض کیا حضرت! مہمان کون اور کس مقام پہ ہے؟ تو
حضرت نے اس کی نشان دہی فرمائی کہ سید ذاکر حسن قندھاری
مسجد میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد خادمہ نے حضرت سے
عرض کیا کہ کھانا تو موجود ہے لیکن سالن نہیں ہے۔ آپ نے
فرمایا سالن نہ ہو تو کم از کم چٹنی تیار کر کے کھانا پہنچا دو۔
خادمہ نیند سے بیدار ہو گئی اور فوراً اسی وقت طشت
میں کھانا رکھ کر پہنچا دیا جہاں وہ آرام کر رہے تھے۔
قندھاری صاحب حیران تھے کہ اطلاع کے بغیر یہ کھانا
کیسے آگیا۔ خادمہ سے انہوں نے کہا کہ اتنی رات گئے
کھانا؟ مجبوراً خادمہ کو حقیقت حال کا اظہار کرنا ہی پڑا۔

حضرت قطبؒ ویلور کی شخصیت میں توکل، اور
استغنا بدرجۂ اتم موجود تھا۔ ہر معاملہ میں خدا کی ذات پر
بھروسہ و یقین اور توکل رکھتے تھے اور غنا کا یہ عالم تھا کہ

کبھی آپ نے امراء و اغنیا کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا، اور نہ اُن سے راہ و رسم رکھی گویا آپ کی مقدس زندگی الرضا عن اللہ والغنی عن النفس کے مصداق تھی۔

جب اسلام کی تبلیغ کرتے ہوئے حضرت نے ملکۂ وکٹوریہ کو دعوت نامہ بھیجا تو وکٹوریہ نے آپ کی خدمت میں گراں قدر رقم بطور نذرانہ روانہ کی لیکن آپ نے شکریہ کے ساتھ واپس لوٹاتے ہوئے تحریر فرمایا کہ میرے لئے سب سے بہتر نذرانہ یہی ہے کہ تم مذہب اسلام قبول کر لو۔

نیز آپ کے توکل واستغنا کا ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیے کہ ایک مرتبہ حسین آباد جو ہسور کے نام سے مشہور تھا وہاں کے نواب صاحب کی بیگم صاحبہ نے نواب صاحب کو کہا کہ ہم حضرت قطب ویلور کی خدمت بابرکت میں حاضری دیں گے۔ نواب صاحب اپنی بیگم صاحبہ کو فہمائش کرتے ہوئے کہا کہ فی الوقت نہیں کیونکہ محصولات کے دن بھی قریب آچکے ہیں، لہٰذا چند دن بعد چلیں گے۔ چند روز بعد نواب صاحب اور ان کی بیگم صاحبہ حضرت قطبؒ ویلور کی خدمت میں تحفہ و تحائف کے ساتھ حاضر ہوئے تو آپ نے تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا "میرا اور آپ کا رزاق اللہ ہے" جس وقت ارادہ ہوا اسی وقت چلے آنا تھا۔ اس ارشاد کو سنتے ہی نواب صاحب اور ان کی بیگم صاحبہ متحیر ہو گئے کیونکہ ان کے دلی ارادے سے کوئی واقف نہ تھا۔ اس چیز سے آپ کی فراست عالیہ کی نشان دہی ہوتی ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے اتقوا بفراسۃ المومن لانہ ینظر من النور اللہ اوکما قال علیہ السلام۔

صبر آپ کی طبیعت میں بدرجۂ اتم موجود تھا، خلق کی ایذا رسائی سے آپ کی شان کریمی میں سر مو فرق نہیں آیا۔ اکثر مرتبہ چند نااہلوں کی نازیبا حرکتوں سے آپ کو حکومت کی جانب سے وقتی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا لیکن آپ ہمہ وقت صبر کے دامن کو تھامے ہوئے عفو و کرم کا نمونہ بنے رہے۔

"مطلع النور" میں ایک واقعہ مذکور ہے، آپ کا ہمیشہ یہ معمول تھا کہ روزانہ پابندی کے ساتھ وعظ و نصیحت فرمایا کرتے تھے۔ چند بدبختوں نے یہ افواہ پھیلائی کہ حضرت اپنے بیان کے ذریعہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے خلاف مسلمانوں کو اُبھار رہے ہیں۔ یہ خبر جب کمپنی کو ملی تو اس نے عدالت میں مقدمہ دائر کیا اور آپ کو نظر بند کرنے کا حکم صادر کیا گیا لیکن آپ کی برأت کا علم جب ملکۂ وکٹوریہ کو ہوا تو اس نے غلط فہمی کی معذرت چاہی اور ججوں نے آپ سے کہا کہ جو الزامات آپ پر لگائے گئے ہیں اور مخالفین نے آپ کو جو تکلیف پہنچائی ہے اس کے تحت آپ اپنی حرمت کا دعویٰ کریں۔ جواب میں آپ نے فرمایا کہ مجھے کسی نے تکلیف نہیں پہنچائی اور نہ پہنچا سکتا ہے۔ لہٰذا بلا وجہ میں کسی کو کیوں تکلیف دوں اور میں اپنی ہر مرضی کو مشیت الٰہی پر قربان کر دینا عین کمال سمجھتا ہوں۔ اس واقعہ سے ہمیں حضرت والا صفات کے خدا کی قضا و قدر پر رضامند ہونے کا اور صبر و رضا کو اختیار کرنے

کا پتہ چلتا ہے ۔ ؎

خواہش من خدا کے خواہش کے تئیں فنا کر

تو بی خموش رہنا ہمیشہ صفا ہے

فصوص الحکم میں حضرت شیخ محی الدین بن عربیؒ نے فصل الربیبہ میں ستر آلہی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ: "صبر غیر اللہ کی طرف شکوہ نہ کرنا ہے"۔

حضرت ایوب علیہ السلام نے جان کنی و جان گداز عالم میں خدا ہی پر توکل کیا۔ سارے مصائب و آلام کو مصلحتِ خداوندی پر چھوڑ دیا اور خود کو اپنی نظر سے چھپا لیا۔

اعلیحضرت قطبؒ ویلور وارث انبیاء ہونے کے ناطے آپ کی شخصیت صبر و رضا کی پیکر بنی رہی۔ بایں وجہ آپ نے غیر اللہ کی شکایت کرنے پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا اور اپنے ارادوں کو خالق کائنات کی رضا جوئی پر موقوف ٹھہرایا۔ حضور سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ کے قول ساکن الجوارح مطمئن الجنان مشروح الصدر منور الوجہ عامر باطن عینا عن الاشیاء لخالقھا کی سچی تفسیر ہیں۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے جب حضرت زکریا علیہ السلام کو بیٹے کی بشارت دی تو فرمایا کہ ذکریا علیہ السلام کی قوتِ گویائی چند دنوں تک چھین لی جائے گی اور یہ علامت پیدا ہونے والے فرزند صالح کی تھی۔ اللہ رب العزۃ کا فرمان ہے قال رب جعل لی آیۃ قال ایتك علیہ ان لا تکلم الناس ثلثۃ ایام الا رمزا (آل عمرانؑ)

چنانچہ باپ بیٹے یعنے حضرت ذکریا و یحییٰ علیہم السلام اشاروں میں گفت گو کیا کرتے تھے یعنی گفتگو کم اور عبادت خداوندی زیادہ۔ یہی کیفیت صوفیائے کرام کی بھی ہوا کرتی ہے۔ ان کا اہم اصول یہ ہوتا ہے کہ وہ بہت کم بولتے اور عبادت الٰہی میں ہمہ وقت مصروف رہتے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس زندگی بھی بہت کم بولنے اور زیادہ غور و فکر کرنے میں صرف ہوا کرتی تھی۔

اسی طرح جب ہم حضرت قطبؒ ویلور کی زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں تو انبیاء کرام کی مذکورہ صفات کے جلوے ہر طرف بکھرے نظر آتے ہیں۔ آپ بھی زیادہ گفتگو سے محترز اور ہمیشہ خاموش اور غور و فکر میں مشغول رہتے تھے اور اپنی زندگی کے لمحات کو صرف درس وتدریس وعظ و نصیحت تصنیف و تالیف اور افتاء نویسی کے لئے آپ نے وقف کردیا تھا۔ اعلیحضرت قطبؒ ویلور نے ابتداء میں علوم رسمیہ کے جدول مناقشہ میں مشغول رہے اور اس کے بعد آپ نے ترک و تجرید کی یعنی غربت کی راہ اختیار کرلی تھی اور اپنے باطن کو الطافات وعنایاتِ الٰہی سے مصفا بنالیا تھا ؎

خواہی کہ رہے بکوئے تحقیق مری

چوں اہل حق از جلال می باش مری

با اہل خدا نشیں و با ایشاں باش

باشد کہ مگر بہ بال ایشاں مری

کتاب العراس میں لکھا ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم صوف کا لباس پہنا کرو، کیونکہ اس کی وجہ سے قیامت میں پہچانے جاؤ گے۔ صوف کو غائر نظر سے دیکھنا دل میں تفکر پیدا کرتا ہے۔ صوف کے اصطلاحی معنی موٹے کپڑے کے ہیں۔ عوارف المعارف میں اسی مضمون کے تحت ایک حدیث شریف آئی ہوئی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ صوف کے لباس سے اپنے دلوں کو منور اور روشن کرلو اگرچہ کہ وہ دنیا میں ذلت کا لباس ہے مگر آخرت میں خلعتِ نور ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حدیث کی پیروی کرتے ہوئے آپ ہمیشہ صوف کا لباس پہنا کرتے تھے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سیاحت تبلیغ اسلام کے لئے وقف تھی۔ اور حضرت قطبؒ ویلور کی جامع شخصیت نے بھی انبیاءِ کرام کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اپنی زندگی کو تبلیغ اسلام کے لئے وقف فرمادیا تھا۔ آپ نے ہفتہ میں دو روز وعظ و نصیحت کے سلسلے کو جاری فرمایا اور آپ نے ملکۂ وکٹوریہ کو دعوت اسلام کیلئے ایک دعوت نامہ تحریر فرماکر روانہ کیا تھا جس کا ذکر آگے گذر چکا ہے۔ جب حضرت نے وکٹوریہ کے تحفے و تحائف کو شکریہ کے ساتھ واپس کرتے ہوئے اس نامہ کو تحریر فرمایا۔ "میرے لئے سب سے زیادہ مسرت بخش نذرانہ یہی ہے کہ تم مذہب اسلام قبول کرلو"۔ تو اس کے جواب میں وکٹوریہ نے دین اسلام کو حق پر ہونے کا اعتراف کرتے ہوئے ایمان نہ لانے کے چند وجوہات کا ذکر کیا اور مزید اس مضمون کو لکھی کہ "اتنا ضرور کہوں گی کہ ہماری وسیع سلطنت میں ہندوستان کے اندر ایک ایسا مومن کامل بھی ہے جو حق گوئی میں اپنی مثال آپ ہے اور اپنے دل میں خدمت اسلام کا صحیح جذبہ رکھتا ہے"۔ آپ نے تبلیغ اسلام کے سلسلے میں کئی دعوت نامے مختلف امراء و سلاطین کو روانہ فرمایا۔ چنانچہ تقریباً ایک سو سے زائد خطوط لندن اور دیگر مقامات کے راجاؤں کو روانہ کیا۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے، الفقر فخری یعنے فقر میرے لئے باعث افتخار ہے، اور دوسری حدیث میں آتا ہے حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے شانے کو پکڑ کر فرمایا کہ "دنیا میں مسافر اور راہ گیر جیسا رہ"۔ یہ بات بالتوفیق من جانب اللہ ہوتی ہے اور درویشوں کو عنایت کی جاتی ہے جو اپنے فقر و فاقہ کے باوجود غنی نظر آتے ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے للفقراء الذین احصروا فی سبیل اللہ لا یستطیعون ضربا فی الارض یحسبھم الجاھل اغنیاء من التعفف یعنے فقراء کی فی سبیل اللہ خدمت کرنی چاہیئے جو اللہ کی راہ میں روکے گئے ہیں۔ زمین میں چلنے کی طاقت نہیں رکھتے۔ جن کو جاہل لوگ سوال نہ کرنے کی وجہ سے مالدار سمجھتے

ہیں اور بقول حضرت ابن الجلاءؒ کے فقر وہ ہے جو تیرے
پاس کچھ نہ ہو اور اگر کچھ ہو تو تیرے واسطے نہ ہو۔ حضور اقدس
صلی اللہ علیہ وسلم کو فقر وفاقہ سے اتنی محبت والفت تھی، کہ
آپ کی زبان مبارک سے یہ دُعا جاری رہتی تھی اللھم
احیینی مسکینا وامتنی مسکینا واحشرنی
فی زمرۃ المساکین اسی طرح اعلیحضرت قطبؒ ویلور
نے اپنی زندگی کو فقر وفاقہ سے آراستہ و پیراستہ کر لیا
تھا اور آپ کی زندگی عشق الٰہی اور احکام خداوندی کے
بجا لانے میں صرف ہوتی رہی کیونکہ حضرت شبلیؒ کا قول ہے
الفقیر من لا بشئی دون اللہ یعنی فقیر اللہ عزوجل
کے بغیر آرام نہیں پا سکتا۔

حضرت قطبؒ ویلور فرماتے ہیں کہ جس رات فقیر کو
فاقہ ہو وہ رات اس کے لئے شب معراج سے کم نہیں کیونکہ
اس رات لذت عبادت بڑھ جاتی ہے۔ آپ کی زندگی کے
اکثر لمحات عبادت خداوندی اور خدمت خلق میں گزرتے
تھے۔ اصلاح خلق کو ترجیح دیتے ہوئے آپ ۱۲ زبردست
کتابیں شریعت وطریقت کے موضوع پر تصنیف فرمایا۔
بقولہ ابوالحسن نوریؒ ــ نعت الفقیر السکوت
عند العدم والبذل عند الوجود وقال ایضا
الاضطراب عند الوجود۔ فقیر کا وصف یہ ہے کہ
میسر ہونے کے وقت سکوت اختیار کرے، اور میسر آنے
کے وقت خرچ کرے۔ حضرت قطبؒ ویلور جود وسخا کو
پسند فرماتے رہے۔ آپ نے اپنے در سے کسی سائل کو محروم
نہ ہونے دیا۔ اور غیر مسلموں کو اسلام کی طرف رجوع کرنے
کے لئے ہر طرح کی امداد واعانت فرمائی۔ مگر آپ ہمیشہ خلق
کی عنایات سے بے نیاز رہتے تھے۔ اور بسا اوقات فقیروں
کو مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ بقول حضرت شبلیؒ کے
الفقر بحر البلاء وبلاءہٗ کلہ عز یعنی فقر وفاقہ مصیبتوں
کا دریا ہے اور فقر وفاقہ میں جھیلی ہوی مصیبتیں باعث
عزت ہوتی ہیں۔ اسی لئے آپ نے شکر کے ہاتھوں صبر کا
استقبال کیا۔ چونکہ آپ کو اپنی زندگی میں چند نا اہلوں سے
واسطہ پڑا جو مصائب وآلام کو دعوت دیتے تھے۔

اعلیحضرت قطبؒ ویلور نے حق تعالیٰ کی عبادت
وریاضت سے اپنے دل کو روشن ومنور کیا۔ دل کی پاکیزگی
سے ذکر وفکر کو وابستہ کیا۔ وصف نسبتی کے ساتھ ساتھ
عنایات خداوندی کو فضل سمجھا اور اس درگاہ عالی سے نہ
ٹوٹنے والے رشتہ کو مضبوط و مستحکم کیا۔ نیز آپ کی ساری
زندگی تصوف کے رنگ سے مزین تھی۔

؎ ہر چہ جز عشق خدائے احسن است
گر شکر خوردن بود جاں کندن است

لہٰذا اپنے دور کے زبردست صوفی ومجدد قرار دئے
جاتے ہیں۔ آپ کا بلند و بالا مرتبہ اس واقعہ سے عیاں ہوتا ہے
کہ جب آپ نے ترپن ۵۳ سال کی عمر میں ۲ شعبان ۱۲۶۵ھ کو حج بیت اللہ
کے لئے روانہ ہو کر بعد الحج عازم مدینہ ہوئے اور جب آنحضور

صلی اللہ علیہ وسلم کے مزارِ پُر انوار پر حاضر خدمت ہوئے
تو جوشِ عقیدت سے السلام علیکم یا جدّی کہا،
اسی وقت بارگاہِ رسالت سے آواز مقدسہ بلند ہوئی وعلیکم
السلام یا ولدی ـــ آپ نے کئی دن مدینہ میں قیام
فرمایا۔ جب آپ کا ارادہ مدینہ ہی میں قیام کرنے کا ہوا تو ایک
دن بشارت میں پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم آپ سے ارشاد
فرمارہے ہیں اخ یا ولدی اے فرزند جاؤ۔ اس زمانہ میں آپکی
والدہ ماجدہ سخت بیمار ہو چکی تھیں اور آپ کو لمحہ بہ لمحہ یاد فرماتی
تھیں۔ جب آپ خواب سے بیدار ہوئے تو بہت پریشان
ہوئے۔ آپ سے مدینہ کی جدائی سہی نہ جاتی تھی۔ چنانچہ آپ
فرمانِ رسولؐ کی پیروی کرتے ہوئے واپسی کی تیاری میں
مشغول ہوئے اور روانگی کے وقت جب آپ آنحضور صلی اللہ
علیہ وسلم کے مزارِ اقدس پر حاضر ہوئے تو اچانک آپ پر
غنودگی طاری ہوگئی۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب
میں دیکھا کہ آپ علیہ السلام آپ کے سامنے کھڑے ہوئے فرما
رہے ہیں یا ولدی لا تحزن انت من ارضنا،
اے فرزند غمگین نہ ہونا تم ہماری ہی طرف لوٹ آؤ گے۔

حضرت قطبؒ ویلور ۲۳ سال کے بعد دوبارہ
حج بیت اللہ کی روانگی کے لئے بتاریخ نہم شوال ۱۲۵۸ھ
کو روانہ ہوئے۔ حج بیت اللہ کی زیارت کے بعد مدینہ
منورہ پہنچے اور وہیں حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے
فرمان کے مطابق انتقال فرماگئے۔ اور آپ کی مزارِ
شریف حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے پائینتی زیارت
گاہِ خلق بنی ہوئی ہے۔

صاحب مطلع النور مادہ تاریخ سے متعلق ایک واقعہ
بیان فرماتے ہیں کہ شیخ کے وصال کے بعد میں تاریخ وفات کو
نکالنا چاہتا تھا اسی خیال کے تحت میں بیٹھا نیند کی آغوش
میں چلا گیا۔ نیند کے غلبہ کے بعد مجھے تاریکی نظر آئی اور میں
اس سوچ میں پڑ گیا کہ یارب کدھر جاؤں۔ اسی متحیر و متعجب
کے عالم میں مجھے ایک نور نظر آیا گویا وہ نور ایسا معلوم ہوتا
تھا کہ آدھا چاند نکل آیا ہے۔ قریب جانے پر معلوم ہوا کہ
ایک عالی مرتبت رکھنے والے بزرگ کے ریش مبارک سے
یہ روشنی پھوٹ پڑ رہی تھی۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ حضرت
خضر علیہ السلام ہیں اور میں نے سوچا کہ یہی حضرت خضر
علیہ السلام وہ آبحیات ہے۔ لہٰذا آبِ حیات کے لئے آپ
سے سوال کیا جائے۔ چنانچہ میں نے آپ سے سوال کیا کہ
حضرت! کیا یہی وہ ظلمات ہیں جہاں آبحیات کا حوض
واقع ہے۔ فرمایا یہ آبحیات کا حوض نہیں۔ میں نے عرض
کیا یہ تاریکی کیسی؟ تو انہوں نے جواب میں یہ جملہ
فرمایا کہ موت العلماء ظلمۃ۔ اس جملہ کو سننے کے بعد
میں نے پھر حضرت خضر علیہ السلام سے استفسار فرمایا عالم
سے مراد کون ہے۔ جواب میں آپ نے فرمایا محی الدین سید شاہ
عبداللطیف قادری قطب ویلور اور فرمایا:۔

بجھا ہے چراغِ ہند

۸۹ ھ ۱۲

وشاورھم فی الامر فاذا عزمت فتوکل علی اللہ (الآیۃ)

باہمی مشاورت

از
سید منیر محی الدین نداوی
زمرۂ سابعہ دارالعلوم لطیفیہ ملکا حضرت قطب ویلور

مشورت در کارہا واجب شود

مشورہ انسانی فکر اور ذہنی قوت کو جلا بخشتا ہے۔ اسی لئے ہر صاحب علم صاحب شعور آدمی مشورہ کو اپنے لئے نہایت ضروری سمجھتا ہے، وہ اپنے مقاصد کے حصول کیلئے ان کے نشیب و فراز میں اپنی ذاتی فکر و تدبّر ہی کو کافی نہیں سمجھتا ہے بلکہ مختلف صاحب غور و فکر شخصیتوں کی رائے، اور مشورہ سے استفادہ کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انسان کے اندر مختلف صلاحیتوں، اور قابلیتوں کو ودیعت فرمایا ہے۔ ہر ایک کی صلاحیتیں اور قابلیتیں جداگانہ ہوتی ہیں۔ اگر ایک ہی انداز سے پیدا فرماتا تو پھر نفع ونقصان کا وجود ہی مفقود ہوجاتا۔ اور آپس میں ایک دوسرے سے مشورہ لینے اور دینے کی بات ہی نہ ہوتی۔ اگر کوئی نعمتِ خداوندی کی قدردانی کرتے ہوئے اس عظیم نعمت کو حاصل کر لیتا ہے تو وہ اپنی صلاحیتوں کو بام عروج پہ پہنچاتے ہوئے حکمت و منفعت کے گل کھلانے لگتا ہے۔ اس کے برخلاف نعمتِ خداوندی کی قدر نہ کرنے والا ہر قسم کے فوائد سے محروم ہوجاتا ہے۔ وہ اپنی ذہنی صلاحیتوں کو اُجاگر کرتے ہوئے خلق خدا کی رہنمائی نہیں کرسکتا۔ اس سے ایسی امید وتوقع رکھنا محال ہے۔ اور نہ اس کے اندر اتنی طاقت ہوتی ہے کہ صحیح وغلط مشورہ میں تمیز کرسکے۔ لہٰذا جو شخص مشورہ دینے کے قابل ہو، اس سے رائے ومشورہ طلب کرنا ہر عقلمند کیلئے نہایت ضروری ولازمی ہے۔ اس لئے کہ بعض اوقات جو کام بغیر رائے ومشورہ کے کئے جاتے ہیں ناقص وادھورے رہ جاتے ہیں اور شرمندگی وندامت کا باعث ہوتے ہیں۔ اس کے برخلاف مشورہ کرنے والا ہمیشہ کامیاب و کامران رہتا ہے۔ جیساکہ ایک مشہور قول ہے ماخاب من استخار ولا ندم من استشار وہ شخص کبھی نامراد وناکام نہیں ہوگا جس نے استخارہ کیا اور وہ شخص نادم وشرمسار نہیں ہوگا جس نے مشورہ کیا یعنی مشورہ سے بعض امور کی پوشیدہ حقیقتیں واضح ہوجاتی ہیں، اور ہر ایک اپنی ذہنی صلاحیت وفکری قابلیت کے مطابق رائے ومشورہ دیتا ہے جس سے کامیابی وکامرانی یقینی ہوجاتی ہے۔

تا پشیمانی درآخر کم بود (مولانا رومؒ)

ہر زمانہ میں سلاطین وامراء صاحب فکر ودانش وزیروں اور مشیروں کو رکھا کرتے تھے تاکہ ان سے اہم

معاملات میں مشورہ لیں جس سے امورِ سلطنت میں کسی قسم کی غلطی اور کوتاہی واقع نہ ہو۔ ملک و رعوام ہر طرح سے محفوظ و مامون رہیں۔ یہ حضرات دشمنوں کے مکر و فریب سے بچنے اور ان کے ارادوں کو پامال کر دینے کی دانشمندانہ تجاویز پیش کرتے جس کی وجہ سے دشمنوں کی ساری کوششیں دم توڑ دیتی تھیں۔

مذہب اسلام بھی اپنے ماننے والوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ اہم اہم معاملات میں ایک دوسرے سے مشورہ کریں۔ تاکہ آنے والے مصائب و آلام کو اپنی اپنی ذہنی استطاعت کے مطابق دور کرنے کی تدبیر ہو سکے۔ چنانچہ شہنشاہ کون و مکان، رہبر انس و جاں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کی تعلیم اور ان کی دلجوئی کے لئے معرکوں میں صحابہ کرام سے رائے و مشورہ کیا اور جس رائے پر اتفاق ہوا اسی پر عمل کرنے کا حکم فرمایا۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے فبما رحمۃ من اللہ لنت لہم ولو کنت فظا غلیظ القلب لانفضوا من حولک فاعف عنہم واستغفر لہم وشاورہم فی الامر فاذا عزمت فتوکل علی اللہ ان اللہ یحب المتوکلین یعنے بعد اس کے خدا ہی کی رحمت کے سبب آپ ان کے ساتھ نرم رہے۔ آپ تند خو سخت طبیعت ہوتے تو یہ آپ کے پاس سے سب منتشر ہو جاتے۔ سو آپ ان کو معاف کر دیجئے اور آپ ان کے لئے استغفار کیجئے،

پھر جب آپ رائے پختہ کر لیں تو خدائے تعالیٰ پر اعتماد کیجئے۔ بے شک اللہ تعالیٰ اعتماد کرنے والوں کو محبت فرماتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے نبی اور مسلمانوں پر احسان جتاتا ہے کہ نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ماننے والوں اور ان کی نافرمانیوں سے بچنے والوں کے لئے نبی کے دل کو نرم کر دیا ہے۔ اگر اس کی رحمت نہ ہوتی تو اتنی نرمی اور آسانی نہ ہوتی۔ خداوند قدوس اپنے نبی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے۔ آپ ہر ایک پر بلا امتیاز رحم و کرم اور شفقت و مہربانی کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آتے تھے۔

حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی عادتِ مبارکہ تھی کہ آپ علیہ السلام لوگوں کی دلجوئی کے لئے اپنے کاموں میں ان سے مشورہ کیا کرتے تھے۔

جنگ بدر کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے فوجی سراغ رساں کے ذریعہ قافلہ اور فوج کی مسلسل اطلاعات ملتی رہیں۔ آخر آپ علیہ السلام نے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے وادی "دفران" میں ایک مجلس قائم کی جو مشاورتی اجماع کی غرض سے تھی۔ اپنے رفقاء و فوجی نوجوان کے آگے موجودہ صورتِ حال سے آگاہ فرمایا تاکہ یہ جائزہ لیں، کہ آیا مسلمانوں کی جماعت میں اتنی قوت و طاقت ہے کہ جان کی بازی لگا کر مذہب اسلام کے محافظ بن سکتے ہیں یا نہیں۔ چونکہ خود سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عزم استقلال

تھا کہ جتنا وقت میسر آئے اسے موت وحیات کی بازی لگانے میں صرف کردے۔

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں صورتوں کو جماعت کے سامنے رکھ دیا کہ ایک طرف قافلہ ہے اور دوسری طرف فوج۔ کس طرف بڑھا جائے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اس سے یہ قصد تھا کہ اپنے تمام رفقاء اور اعوان و انصار سے باہمی مشاورت کرلیں۔ جب اس کی اطلاع مل گئی کہ ایک طرف قافلہ اور دوسری طرف فوج تو کثیر تعداد والے ایک گروہ نے بڑے عزم وحوصلے کے ساتھ حضور علیہ السلام کی خدمت میں مشورہ پیش کیا کہ قافلہ کی طرف اقدام کیا جائے اور یہ مشورہ قرآنی پیشین گوئی کے تحت ہوا تھا جیسا کہ خداوند تعالیٰ کا ارشاد ہے" بعض اس میں سے ایسے لوگ بھی ہیں جو سہل پسندی کو پسند کرتے ہیں" اور جن کو مالی مفاد مقصود ہے۔ آپ علیہ السلام نے جب اس مشورہ کی سماعت فرمایا تو پھر دوبارہ مشورہ طلب کیا۔ جس کے معنی یہ تھے کہ حضور قافلہ کی طرف اقدام کرنے والی رائے کو پسند نہیں فرما رہے ہیں۔ اس اشارہ کو سمجھ کر مہاجرین کی جانب سے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ حضرت عمر رضؓ اور حضرت مقداد بن عمرو رضؓ نے ایمانی جذبات کے ملے جلے انداز سے فرمانے لگے کہ آپ حکم خداوندی کو پورا فرمائیں۔ ہم آپ کا ساتھ دینے کے لئے اپنی جانوں کو قربان کردینگے۔ اور ہم بنی اسرائیل کی طرح یہ کہہ کر نہیں بیٹھے رہیں گے

کہ" اے موسیٰ! تم اور تمہارا خدا جاؤ ہم تو یہاں بیٹھے تماشہ دیکھتے رہیں گے"۔ اس مطلب کو سمجھ کر انصار کی جانب سے حضرت سعد بن معاذ رضؓ اپنے ایمانی خیالات کا اظہار کرنے لگے کہ آپ اپنے عزم کے مطابق عمل فرمایئے ہم آپ کے ساتھ سمندر میں بھی کودنے تیار ہیں۔

اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے جنگی خبر رسال کے ذریعہ ۵ شوال سنہ ۳ھ کو اطلاع ملی کہ قریشی لشکر مدینہ کے قریب پہنچ چکا ہے اور" عریض" سرسبز وشاداب چراگاہ کو اس کے جانوروں نے صاف کرڈالا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ فوجی تعداد اور فوجی طاقت وقوت کی بھی خبر پہنچ گئی۔ مدینہ میں رات کو فوری پہرہ کا انتظام کیا گیا۔ صبح کو آپ علیہ السلام نے تمام مسلمانوں کو جمع کرتے ہوئے مشورہ طلب فرمایا جس میں بہت سے انصار ومہاجرین کے اکابر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں شہر مدینہ میں رہ کر مقابلہ کرنے کی تجویز پیش کی۔ لیکن اس کے برخلاف جنگ بدر میں شریک نہ ہونے والے نوجوانوں نے پورے جوش وخروش کے ساتھ اس رائے ومشورہ پر زور دیا کہ شہر مدینہ سے باہر جاکر ہی مقابلہ کیا جائے تو بہتر ہوگا۔ حضور شہنشاہ کون ومکاں دونوں تجاویز کو مدنظر رکھ کر غور وفکر فرماتے ہوئے گھر تشریف لے گئے اور خود زرہ پہن کر واپس تشریف لے آئے چنانچہ آپ نے دوسری رائے وتجویز کو قبول فرمالیا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احزاب

کے موقع پر بھی اپنے صحابہ سے مشورہ کیا کہ آیا مدینہ کے پھلوں کی پیداوار کا تہائی حصّہ دینے کا وعدہ کر کے مخالفین سے مصالحت کر لی جائے؟ تو حضرت سعد بن عبادہؓ اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے اس کا انکار کیا اور آپؐ نے بھی اس مشورہ کو قبول کر لیا۔ اور مصالحت چھوڑ دی۔ ایسے ہی آپ نے اپنے حدیبیہ والے دن اس امر کا مشورہ کیا کہ آیا مشرکین کے گھروں پر دھاوا بول دیں؟ تو حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے فرمایا ہم کسی سے لڑنے نہیں آئے ہیں ہمارا ارادہ تو صرف عمرہ کا ہے۔ چنانچہ اسے بھی آپ نے منظور فرما لیا۔ اور جب منافقین نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگائی تو آپ نے فرمایا اے مسلمانو! مجھے مشورہ دو کہ ان لوگوں کو میں کیا کروں جو میرے گھر والوں کو بدنام کر رہے ہیں۔ خدا کی قسم میرے علم میں تو میرے گھر والوں میں کوئی برائی نہیں۔ اور جس شخص کے ساتھ تہمت لگا رہے ہیں واللہ میرے نزدیک تو وہ بھی بھلائی والا ہے اور آپ نے حضرت عائشہؓ کی جدائی کے لئے حضرت علیؓ اور حضرت اسامہؓ سے مشورہ لیا۔ غرض لڑائی اور دیگر امور میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابۂ کرامؓ سے مشورہ کیا کرتے تھے اور خاص کر حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کی رائے و مشورہ کو زیادہ پسند فرمایا کرتے تھے، چنانچہ آپ کا ارشاد گرامی ہے:

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لابی بکر و عمر لو اجتمعتما فی مشورۃ ما خالفتکما جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے ارشاد فرمایا اگر تم دونوں کسی مشورہ پر متفق ہو جائیں تو میں خلاف نہ کرونگا۔ (مسند احمد)

مذکورہ حدیث شریف میں مشورہ کی اہمیت و فضیلت کو اچھی طرح واضح کر دیا گیا ہے اور اہلیت مشورہ کی مدح و توصیف میں فرمایا گیا کہ اگر یہ دونوں کسی رائے پر متفق ہو جائیں تو میں اس کی مخالفت نہیں کروں گا بلکہ اسی پر عمل پیرا رہوں گا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوتا ہے کہ عزم کے کیا معنی ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ جب عقلمند لوگوں سے مشورہ ہو جائے تو پھر ان کی رائے مان لینا (ابن مردویہ)

ایک روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی سے مشورہ لے تو اسے چاہیئے کہ بھلی بات کا مشورہ دے۔ (ابن ماجہ)

پھر آپ نے ارشاد فرمایا۔ جب تم کسی کام میں مشورہ کر چکو تو پھر اس کے کرنے کا پختہ ارادہ ہو جائے تو خدا پر بھروسہ کرو۔ اللہ تعالیٰ بھروسہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر احادیث

مروی ہیں جس میں مشورہ کی مدح و توصیف کی گئی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے قال لما نزلت وشاورھم فی الامر قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما ان رسولہ لغنیان عنھا ولکن جعلھا اللہ تعالیٰ رحمۃ لامتی فمن استشار منھم لم یعدم رشدا ومن ترکھا لم یعدم غیا یعنی حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں جب آیت وشاورھم فی الامر نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ دیکھو خدا اور اسکا رسول مشورہ سے بالکل مستغنی ہیں۔ خدائے تعالیٰ نے اس کو امت کیلئے رحمت وبرکت کا سبب بنایا، میری امت میں سے جو شخص مشورہ سے کام کرے گا رشد وہدایت اس کے ساتھ رہے گی اور جو اس کو چھوڑ دے گا گمراہی وکجروی اس کا ساتھ نہ چھوڑے گی۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک مرفوع حدیث مروی ہے عن ابی ھریرہ مرفوعا استرشدوا ولا تعصوہ فتندموا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا دانشمندوں سے طلب رشد ومشورہ کرو تم کو سیدھی راہ کی ہدایت ہوگی ان کی نافرمانی اور خلاف مت کرو ورنہ ندامت ہوگی۔

ایک اور حدیث ہے، وروی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال المشورۃ حصن من الندامۃ وامان من الملامۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ مشورہ ندامت سے محفوظ رکھنے والا قلعہ ہے اور لوگوں کی ملامت سے محفوظ رکھتا ہے۔

ایک اور جگہ آپ نے مشورہ وتجربہ کی حقیقت کو واضح کرتے ہوئے فرمایا لحقوا عقولکم بالمذاکرۃ واستعینوا علی امورکم بالمشاورۃ یعنے اپنے عقول کو بحث ومباحثہ سے تجربہ کار بناؤ اور اپنے معاملات میں باہمی مشاورت سے امداد لو۔

مذکورہ احادیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ کسی بھی معاملہ کی تکمیل سے پہلے ایک دوسرے کے ساتھ باہمی مشاورت کریں تاکہ انجام کار اچھا ہو۔

صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا وپیروی کرتے ہوئے اکثر معاملات میں آپس میں ایکدوسرے سے رائے ومشورہ کیا کرتے تھے جس کی وجہ سے انہیں کامیابی وفیروزمندی حاصل ہوتی تھی۔ انہوں نے اپنے تجربات اور زرین خیالات کا اظہار اس طرح فرمایا ہے:۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں الرجال ثلاثۃ رجل ترد علیہ الامور فیسدھا برایہ ورجل لیثا ورفیما اشکل وینزل حیث یامرہ اھل الرای ورجل حائر لا یبوتمر رشدا ولا

یطیع مرشدًا یعنے آدمی تین قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک وہ جس پہ معاملات پیش آئیں اور وہ اپنی رائے سے ان کی درستی اور اصلاح کرتے ہیں۔ دوسرے وہ جو مشکلات میں اوروں سے مشورہ کے بعد اہل الرائے کی رائے کا اتباع کرتے ہیں اور تیسرے حیران جو کسی ہدایت کرنے والے کی اطاعت نہیں کرتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ، اپنی زندگی کے تجربات کی روشنی میں ان خیالات کا اظہار کیا ہے:۔

الاستشار عین الھدایۃ وقد خاطر من الاستغنی برأیہ یعنے مشورہ حاصل کرنا عین ہدایت ہے اور جو شخص اپنی رائے پر اعتماد کیا اس نے خطرناک راہ اختیار کی۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ، کا فرمان ہے:

ما تشاور قوم قط الاھد والارشدھم ثم تلا وامرھم شوریٰ بینھم یعنے جب کوئی قوم کسی معاملہ میں مشورہ کرتی ہے تو ان کو بہترین بات کی ہدایت ہوتی ہے اسکی تائید و تاکید میں انھوں نے آیت وامرھم شوریٰ بینھم کی تلاوت فرمائی۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ، مشورہ سے متعلق اپنے خیالات کا اس طرح اظہار فرمایا ہے:

ان المشورۃ والمناظرۃ بابا رحمۃ و مفتاحا برکۃ لا یظل معھما رای ولا یفقد معھما حزم یعنے مشورہ اور مناظرہ رحمت کے دو دروازے ہیں اور برکت کی دو کنجیاں ہیں، ان کے بعد رائے مخفی نہیں رہی اور حزم و احتیاط مفقود نہیں ہوتے۔

بعض حکماء کا قول ہے من کمال عقلك استظھارك علی عقلك تیری دانشمندی یہ ہے کہ تو اپنی عقل کے لئے دوسری عقل کو مددگار بنائے۔

قبیلہ عبس کے ایک شخص سے کسی نے کہا کیا بات ہے تم لوگ معاملات میں خطا بہت کم کرتے ہیں؟ اس نے جواب میں کہا۔ نحن الف رجل وفینا حازم واحد فنحن نشاورہ فکنا الف حازم یعنے ہم ایک ہزار اشخاص ہیں اور ہم میں ایک شخص دانشمند، مدبر اور تجربہ کار ہے۔ ہم اس سے مشورہ کرتے ہیں تو گویا ہم ہزار دانشمند اور مدبرّ ہیں۔

حضرت مولانا روم علیہ الرحمہ نے مشورہ کی اہمیت کو اس طرح ظاہر فرمایا ہے۔

مشورت در کارہا واجب شود
تا پشیمانی در آخر کم شود

کسی بھی معاملات میں مشورہ ضروری ہے تاکہ انجام کار شرمندگی و ندامت کا سبب نہ بنے۔

غرض قرآن کریم و احادیث نبویؐ، اقوال صحابہؓ و حکمائے امت کے ان ارشادات سے اسبات کا اچھی طرح اندازہ ہوتا ہے کہ مشورہ کی اہمیت کتنی عظیم ہے۔

انتخاب از فصل الخطاب

از
فضل العلماء مولوی
سید مصطفیٰ قادری
صاحب خسرو اناہسوری
استاذ دارالعلوم لطیفیہ
مکان حضرت قطب ویلور

دور حاضرہ میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کا اختلاط میل جول نکتۂ عروج پہ ہے۔ دنیوی زندگی کے ہر شعبہ میں ان کے ساتھ وابستگی اور تعلقات جزو لاینفک بن گئے ہیں۔ شادی بیاہ کی محفلیں، عید برات کے مواقع، زراعت، تجارت، دفتری کاروبار، عدالتی معاملات، طیران گاہوں، بس اسٹاپوں اور ریلوے اسٹیشنوں، غرض سفر ہو یا حضر ہر جگہ ہر مقام پہ ان کا ساتھ رہتا ہے ایک دوسرے کے دسترخوانوں پر بھی شرکت کی نوبت آجاتی ہے۔ ایسی صورت میں غیر مسلموں کے پس خوردہ پسینہ اور ذبیحہ اوران کے مطعومات ومشروبات کا حکم جاننا ضروری ہوجاتا ہے۔ چنانچہ حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز نے اپنی کتاب فصل الخطاب بین الخطاء والصواب کے دسویں فائدہ میں شریعت مطہرہ کے فیصلہ کو مختلف دلائل اور حوالوں سے واضح کرکے مسلمانوں کے لئے سہولت پیدا کردی ہیں۔

مذکورہ کتاب چونکہ فارسی میں ہے اس لئے اس بحث کو زبان اردو میں ناظرین اللطیف کے لئے پیش کیا جارہا ہے۔

خسرو

کسی بھی انسان کا پس خوردہ چاہے وہ مسلمان کا ہو، یا کافر کا، جنبی کا ہو یا حائضہ کا پاک ہے۔ اسی طرح گھوڑوں کا اوران جانوروں کا پس خوردہ بھی پاک ہے جن کا گوشت حلال وطیب ہے۔ اس کے برخلاف خنزیر کتے، درندہ جانوروں کا پس خوردہ نجس ہے۔ بلی خانگی مرغیوں اوران پرندوں کا پس خوردہ جو شکار کرتے ہیں جیسے شکرہ عقاب وغیرہ مکروہ ہے۔ چوہے کے پس خوردہ کا بھی یہی حکم ہے یعنی مکروہ ہے۔ خچر اور گدھے کا پس خوردہ مشکوک ہے۔ اس لئے مسئلہ یہ ہے کہ اگر اس پانی کے علاوہ کوئی دوسرا پانی موجود نہ ہو، تو مشکوک پانی سے وضو کرنے کے بعد تیمم کرلے، اس کا برعکس بھی درست ہے یعنی پہلے تیمم کرکے اس کے بعد مشکوک پانی سے وضو کرسکتا ہے۔ دونوں صورتیں درست اور جائز ہیں معلوم ہونا چاہئے کہ مذکورہ جانداروں کے پسینہ کا بھی وہی حکم ہے۔ جو حکم ان کے پس خوردہ کا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان انما حرم علیکم المیتۃ مراد مری ہوئی چیز حرام ہے اور ذبح کیا ہوا جانور حلال ہے۔ شرط یہ ہے کہ ذبح کرنے والا کوئی مسلمان یا کتابی ہو۔ کتابی کا ذبیحہ مسلمان کے ذبیحہ کی طرح ہے، چاہے وہ کتابی حربی ہو، جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نام پہ ذبح کرے۔ چنانچہ ارشاد باری ہے طعام الذین اوتوا الکتاب حل لکم،

یعنی تمہارے لئے اہل کتاب کے کھانے حلال ہیں لیکن ان کے ذبیحوں سے پرہیز کرنا ہی انسب و اولیٰ ہے۔ ان کے علاوہ جن کا ذکر نہیں ہوا ان کا ذبیحہ حرام ہے۔ البتہ ان کے بنائے ہوئے کھانے جو حرام چیزوں کی آمیزش سے پاک وصاف ہوں جائز اور حلال ہیں۔ چاہے وہ کافر کتابی یعنی کافر یہودی و نصرانی کے ہوں یا کافر غیر کتابی جیسے عامۃ المشرکین کے بنائے ہوئے ہوں۔

قرآن پاک میں یہ بات صراحت کے ساتھ مذکور ہے کہ مشرک نجس و ناپاک ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے انما المشرکون نجس لیکن یہ مقام غور و فکر کا متقاضی ہے، صرف آیت کریمہ کے ظاہر پر فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔ نجاست کے متعلق یہ تحقیق کرنی ہوگی کہ آیا وہ نجاست ظاہری ہے یا نجاستِ باطنی۔ صاحب تفسیر حسینی نے اس آیت کی تفسیر اس طرح کی ہے' فرماتے ہیں "کہ مشرکین اپنی خباثت باطنی اور عقیدہ کی ناپاکی کی وجہ سے نجس و ناپاک ہیں، یا ان کے نجس ہونے کا سبب یہ ہے کہ وہ نجاستوں سے پرہیز نہیں کرتے۔ غسل جنابت وغیرہ نہیں کرتے"۔

مگر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ شدت کے ساتھ فرماتے ہیں کہ کفار کتوں کی طرح نجس العین ہیں۔ اسی موضوع پر امام ربانی مکتوبات کی تیسری جلد کے بائیسویں مکتوب میں ملا مقصود علی تبریزی کو لکھتے ہیں۔ صاحب تفسیر حسینی نے آیت کریمہ کی تفسیر علماء احناف کے مسلک کے موافق کی ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں' نجاست شرک سے خباثت باطنی اور عقیدہ کا بگاڑ مراد ہے۔ کیونکہ مشرکین نجاستوں سے پرہیز نہیں کرتے۔ یہ بات تو آج کل کے مسلمانوں میں بھی پائی جاتی ہے۔ اس اعتبار سے عام مسلمانوں اور کافروں میں کوئی امتیاز نہیں رہ جاتا ہے۔ صرف نجاستوں سے پرہیز نہ کرنے کو کسی شخص کی نجاست کا سبب قرار دینا معاملہ کو بہت دشوار کر دیتا ہے جس سے زندگی میں مشکل ہو جائے گی۔

حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ مشرکین کتوں کی طرح نجس العین ہیں۔ یہ بات نوادرات سے ہے اور نادر کا ہونا نہ ہونے کے برابر ہے۔ اکابرین امت سے بکثرت منقول ہے کہ مذکورہ قول توجیہ و تاویل پر محمول ہے۔

تعجب کا مقام ہے کہ مشرکین کیسے نجس العین ہوسکتے ہیں جبکہ خود سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی کے گھر میں طعام نوش فرمایا اور مشرک کے برتن سے وضو کیا۔ اسی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے بھی ایک عیسائی کے برتن سے طہارت حاصل کی۔

اگر یہ کہا جائے کہ آیت:-

انما المشرکون نجس کا نزول ان واقعات کے بعد ہوا۔ لہٰذا یہ آیت سے مذکورہ امور منسوخ ہیں۔ صرف اتنے سے احتمال سے یہ بات پوری نہیں ہوسکتی بلکہ تاخیر کو ثابت کرنا ہوگا ورنہ دعوائے نسخ صحیح نہ ہوگا اور مقابل ایسے دعوٰں

کا انکار کرسکتا ہے۔

اگر کچھ دیر کے لئے یہ تسلیم کر لیں کہ آیت کا نزول بعد ہی میں ہوا۔ ممکن ہے کہ وہ مثبت حرمت نہ ہو، بلکہ نجاست سے مراد خبث باطنی لیا گیا ہو کیونکہ ایسی چیز جو آگے چل کر ان کی یا دوسروں کی شریعت میں حرام قرار دی جانے والی ہوتی ہے، اس چیز کے کوئی پیغمبر مرتکب نہیں ہوئے۔ اگرچہ وہ چیز ارتکاب کے وقت حلال ہی کیوں نہ ہو۔ بطور مثال شراب ہی کو لیجئے جو اسلام سے پہلے جائز تھی، اور آخر میں حرام کی گئی مگر کسی پیغمبر نے بھی اس کو نہیں پیا۔ اسی طرح اگر مشرکین کا انجام کار نجاست ہوتا، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو محبوب رب العالمین ہیں ان کے پاس کھانا پینا تو درکنار ان کے برتنوں کو چھونے سے بھی احتراز فرماتے۔ غرض یہ بات نہیں ہے نجس العین، ہمیشہ نجس العین ہی ہے۔ وہ پہلے مباح بعد حرام، یا پہلے حرام بعد مباح نہیں ہوسکتی۔ اگر مشرکین نجس العین ہوتے تو شروع ہی سے ان کا حکم وہی ہوتا اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ان سے اسی کے مطابق عمل فرماتے۔

دین سختیوں اور دشواریوں سے پاک ہے۔ مشرکین پہ نجاست کا حکم لگانا اور ان کو نجس العین جاننا مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کر دینے اور ان کو مشکلات میں ڈال دینے کے مرادف ہے۔ ہمیں ائمہ احناف رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ممنون کرم ہونا چاہئیے کہ انہوں نے مسلمانوں کے لئے وسعتوں کو پیدا کر کے فعل حرام سے بچا لیا۔ اس کے برخلاف ان پر اعتراض کرتے ہوئے ان کی خوبیوں کو خامیاں سمجھ بیٹھنا صراحتاً احسان فراموشی ہے۔ کیونکہ مجتہد پر اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں۔ اس کی خطا پہ بھی اسے ثواب ہے۔ خطا کے باوجود اس کی تقلید نجات کا باعث ہے۔

وہ لوگ جو کافروں کے کھانے پینے کی چیزوں کی حرمت کے قائل ہیں ان کے لئے یہ بات عادتاً محال ہے کہ وہ خود کو اس سے محفوظ رکھ سکیں۔ خصوصاً ہندوستان جیسے ملک میں ناممکنات سے ہے۔ چونکہ یہ مسئلہ امکان سے بالاتر ہے، اس لئے بہتر ہے کہ کسی بھی مجتہد کے قول پر فتویٰ ایسا دیا جانا چاہئیے کہ اس پر عمل کرنا مسلمانوں کے لئے سہل ترین ہو۔ اگرچہ کہ وہ فتویٰ اپنے مسلک کے ناموافق ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :۔

یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے لئے سہولت چاہتا ہے مشکل نہیں۔ اور ایک مقام پہ ارشاد ہوتا ہے یرید اللہ ان یخفف عنکم وخلق الانسان ضعیفا یعنی اللہ تعالےٰ تمہاری آسانی چاہتا ہے کیونکہ انسان فطرتاً کمزور ہے۔ غرض ان معاملات میں مسلمانوں پہ تنگی کرنا اور ان کو رنجیدہ کرنا حرام ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ علماء شوافع نے بعض ایسے مسائل جن میں حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے سختی سے

کام لیا ہے۔ مذہب حنفیہ کے مطابق اس پہ فتویٰ دیا ہے۔ اور خلق خدا پہ آسانیوں کا راستہ کھول دیا ہے۔ جیسے مصارفِ زکوٰۃ میں امام شافعی علیہ الرحمہ کے نزدیک زکوٰۃ کی تقسیم قرآن مجید میں بیان کردہ تمام اصناف مصارف پر ہونا چاہئے۔ جن میں سے ایک قسم مؤلفتہ قلوب کی بھی ہے، جو دورِ حاضرہ میں ناپید ہے تو علماء شوافع نے اس مسئلہ میں مذہب حنفیہ کے مطابق فتویٰ دیا ہے۔ کہتے ہیں کہ ان اقسام سے جسے بھی زکوٰۃ دی جائے کافی ہے۔

غور کرنے کی بات ہے کہ اگر مشرکین کو نجس العین قرار دیا جائے تو وہ ایمان لانے کے بعد بھی پاک نہ ہو سکیں گے۔ حالانکہ ایسی بات نہیں ہے۔ لہٰذا یہ معلوم ہوا کہ ان کی نجاست صرف ان کی اعتقاد کی گندگی کی وجہ سے ہے۔ جو کبھی بھی دور اور زائل ہو سکتی ہے۔ نجاست باطنی اور طہارت ظاہری میں کوئی ٹکراؤ نہیں۔

انما المشرکون نجس، یہ آیت مشرکین کے باطنی حالت کو بتا رہی ہے، اس کا ناسخیت و منسوخیت سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ فسخ کا تعلق انشاء حکم شرعی سے ہے کسی چیز کی حالت اور خبر دینے میں فسخ کا کوئی تعلق نہیں۔ مشرکین کے ہمیشہ نجس و ناپاک ہونے میں انکار نہیں، لیکن اس سے مراد اعتقاد کی ناپاکی اور گندگی ہے۔ اس فیصلہ سے دلیلوں میں کسی قسم کا ٹکراؤ پیدا نہیں ہوتا۔ نہ ان کو کسی وقت بھی چھونا ممنوع ہوتا ہے۔

کلام کو طول دینے کا مقصد یہ ہے کہ ذمہ داران قوم و ملت کو چاہئے کہ خلق خدا پر رحم و کرم شفقت و مہربانی سے کام لیں۔ دونوں حیثیتوں سے کافروں کے ناپاک ہونے کا حکم نہ لگائیں۔ مسلمانوں کو اپنے کاروبار میں کافروں سے ملے بغیر چارہ نہیں۔ ان کے مشروبات سے ایک موہومی نجاست کی وجہ سے پرہیز نہ کریں۔ اسی طرح ہر ایک سے نفرت نہ کریں اور اسی کو احتیاط سمجھ نہ بیٹھیں۔ احتیاط تو اس احتیاط کے ختم کر دینے میں ہے۔ حجۃ الاسلام امام غزالی علیہ الرحمہ کیمیائے سعادت میں لکھتے ہیں کہ انبیاء علیہ السلام نے لوگوں سے یہ نہیں کہا کہ وہ چیزیں کھاؤ جو اللہ تعالیٰ کے علم میں حلال ہیں کیونکہ کسی کو طاقت نہیں۔ بلکہ یہ فرمایا کہ جن کو تم حلال سمجھتے ہو یا ان میں کسی قسم کی حرمت ظاہر نہ ہو اور یہ چیزیں بآسانی حاصل ہو جاتی ہیں۔ اس پر دلیل و حجت یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرک کے لوٹے سے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک عیسائی عورت کے برتن سے طہارت حاصل کی۔ اگر پیاسے ہوتے پانی بھی پی لیتے۔ حالانکہ ناپاک چیزوں کا کھانا اور پینا دونوں جائز اور حلال نہیں۔ اس میں شک نہیں کہ بسا اوقات مشرکین کے ہاتھ شراب اور حرام چیزوں کے استعمال سے آلودہ رہتے تھے مگر ان میں جب اس قسم کی ناپاکی نہ دیکھی تو

ان کے برتنوں کو پاک سمجھا اور استعمال میں لایا۔ صحابۂ کرام جس شہر میں بھی تشریف لیجاتے کافروں سے کھانے پینے اور دوسرے ضروریات زندگی کے اشیاء بقدر ضرورت خرید اکرتے تھے، حالانکہ اس زمانے میں کافر، چور، شرابی، بادہ فروش اور سود خوار سب کچھ ہوا کرتے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم و دیگر صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا عمل ہمارے لئے دلیل و حجت ہے۔ اس میں غلط تاویلیں کرکے مذہب کی بے پناہ وسعتوں کو تنگ دائرہ میں محدود کر دینا کسی طرح دانشمندی نہیں۔

وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین



حضرت خواجہ معین الدین چشتی رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک بزرگ نے سلطان محمود غزنوی کو وفات کے بعد خواب میں دیکھا، پوچھا خدا تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ جواب دیا کہ ایک رات میں کسی قصبہ میں مہمان تھا جس مکان میں ٹھہرا تھا، وہاں طاق پہ قرآن شریف کا ایک ورق رکھا تھا، میں نے خیال کیا کہ یہاں ورقِ مصحف رکھا ہوا ہے۔ سونا نہیں چاہئے۔ پھر دل میں خیال آیا کہ ورقِ مصحف کو کہیں اور رکھوا دوں اور خود یہاں آرام کروں۔ پھر سوچا کہ یہ بڑی بے ادبی ہوگی کہ اپنے آرام کی خاطر ورقِ مقدس کی جگہ تبدیل کروں۔ اس ورق کو دوسری جگہ منتقل نہیں کیا اور تمام رات جاگتا رہا میں کلام پاک کے ساتھ جو ادب کیا اس کے بدلے حق تعالیٰ نے مجھ کو بخش دیا۔

ایک ضروری فتویٰ

از ادارہ

سوال: بعض مقامات پر تثویب یعنی اذاں کے بعد کچھ دیر ٹھہر کر الصلوٰۃ الصلوٰۃ یا قامت الصلوٰۃ قامت الصلوٰۃ، یا الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کہنے کی عادت ہے۔ اس پر بعض حضرات فقہ کی بعض کتابوں، درالمختار اور شرح وقایہ وغیرہ کے حوالوں سے اعتراض کرتے ہوئے اس کو ناجائز کہتے ہیں۔ درست اور صحیح کیا ہے۔ بیان فرمائیے۔

السائل: کوٹے حاجی محمد بشیر۔ آمبور

جواب

حامداً و مصلیاً و مسلماً لغت میں تثویب کا معنی لوٹانا ہے۔ اصطلاح فقہ میں نماز کے لئے ایک اعلان کے بعد دوسرا اعلان کرنا تثویب ہے۔ اس کے متعلق علمائے متقدمین اور متاخرین کے درمیان اختلاف ہے اول الذکر جماعت نے اس کو ناجائز اور مکروہ قرار دیا ہے، لیکن علمائے متاخرین کے نزدیک تثویب درست اور جائز ہے۔ اس اختلاف کی بنا پر فقہ کی کتابوں میں بعض مسائل سے متعلق مختلف اقوال ملتے ہیں۔ ایسا اختلاف صرف اسی ایک مسئلہ میں نہیں ہے بلکہ بعض دوسرے مسائل میں بھی پایا جاتا ہے۔ علماء امت نے وقت اور زمانے کے تقاضوں کے تحت امّت کی صلاح و فلاح کے لئے فروعات میں کچھ سہولتیں اور آسانیاں پیدا کی ہیں جو ہمارے لئے باعثِ رحمت ہیں۔

تثویب کے درست اور جائز ہونے کے متعلق فقہ حنفیہ کی کتابیں بھری پڑی ہیں چنانچہ ھدایہ میں تثویب سے متعلق مرقوم ہے۔ والمتاخرون استحسنوہ فی الصلوٰۃ کلھا لظھور التوانی فی الامور الدینیۃ ہدایہ جلد اول ص۷۲ مذہبی معاملات میں لوگوں سے سستی ظاہر ہونے لگی ہے۔ اس لئے علمائے متاخرین نے تمام نمازوں میں تثویب کو استحساناً جائز قرار دیا ہے واستحسن المتاخرون تثویب الصلوٰۃ کلھا التثویب ھو الاعلام بعد الاعلام شرح وقایہ جلد اول ص۱۵۴ ویثوب بین الاذان والاقامۃ فی الکل للکل بما تعارفوہ یعنی ہر نماز میں اذاں اور اقامت کے درمیان موذن جس طرح بلانے کی عادت ہے بلائے (ملخص) غایۃ الاوطار جلد اول ص۱۸۱ والتثویب حسن عند المتاخرین فی کل صلوٰۃ الا فی المغرب کذا فی شرح النقایہ للشیخ ابی المکارم

وھو رجوع المؤذن الی الاعلام بالصلوٰۃ بین الاذان والاقامۃ وتثویب کل بلدۃ علیٰ ما تعارفوہ متاخرین کے نزدیک مغرب کے سوا تمام نمازوں میں تثویب حسن ہے۔ اذان اور اقامت کے درمیان نماز کے لئے موذن کا دوبارہ اعلان کرنا تثویب ہے۔

واضح رہے کہ ہر شہر کی تثویب وہاں کے عرف ورواج پر ہے۔ فتاویٰ عالمگیری مصری جلد اول ص ۵۶

ولا بأس بالتثویب فی سائر الصلوات الخمس فی زماننا ہمارے اس دور میں ہر نماز کے لئے تثویب سے کوئی ہرج نہیں۔ فتاوی قاضی خان جلد اول ص ۹۵ ــــ مذکورہ کتابوں کے علاوہ فقہ حنفیہ کی اور بہت سی کتابوں میں تثویب کے جواز کا بھرپور ثبوت ملتا ہے۔

شریعت مطہرہ نے تثویب کے لئے کوئی خاص لفظ وضع نہیں کیا ہے، جہاں کا جو تعارف اور رواج ہے وہی کہا جائے۔ تثویب میں الصلوٰۃ الصلوٰۃ"، قامت الصلوٰۃ"، قامت الصلوٰۃ اور الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ کہنا بالکل صحیح ہے۔

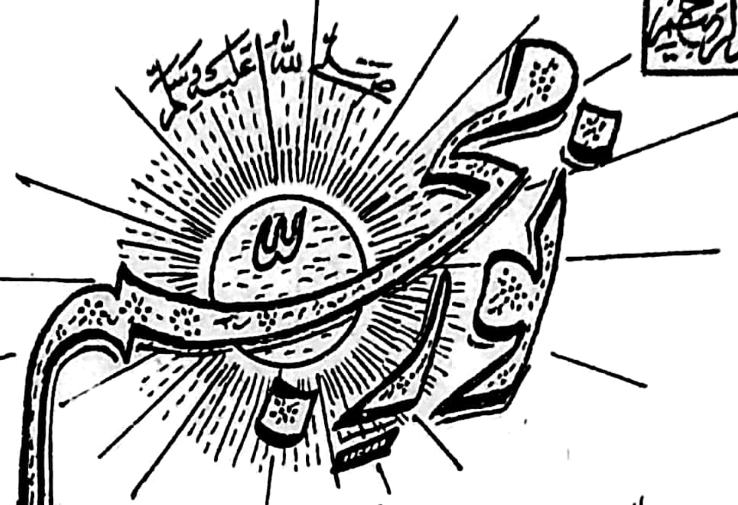
واللہ اعلم بالصواب

کتبہ: افضل العلماء ابوالمکارم سید مصطفےٰ حسین بخاری قادری عفا اللہ عنہ

استاذ دارالعلوم لطیفیہ

مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہ العزیز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم



از
محمد جعفر پاشاہ
ورنگل
متعلم دار العلوم لطیفیہ
مکان حضرت قطب ویلور

یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ حضور اکرمؐ کو جو مرتبۂ بلند نصیب ہوا وہ صرف آپ ہی کا خاصہ ہے۔ آپ کا مقام اور مرتبہ متعین کرنا یہ انسان کی طاقت سے باہر ہے یہی وجہ ہے کہ حضرت جامیؒ نے فرمایا "خدا کے بعد بزرگی" اور تعریف کی مستحق صرف ذاتِ محمدیؐ ہے۔ ویسے تو تمام انبیائے کرام ہدایت اور خیر کا سرچشمہ ہیں، علاوہ اس کے بہت سی خوبیوں کو اپنے دامن میں رکھتے ہیں، لیکن سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت یہ ہے کہ آپ تمام انبیائے کرام کے محاسن وکمالات کو اپنی ذات میں رکھنے کے ساتھ ساتھ سراپا نور ہیں،

چنانچہ قرآن نے ارشاد فرمایا:

قد جاء کم من اللہ نور وکتاب مبین

اے لوگو! خدا کی طرف سے نور اور روشن کتاب تمہاری ہدایت اور فلاح وبہبودی کے لئے آچکی ہے۔ اس آیت طیبہ میں نور سے مراد سرکارِ دو عالم کی ذات اقدس اور کتاب سے مراد قرآن ہے جس میں کسی مفسر کا اختلاف ہی نہیں ہے۔

اس آیت میں ذات نبویؐ کو نور کہنے کی وجہ یہ ہے کہ

خدا نے اپنی قدرت سے سب سے پہلے جو چیز بنائی، وہ حضورِ اکرمؐ کا نور ہے اور یہی نور مجسم ہو کر مکہ مکرمہ میں ظاہر ہوا اور زمین میں محمدؐ کا نام پایا۔

حضورِ اکرمؐ ارشاد فرماتے ہیں انا من نور اللہ وکل شیئ من نوری' میں خدا کے نور سے پیدا کیا گیا ہوں اور ہر چیز میرے نور سے پیدا کی گئی ہے۔ چنانچہ حضرت آدم کو اللہ نے پیدا فرمایا اور کہا کہ اے آدم سر اٹھاؤ۔ جب حضرت آدم نے سر اونچا کیا تو دیکھا کہ عرش کے پردوں میں ایک نور نظر آرہا ہے۔ آپ نے خدا سے پوچھا اے خداوند! یہ کس کا نور ہے۔ خدا نے جواب دیا۔ یہ ایک نبی کا نور ہے جو تمہاری اولاد سے ہوں گے جن کا نام آسمان میں احمد اور زمین میں محمدؐ ہوگا۔ اس گفتگو کے بعد حضرت آدمؑ نے پھر اس نور کی طرف مسرت بھری نگاہوں سے دیکھا اور یہ نور آپ کی پیشانی میں منتقل ہو گیا۔

خدا نے فرمایا اے آدم اگر یہ نور نہ ہوتا تو ہم نہ تمہیں پیدا کرتے نہ زمین و آسمان کو پیدا کرتے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے جس میں آپ نے حضور اکرم سے ایک مرتبہ پوچھا خدا کے رسول ﷺ اللہ نے سب سے پہلے کس چیز کو پیدا فرمایا' آپ نے ارشاد فرمایا' خدا نے سب سے پہلے تمہارے نبی کے نور کو پیدا کیا' اس وقت لوح قلم، جنت' دوزخ فرشتہ' آسمان' زمین' چاند سورج' جن اور انسان کوئی نہ تھا۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سرکار کی ذات اقدس سراپا نور ہے اور اس نور سے ساری کائنات کا ظہور ہوا۔ جن لوگوں کو شان رسالت میں گستاخی کرنے سے لطف ملتا ہے' وہ کہتے ہیں کہ خدا نے حضور کو اپنے نور سے پیدا کیا تو اس کے نور میں کمی واقع ہوگی۔ یہ کس غلط قسم کی بات ہے' کمی تو اس چیز میں ہوتی ہے جو کسی کے مدد سے اس کی اصلیت اور حقیقت باقی رہے جیسے چراغ جس کی روشنی تیل کی وجہ سے ہے' تیل میں کمی واقع ہوگی تو چراغ کی لو مدھم پڑ جائے گی۔ لیکن جس کی حقیقت مستعار نہیں کیسے اسمیں کمی آسکتی ہے۔ مثلاً سورج ہے جو اپنی کرنوں سے ساری دنیا کو منور کررہا ہے لیکن اس کی روشنی میں کوئی کمی نہیں' کیونکہ روشنی اسکی اصلیت اور حقیقت ہونے کے ساتھ مستعار نہیں۔ یہ تو خدا کی بنائی ہوئی چیز کی حالت ہے' تو خدا کے نور کا کیا کہنا۔ خدا ہی نور ہے جو ذات اقدس میں منتقل ہوا اور ساری دنیا کو روشن کیا اور آج بھی برابر اپنے نور سے سارے عالم کو فیضیاب کررہا ہے۔ آں حضور ؐ کی ذاتِ اقدس تو کسی دنیاوی مثال سے باہر ہے۔ لیکن تعظیم کی خاطر یہ رویہ اختیار کرنا پڑتا ہے۔ حضور اکرم ؐ کی ذات ایک پاور ہاؤس کی طرح ہے اور تمام اولیاء صلحاء اور اخیار امت برابر اسی مرکز سے اکتساب فیض کررہے ہیں۔ اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ چنانچہ قرآن نے آپ کی اس قوت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سراجا منیرا کا خطاب عطا فرمایا تاکہ اس چراغ سے ہزاروں چراغ جلتے رہیں۔

حضور انور ؐ کے سراپا نور ہونے میں کوئی شک و شبہ ہی نہیں ہے۔ بے شمار نظائر اس دعوی کی شاہد ہیں۔ حضرت جابر ؓ سے مروی ہے کہ حضور ؐ اکرم کے پاس جبرئیل تشریف لائے تو آپ نے جبرئیل کی عمر پوچھی۔ جبرئیل نے لاعلمی کا اظہار کیا اور عرض کیا خدا کے رسول میری عمر کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ میں نے ایک ستارہ کو بہتر ہزار مرتبہ دیکھا ہے اور وہ ستارہ ستر ہزار سال کے بعد صرف ایک ہی مرتبہ چمکتا ہے۔ اس بات کو سن کر حضور اکرم نے مسکراتے ہوئے فرمایا اے جبرئیل وہ ستارہ ہماری ہی ذات تھی۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ خدا نے سب سے پہلے آپ ہی کے نور کو پیدا کیا۔

حضور اکرم کے دادا محترم حضرت عبدالمطلب نے اپنا ایک خواب بیان کیا ہے جس کی روشنی میں بھی سرکار کی ذات اقدس سراپا نور ثابت ہوتی ہے۔

حضرت عبدالمطلب خواب دیکھتے ہیں کہ خانہ کعبہ کے پہلو میں سو رہے ہیں۔ ایک پودا نظر آتا ہے۔ پودا بہت ہی حسین وجمیل ہے اور وہ لمحہ بہ لمحہ بڑھ رہا ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ ایک تناور درخت کی شکل اختیار کر گیا اور اس کے پتے اور ڈالیاں اس قدر روشن اور منور تھیں کہ ان سے نور پھوٹ رہا تھا۔ اہل عرب و عجم اس درخت کو سجدہ کر رہے ہیں۔ حضرت عبدالمطلب اس نورانی درخت کو دیکھ کر قریب گئے تاکہ ڈالی کو پکڑ لیں لیکن وہ پکڑ نہ سکے۔ اس حالت میں آپ کی آنکھیں کھل گئیں۔

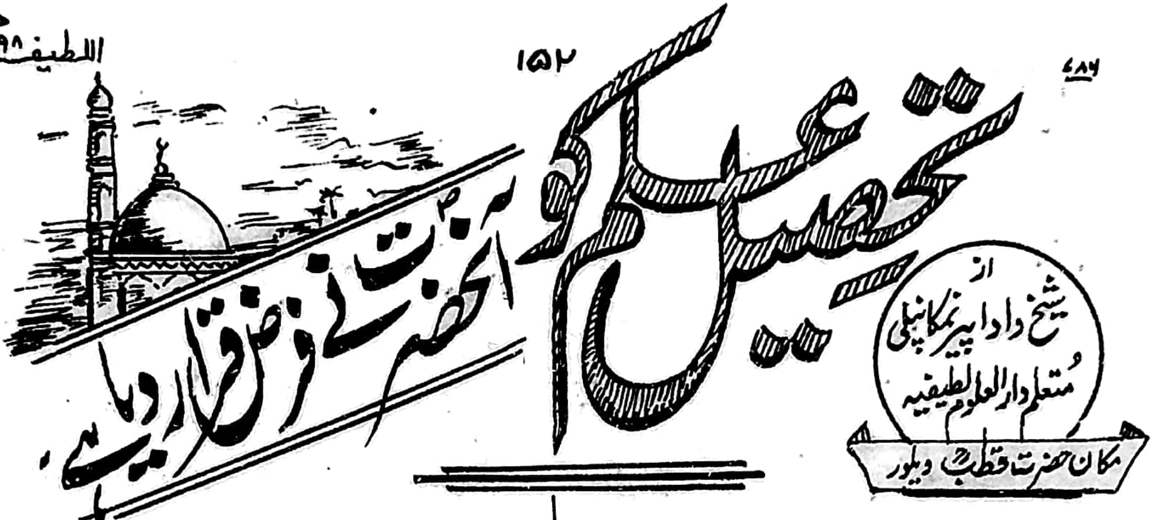
آپ نے عرب کے کاہنوں کے سامنے اپنا خواب تعبیر کی غرض سے رکھا۔ کاہنوں نے بتلایا کہ تمہارے خاندان میں ایک شخص پیدا ہوگا جس کی حکومت عرب و عجم پہ قائم ہوگی اور لوگ اس کے لائے ہوئے دین کو قبول کریں گے۔ اور حضرت عبدالمطلب کا یہ خواب پورا ہوا۔ اور خواب کے مصداق آپ آنحضرت ؐ کو نبوت ملنے سے قبل ہی وفات کر گئے۔ گویا آپ کا ڈالی پکڑنے سے محروم رہنا اس حقیقت کی طرف اشارہ تھا۔

حضرت جابرؓ نے فرمایا کہ میں ایک مرتبہ سرکار کو دیکھا رات کا وقت تھا۔ آسمان سے چودھویں رات کا چاند اپنے نور سے عالم کو منور کئے ہوئے تھا۔ لیکن میں نے سرکار کا چہرہ دیکھا، بدر کامل سے بھی زیادہ روشن اور منور تھا۔ میں کبھی سرکار کو اور کبھی چاند کو دیکھتا رہا لیکن مجھے سرکار کے چہرہ میں زیادہ حسن اور نور نظر آیا اور حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ میں حجرہ میں کپڑے سی رہی تھی، اچانک سوئی گر گئی۔ حجرہ میں مدھم روشنی تھی جس سے کوئی چیز صاف نظر نہیں آ رہی تھی، اسی اثنا میں سرکار تشریف لائے اور آپ کی آمد سے کمرہ منور ہو گیا، اس روشنی میں مجھے سوئی بھی نظر آ گئی۔

اور ہجرت کے موقع پہ سرکار دو عالم حضرت علیؓ کو بستر پہ لیٹ جانے کا حکم دیتے ہیں اور اپنے جسم اطہر سے چادر نکال کر انہیں اوڑھا دیتے ہیں اور سیدھے مکان کا دروازہ کھول کر باہر تشریف لے جاتے ہیں۔ اس موقع پہ دشمن دروازہ کو گھیرے ہوئے تھے، کہ جوں ہی حضور باہر تشریف لائیں نعوذ باللہ ختم کر دیں۔ لیکن یہ کثافت بھری نگاہیں سرکار کو کیا دیکھ سکتی ہیں۔ نور مجسم سامنے سے گزر رہا ہے لیکن کسی کو خبر تک نہیں ہوی۔ اور دیکھ بھی کیا سکتے ہیں، سرکار نے تو اپنا حلیۂ بشری اتار کر علیؓ کے جسم پہ ڈال دیا اور اپنے اصل لباس نورانی میں تشریف لے گئے۔

غرض سرکار دو عالم سراپا نور ہیں۔ آپ کو صرف بشر کہنا یا ایک انسان کہنا شان رسالت میں گستاخی ہے۔ اگرچہ آپ انسان اور بشر کی صورت میں ظہور پذیر ہوئے ہیں اور آپ بشریت کا اعلیٰ نمونہ ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ ہمیں سرکار کے نور سے مستفیض فرمائے۔ آمین!



دنیا کے اندر ہزاروں قسم کے علوم وفنون پائے جاتے ہیں اور ہر دور اور ہر زمانہ میں کسی ایک علم اور فن کو شہرت اور ایک بلند مقام ملتا رہا۔ چنانچہ موجودہ دور میں علم سائنس کو غیر معمولی مقبولیت حاصل ہو چکی ہے۔ کسی ایک علم اور فن کا شہرہ اور اسکی مقبولیت اس بات کی دلیل نہیں کہ دوسرے علوم وفنون غیر مفید اور ناقابل التفات ہیں بلکہ تمام علوم وفنون اپنی جگہ افادیت اور اہمیت رکھتے ہیں لیکن زمانہ اور ماحول کا مزاج کسی کو عروج بخشتا ہے کیونکہ بازار میں جس جنس کی مانگ اور قدر رہتی ہے لوگ اسی کی طرف لپکتے ہیں۔ یہ تمام علوم وفنون یقیناً انسان کی دنیاوی زندگی کے مادی رخ کی تزئین کے لئے مفید اور کارآمد ہیں لیکن روحانی زندگی میں بالیدگی اور اخروی زندگی کو سدھارنے کے لئے کوئی مدد نہیں کر سکتے۔

اگر انسانیت اور آدمیت کو زندہ رکھنے میں کوئی علم معاونت کر سکتا ہے تو وہ علم دین ہے۔ اور یہ ایسا علم ہے جس کی مانگ اور ضرورت، وقت اور ماحول کی پیداوار نہیں ہے، بلکہ ہر دور اور ہر زمانہ میں اسکی ضرورت اور قدر وقیمت اپنی جگہ مسلم رہیگی۔ اسی علم کی بنیاد پر ایک مسلمان کی زندگی قائم ہے۔ اگر کسی کو قرآن وحدیث اور فقہ کے احکامات ہی معلوم نہ ہوں تو وہ کیسے زندگی بسر کر سکتا ہے اور اس کے لئے یہ زیبا نہیں دیتا کہ دائرۂ اسلام میں خود کو شامل تو کرے لیکن اسلام سے بے خبر اور نابلد رہے۔ گویا ایک مسلمان کی زندگی کیلئے علم دین کا ہونا ایک لازمی جزو ہے جس کے پیش نظر حضور اکرمؐ نے اپنی امت کو تحصیل علم کی طرف توجہ دلائی اور بقدر ضرورت دین کے اہم امور سے واقفیت حاصل کرنے کیلئے علم دین کا سیکھنا فرض قرار دیا۔ علم دین حاصل کرنے کا مقصد یہ نہیں کہ ہر شخص عربی زبان وادب سے واقف ہو جائے۔ اور قرآن وحدیث اور فقہ اسلامی پر عبور حاصل کرلے۔ بلکہ ضروری تو یہ ہے کہ دین کے مبادیات اور وہ ضروری احکامات جن کا تعلق عقائد، نماز، روزہ، حج اور زندگی کے دوسرے

اہم شعبوں میں کچھ نہ کچھ واقفیت ہی بھی اپنی مادری زبان میں حاصل کرلے۔ کیونکہ علم کی اتنی مقدار سے جاہلیت اور لاعلمی ایسی ہے کہ اس سے مسلمان کی زندگی خطرہ میں پڑجاتی ہے۔ اسی لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نصیحت فرمائی کہ علم حاصل کرو اگرچہ تمہیں ملک چین بھی جانا پڑے۔ یہاں چین سے مراد ملک چین ہی مقصود نہیں بلکہ دوری اور بُعد کی اس کے لئے صرف اشارہ ہے۔ کہ دنیا کے کسی بھی گوشہ اور حصہ میں یہ نعمت مل سکتی ہے، تو وہاں پہنچو اور حاصل کرو۔

اور ایک حدیث میں حضورؐ اکرم نے تحصیل علم کی طرف اپنی امت کو رغبت اس انداز سے دلائی کہ علم تو مومن کی گم شدہ پونجی ہے اور اس کی تحصیل کے مستحق تو بس وہی ہے، لہٰذا مومن جہاں بھی علم پائے اس کو اپنی ہی چیز سمجھ کر حاصل کرے۔

اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ فاسئلوا اھل الذکران کنتم لاتعلمون۔ مومنو! اگر تمہیں اسلام کی کوئی بات معلوم نہیں ہے تو اہل علم سے ان چیزوں کو دریافت کرلیا کرو۔ اس حکم کی وجہ یہ تھی کہ دینی علم کے بغیر زندگی بسر کرنا مشکل تھا۔ اسی اہمیت اور ضرورت کے پیش نظر ہمارے اسلاف نے سب سے پہلے بچّوں کو علم دین سکھلایا کرتے تھے۔ اسی لئے حضرت امام غزالیؒ نے کہا۔ عہدِ طفولیت میں ہی بچّوں کو عقائد حفظ کرائے جائیں۔ آپ نے یہ بات اس لئے کہی کہ عقائد ہی پر اسلام کی بنیاد ہے۔ عقائد میں ضعف اور فساد آدمی کی اخروی زندگی کو برباد کردیتی ہے۔ اور بچپن ہی میں حفظ کرنے کی بات کے اندر یہ نکتہ بھی پوشیدہ ہے کہ بچّوں کا ذہن تیز اور صاف ہوتا ہے اس میں جو نقش بھی بٹھا دیا جائے گا وہ آخری دم تک قائم رہے گا۔ لہٰذا بچپن ہی میں صحیح عقائد حفظ ہو جائیں تو آئندہ چل کر شعور اور فہم کے ساتھ ان میں پختگی بھی آجائے گی۔ اور مرتے دم تک وہی عقائد ذہن میں رہیں گے۔

غرض مذکورہ وضاحت سے علم کی ضرورت تو اچھی طرح عیاں ہوچکی، لہٰذا اب اسکی فضیلت کی طرف توجہ فرمائیے کہ یہ علم دنیا اور آخرت دونوں کیلئے مفید اور کارآمد ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ جو بندہ طلب علم کی خاطر سفر کرے اور اثنائے سفر میں انتقال کرجائے تو اس کو مرتبۂ شہادت نصیب ہوتا ہے۔ اور اس علم کے حاصل کرنے پر عنداللہ اجر وثواب حاصل ہوگا۔ اور اس علم کا فیضان ہر طرف پھیلتا رہیگا چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ اذا مات الانسان انقطع عمله الا من ثلث صدقة جارية او علم ينفع به او ولد صالح يدعوله۔

آدمی کی موت کے ساتھ عمل کا سلسلہ بند ہو جاتا ہے اور وہ نیکی اور ثواب کرنے سے عاجز ہوجاتا

ہے، لیکن تین چیزیں ایسی ہیں، جن کے ذریعہ وہ مرنے کے بعد بھی نیکی اور ثواب حاصل کرسکتا ہے۔ ایک صدقۂ جاریہ، نفع بخش علم، نیک و صالح لڑکا، جو اپنے باپ کے حق میں دعائے مغفرت کرتا ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ علم حاصل کیا ہوا شخص مرنے کے بعد بھی فائدہ میں رہتا ہے اور اس کا علم جو اس نے دوسروں کو عطا کیا تھا، جب تک وہ علم دنیا میں پھیلتا رہے گا برابر اس کا ثواب پہنچتا رہے گا۔

لہٰذا کون ایسا آدمی ہوگا جو اس بات کو پسند کرے کہ ایسے نفع بخش علم کو حاصل کرے اور حدیث میں تیسری چیز صالح لڑکا چھوڑ جانا بھی باعث اجر و ثواب ہے، لیکن یہاں اس حقیقت کو فراموش نہ کرنا چاہئے کہ اولاد کا صالح ہونے کا انحصار ان کی دینی تعلیم میں پوشیدہ ہے۔ بچوں کو اگر دینی علم ہی نہیں سکھلایا جائے تو کیسے وہ صالح اور نیک ہو سکتے ہیں؟ اور کیونکر وہ اپنے والدین کے حق میں دعائے مغفرت کرسکتے ہیں۔ گویا ولد صالح کے لئے علم دین کا ہونا ضروری ہے۔

حضرت امام غزالیؒ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک بزرگ کا گذر خواب میں قبرستان سے ہوا، انہوں نے دیکھا کہ قبروں سے تمام لوگ نکل کر کسی چیز کو حاصل کرنے کی کوشش کررہے ہیں۔ لیکن ایک آدمی اپنی قبر کے پاس خاموش بیٹھا ہے۔ یہ بزرگ اس کے نزدیک جاکر اس چیز کے بارے میں پوچھتے ہیں جسکو حاصل کرنے کیلئے تمام کوشش کررہے تھے، وہ صاحب قبر جواب دیتے ہیں، یہ دعائے مغفرت اور صدقہ کا ثواب بٹ رہا ہے جو زندوں کی طرف سے مُردوں کو ملا ہے۔ اس پر وہ بزرگ پوچھتے ہیں، پھر تم کیوں خاموش بیٹھے ہو۔ صاحب قبر جواب دیتے ہیں، میرا ایک لڑکا عالم اور حافظ قرآن ہے، جو مجھے روز قرآن پڑھ کر بخشتا، اور میرے لئے دعائے مغفرت کرتا ہے۔

چنانچہ خواب سے بیدار ہو کر صاحب مزار کا پتہ لگاتے ہیں تو واقعی ان کا لڑکا موجود تھا۔ لیکن چند دنوں کے بعد پھر خواب میں وہی منظر دیکھتے ہیں۔ لیکن اس مرتبہ یہ آدمی بھی ثواب کی تحصیل میں کوشاں تھا۔ حیرت سے پوچھتے ہیں، تمہیں تو اس کی ضرورت نہیں تھی۔ صاحب مزار جواب دیتے ہیں، چند دنوں سے ہمارے فرزند نے ہمیں فراموش کردیا ہے۔ خواب سے بیدار ہو کر اس لڑکے کے مقام پر پہنچتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ انتقال کرگیا ہے۔

غرض اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ اولاد کو علم دین سکھلانے سے کس قدر فائدہ ہے کہ آدمی مرنے کے بعد بھی ثواب حاصل کرسکتا ہے۔ اگر اولاد کو علم دین سکھلایا گیا تو کیسے وہ دعائے مغفرت کرسکیں گے۔ اور کیسے آدمی کو ثواب مل سکتا ہے۔

حاصل کلام علم دین کی تحصیل میں دونوں جہان کی بہبودی پوشیدہ ہے ——— !

یک گوشۂ چشمِ التفات

از: الحاج مولانا مولوی ظفر علی خان صاحب بی اے (مرحوم)

پیشکش :-
سید محمد گیسو دراز
قادری عرف
محسن حیدر آبادی

ـــــــ×ـــــــ

اے کہ ترا جمال ہے زینتِ محفلِ حیات
دونوں جہاں کی رونقیں ہیں ترے حسن کی زکوٰۃ

تیری جبیں سے آشکار پرتوِ ذات کا فروغ
اور ترے کوچہ کا غبار سرمۂ چشم کائنات

چہرہ کشا کرم ترا خاف سے تا بہ قیروان
لطف ترا کرشمہ سنج کعبہ سے تا بہ سومنات

تیرے سلام کے لئے گلشنِ قدس کے طیور
گھوم رہے ہیں ڈال ڈال جھوم رہے ہیں پات پات

دیکھتے ہی تیرا جلال، کفر کی صف الٹ گئی
جھک گئی گردنِ ہبل، ٹوٹ گیا طلسمِ لات

آنکھ کے اک اشارہ سے تو نے معًا بدل دیئے
ذہن کے سب تصورات قلب کے سب تاثرات

غیر کو خویش کر دیا، نیش میں نوش بھر دیا
پل میں درست کر دئیے بگڑے ہوئے تعلقات

کیا ہی وہ انقلاب تھا ڈھل گئے جس میں ایک ساتھ
لندن و پیرس و دمشق، پیکنگ و دہلی و ہرات

از سرِ نو کیا گیا دودۂ آدم ارجمند
اٹھ گئی قیدِ خون و رنگ مٹ گیا فرقِ نسل و ذات

شانِ خدائے پاک تھی یثربیوں کی سادگی
جس پہ نثار ہو گئے سب عجمی تکلفات

تیری ثنا میں تر زباں ہو گیا جو میری طرح
اس کے قلم میں آ گئی شانِ روانیٔ فرات

پست و بلند کے لئے عام ہیں تیری رحمتیں
عرش سے اور فرش سے تجھ پہ سلام اور صلوٰت

اے کہ رواں رواں تیرا درد میں ہے بسا ہوا
کس کو ترے سوا سنائیں جا کے ہم اپنی مشکلات

سر پہ اندھیری رات ہے، گھر گئی ہے بھنور میں ناؤ
موجِ بلا ہے تاک میں، دور ہے ساحلِ حیات

مقام کے پایہ عرش کا کر یہ ادب سے التجا
اے کہ ہے مبدۂ فیوض ایک فقط تیری ذات

بندے بھلے ہوں یا برے تو تو ہے اے خدا کریم
قطع ہو کیوں کریم کا سلسلۂ نوازشات

موردِ لطفِ خاص پہ کس لئے آج یہ عتاب
ہم سے پھرا ہوا ہے کیوں گوشۂ چشمِ التفات



ضوفشاں کرن

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدس کو آفتاب قرار دیا جائے تو اس آفتاب کی ضوفشاں کرنیں صحابۂ کرام ہی قرار پا سکتے ہیں اور کرنوں میں آفتاب کی حقیقت کا سما جانا ایک لازمی امر ہے یہی وجہ ہے کہ تمام صحابۂ کرام میں حضور اکرم کی سیرت مقدسہ کے تمام جلوے بکھرے نظر آتے ہیں۔ چنانچہ حضرت ابوذر غفاریؓ کی زندگی بھی اس نظریہ کی آئینہ دار ہے۔

نام جندب، کنیت ابوذر، لقب مسیح الاسلام
سلسلۂ نسب یہ ہے: جندب بن جنادہ بن قیس بن عمرو بن ملیل بن صعیر بن حرام بن غفار بن ملیل بن حمزہ بن بکر عبد مناۃ بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ غفاری۔

آپ کی والدہ ماجدہ کا نام رملہ اور والد کا نام جنادہ ہے اور آپ کا تعلق قبیلۂ بنی غفار سے ہے۔ ظہور اسلام سے پیشتر آپ کا قبیلہ رہزنی کیا کرتا تھا۔ اور آپ بھی ان میں سے ایک تھے۔ ایک مدت کے بعد آپ کے اندر ایسا انقلاب آیا کہ آپ نے اس پیشہ کو ہمیشہ کے لئے ترک کر دیا ظہور اسلام سے قبل سارا عرب ضلالت و گمراہی کے بھنور میں پھنسا ہوا تھا لیکن اس متعفن فضا میں بھی آپ توحید کے قائل رہے اور بت پرستی سے آپ کو سخت نفرت تھی۔ چنانچہ ایک شخص نے آپ کو یہ اطلاع دی کہ اے ابوذر غفاری مکہ مکرمہ میں تمہاری طرح ایک شخص (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) لا الٰہ الا اللہ کہتے ہیں۔ ابوذر غفاریؓ کو اسلام سے قبل ہی حق کی تلاش و جستجو تھی۔ اسی وقت اپنے بھائی کو مکہ مکرمہ روانہ فرمایا تا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق صحیح حالات معلوم کر سکے چنانچہ آپ خود کہتے ہیں کہ مجھے جب اطلاع ملی کہ مکہ مکرمہ میں ایک شخص نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے تو میں نے اپنے بھائی انیس کو تحقیق کے لئے مکہ مکرمہ روانہ کیا کہ جب وہ واپس آئے تو میں نے ان سے پوچھا کیا خبر لائے ہو۔ انہوں نے کہا خدا کی قسم وہ تو بھلائی کی طرف دعوت دیتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں۔ یہ باتیں سننے کے بعد مجھے اطمینان قلب میسر نہ ہو سکا تو میں خود تشفی کے لئے مکہ مکرمہ روانہ ہوا اور وہاں خانۂ کعبہ میں تین دن تک قیام کیا لیکن پریشان کن بات تو یہ تھی کہ میں رسول اکرمؐ کو پہچانتا نہ تھا اور کسی آدمی سے اس معاملہ میں

گفتگو کرنا بھی مناسب نہ سمجھا۔ حسن اتفاق سے ایک روز
میرا گذر چاہ زمزم سے ہُوا تو حضرت علیؓ کا سامنا ہُوا۔
اور انہوں نے مجھے مخاطب کر کے پوچھا بندۂ خدا تم مسافر
معلوم ہوتے ہو۔ میں نے اثبات میں جواب دیا۔ اس کے
بعد وہ مجھے اپنے گھر لے گئے اور میری خاطر تواضع کی لیکن
میں نے ان سے بھی اپنا مقصود اور مدّعا پوشیدہ رکھا اور
صبح ہونے کے بعد پھر خانۂ کعبہ میں چلا آیا۔ اور اپنے مقصد
کی تکمیل میں سرگرداں رہا۔ میری خوش قسمتی کہئے کہ پھر حضرت
علیؓ کا گذر میرے قریب سے ہوا اور انہوں نے مجھے دیکھ
کر خیر و عافیت دریافت کی اور پوچھا کیا تمہیں اب تک
اپنی قیام گاہ نہیں ملی؟ یہ بات سن کر میں نے اپنے مقصد کو
واضح کیا۔ حضرت علیؓ نے جب یہ بات سنی تو بے پایاں مسرت
کا اظہار کیا اور فرمایا اے ابو ذر! تم نے خیر کو پالیا تم میرے
ساتھ چلے آؤ۔ میں جس گھر میں گھس جاؤں تم بھی خاموشی کے
ساتھ داخل ہو جاؤ۔ اگر راستہ میں کوئی خطرہ لاحق ہو جائے
تو میں اپنے جوتے درست کرنے کے بہانے جھک جاؤں گا'
تم چپ چاپ آگے بڑھتے چلے جاؤ۔ حسب ہدایت میں
کاشانۂ نبویؐ پہ حاضر ہوا۔ سرکار رسالتمآبؐ پر نظریں پڑیں
تو خوشی کی انتہا نہ رہی۔ جب میں نے اسلام سے متعلق دریافت
کیا تو حضور اکرمؐ نے مسرت کا اظہار فرماتے ہوئے اسلام کی
تعلیم دی۔ میں اسی وقت مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ اس کے
بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ابو ذر! یہاں سے
جانے کے بعد کسی سے اپنے مسلمان ہونے کا اظہار نہ
کرو۔ اپنے گھر لوٹ جاؤ۔ میرے ظہور کے بعد واپس آؤ۔

ابو ذر ابتدا سے ایک موحد تھے۔ قبول اسلام کی
وجہ سے ان کے اندر ایک ایسی ایمانی حرارت پیدا ہو گئی کہ
وہ ان مصلحتوں اور حکمتوں کی طرف متوجہ نہ ہو سکے جو ان کے
اسلام کے پوشیدہ رہنے میں مضمر تھیں۔ جذبۂ ایمانی سے
سرشار اور لبریز ابو ذرؓ نے سیدھے خانۂ کعبہ کا رُخ کیا۔
اور علانیہ طور پر اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور حضرت محمدؐ
صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا اعلان کیا۔ قریشیوں کو
آواز کب پسند آسکتی تھی کہ تمام آپ پہ ٹوٹ پڑے اور اتنا
زدو کوب کیا کہ آپ کی حالت حضرت عباسؓ سے دیکھی نہ گئی
آپ کو بچانے کی خاطر چیخ چیخ کر کہنے لگے 'اے قریشیو! تم
قبیلۂ غفاری کے ایک فرد کے ساتھ ایسا سلوک کر رہے ہو
جو تمہاری تجارتی گذرگاہ پہ واقع ہے۔ یہ سنتے ہی تمام ہٹ
گئے۔ حضرت ابو ذر غفاریؓ کا نشۂ ایمانی سرد پڑنے والا نہ
تھا اس میں تیزی بڑھتی گئی۔ دوسرے دن بھی یہی کچھ
معاملہ ہوا سلسلہ یوں ہی چلتا رہا۔ ایک مرتبہ دشمنوں
کے ظلم سے تھکے ماندے راستہ میں پڑے ہُوئے تھے اچانک
سرکار رسالتمآبؐ کا گذر ہُوا۔ ابو ذر کو اپنے ساتھ گھر لے
گئے۔ چند دن مکہ مکرمہ میں اپنے پاس رکھنے کے بعد ان کے
گھر بھیج دیا۔ اور ہدایت کی کہ جا کر اپنے قبیلہ میں اسلام
کی تبلیغ کرتے رہو۔ خدا تمہاری اس جانفشانی' اور

محنت کو قبول کریگا۔ اور تمہیں اچھا بدلہ عطا فرمائے گا۔
آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کی اور اپنے وطن کو روانہ ہوئے۔ راہ میں اپنے بھائی اُنیس سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے دریافت کیا اے بھائی صاحب! کیا مکہ مکرمہ گئے تھے۔ کیا محمدؐ کے بارے میں تحقیق ہوئی؟ آپ نے جواب دیا کہ حق وصداقت کا اعتراف کرکے مشرف بہ اسلام ہوگیا ہوں۔ ان کلمات کو سن کر وہ بھی حلقۂ اسلام میں داخل ہوگئے۔

تیسرے بھائی امنا بھی اس واقعہ کو سن کر مشرف بہ اسلام ہوگئے۔ اس کے بعد تینوں بھائی اپنے وطن پہنچ کر دعوتِ حق میں مصروف ہوگئے۔ حضرت ابوذر غفاریؓ آنحضور کے ارشاد کے مطابق اپنا سارا وقت تبلیغ اسلام میں صرف کرتے رہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ہجرت مدینہ کے قبل ہی قبیلۂ غفار کا آدھا سے زیادہ حصہ اسلام قبول کرچکا تھا۔ ہجرت کے بعد پورا قبیلہ اسلام کی رحمتوں اور برکتوں سے مالا مال ہوگیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ کو اپنا مسکن قرار دیا تو حضرت ابوذر غفاریؓ بھی ہجرت کرکے مدینہ منورہ پہنچ گئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنے لگے۔

آپ کی سخاوت اور داد و دہش عام تھی۔ اپنی کمائی ہوئی دولت سے ایک پیسہ بھی جمع نہیں فرماتے تھے۔ بکریوں کا ایک ریوڑ آپ کے پاس موجود تھا۔ اسی سے آپ کا گذر بسر ہوتا تھا۔ مہمانوں اور پڑوسیوں کی خوب خاطر و مدارات کرتے تھے۔ آپ ذخیرہ اندوزی اور روپیہ کو پس انداز کرنے کے سخت مخالف تھے۔ جب لوگ کہتے کہ اپنے لئے کچھ جمع کرلو تو آپ صاف کہہ دیتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص چاندی سونا جمع کرتا ہے گویا وہ آگ کو اپنے پیٹ میں جمع کررہا ہے۔

چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی شان میں ارشاد فرمایا 'ابوذر کی طبیعت میں تقویٰ اور زہد اس قدر رچا اور بسا ہوا ہے کہ ان میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان نظر آتی ہے۔ چنانچہ یہ بات قابل ذکر ہے کہ حضور اکرم کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد بہت سے لوگوں میں تبدیلیاں کچھ نہ کچھ ہونے لگی، لیکن حضرت ابوذرؓ کی شان دیکھئے کہ زندگی کے آخری لمحات میں بھی تقویٰ کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹا۔

اکثر وقت آپ کا دربارِ رسالت میں گذرتا تھا' اسی کا اثر ہے کہ آپ عمل وفضل میں یکتا تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر چھوٹی بڑی بات کو پوچھ لیا کرتے تھے۔ یہ ناممکن تھا کہ کوئی علمی مسئلہ ایسا ذہن پر ابھرے اور آپ اس کو طاقِ نسیان کی نذر کردیں۔ تحصیل علم کا یہی وہ جذبہ اور شوق تھا کہ جس کی وجہ سے آپ حبر الامت کے نام سے

پکارے گئے اور حضرت عمرؓ جو خود علم وفضل میں اپنا مخصوص اور منفرد مقام رکھتے تھے اور عموماً فرماتے ابو ذر علم میں عبداللہ بن مسعودؓ سے کچھ کم نہیں۔

ابو ذر غفاری کا قلب مبارک عشق رسولؐ سے لبریز تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب بھی آپ کے سامنے سرکار کا ذکر خیر ہونے لگتا تو آپ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے۔ اور سرکار کو بھی آپ سے بے حد محبت والفت تھی۔ چنانچہ بارگاہ رسالت میں جب آپ موجود ہوتے تو سب سے پہلے مخاطب کا شرف آپ ہی کو حاصل ہوتا تھا اور جب بھی سرکار آپ کو دیکھتے تو بے حد مسرور ہوتے اور آپ سے مصافحہ کے لئے ہاتھ آگے بڑھاتے۔

ایکمرتبہ حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ حضورؐ سے عرض کیا خدا کے رسول، آدمی کسی ایک سے محبت کرتا ہے لیکن اس کے جیسے اعمال کی قوت اپنے اندر نہیں پاتا ہے۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تم جس شخص سے محبت رکھتے ہوئے اس کے ساتھ ہو۔ آپ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں خدا ورسول سے محبت رکھتا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا یقیناً تم اسی کے ساتھ ہو جس سے محبت رکھتے ہو۔

سرکار دو عالم آپ کو اس قدر چاہتے تھے، کہ ایک مرتبہ طلب امارت پر فرمایا۔ ابو ذر تمہارے لئے یہ چیز ٹھیک نہیں۔ میں وہی چیز تمہارے لئے پسند کرتا ہوں، جو اپنے لئے پسند کرتا ہوں۔ حضرت ابو ذر غفاریؓ حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد مبارک کا ہر وقت لحاظ رکھتے تھے۔ آپ کے حکم سے سرمو تجاوز نہیں کرتے تھے۔

ایکمرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے امارت کی خواہش ظاہر کی تو آپ نے فرمایا تم کمزور ہو، امارت ایسا بوجھ ہے جس کے حقوق ادائیگی کا پاس ولحاظ رکھنا ضروری ولازمی ہے، اگر اس میں کسی قسم کی کمی واقع ہوئی تو میدان حشر میں اسکی سخت ترین پرسش ہوگی۔ اس نصیحت کے بعد آپ نے کبھی امارت کی تمنا نہیں کی۔

ایکمرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے فرمایا کہ جب تمہارے اوپر ایسے حکمران مقرر ہوں جو تم سے اپنے حقوق میں زیادہ حصہ طلب کریں تو اس وقت تم کیا کروگے؟ عرض کیا یا رسولؐ اللہ میں اس وقت تلوار سے کام لونگا۔ یہ جواب سنکر حضور علیہ السلام نے فرمایا اے ابو ذر! میں تم کو اس سے بہتر مشورہ دیتا ہوں، وہ یہ کہ تم ایسے اوقات میں صبر کا دامن تھامے رہو۔ یہاں تک کہ تم مجھ سے آملو۔ اس فرمان پر آپؓ سختی سے عمل پیرا رہے اور تا دم زیست آپ نے اپنی قوت کا استعمال نہیں کیا اور ہمیشہ صبر کے پیکر بنے رہے۔

ایکمرتبہ حضور علیہ السلام نے آپکے بارے میں ارشاد فرمایا آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر ابو ذرؓ سے زیادہ سچا کوئی آدمی نہیں ہے۔ آپ حق گوئی میں بڑے بے باک تھے۔ حضرت علی فرماتے ہیں میرے اور

ابو ذرؓ کے علاوہ کوئی آدمی ایسا باقی نہیں ہے جو خدا کے معاملہ میں لومۃ لائم کا خوف نہ رکھتا ہو۔

آپ کے اخلاق کریمانہ پر خلق نبویؐ کا گہرا اثر تھا جس طرح حضور اکرمؐ کے قلب مبارک پر عیش و تنعم کی چیزیں کوئی اثر انداز نہ ہوتی تھیں بالکل اسی طرح حضرت ابوذر کی حالت تھی۔ آپ نے کبھی دنیا اور دنیا کی چیزوں کو آنکھ اٹھا کر نہ دیکھا اور ہمیشہ آخرت کی نعمتوں پر نظر مرکوز رہیں۔

حضرت ابو ذرؓ غفاری کی وفات کا واقعہ بھی نہایت حیرت انگیز ہے ۳۱ھ میں ربذہ کے جنگل میں آپ نے وفات پائی۔ آپ کی وفات کے حالات آپ کی زوجہ محترمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خود بیان کرتی ہیں کہ جس وقت آپ کی طبیعت ناساز ہوئی تو مجھے آپ کی حالت پر بہت افسوس ہوا بے اختیار رونے لگیں تو آپ نے فرمایا تم کیوں روتی ہو۔ میں نے کہا کہ تم ایک ویران جنگل میں ہو۔ یہاں میرے اور تمہارے علاوہ کوئی یار و مددگار نہیں ہے۔ اور ہمارے افلاس کا یہ عالم ہے کہ استعمال کے لئے کوئی دوسرا لباس تک نہیں ہے۔ ایسی حالت میں اگر تمہارا وصال ہو جائے تو کیا کیا جائے۔ آپ نے فرمایا آنسو نہ بہاؤ۔ میں تم کو اس وقت ایک خوشخبری سناتا ہوں وہ یہ ہے کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ جس مسلمان کے ایک یا دو یا تین لڑکے انتقال کر گئے ہوں تو وہ اپنے والدین کو دوزخ کی آگ سے بچانے کے لئے کافی ہے اور آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ تم میں سے ایک فرد جنگل و بیابان میں انتقال کر جائے گا اور اس وقت مسلمانوں کی ایک جماعت اس کے پاس پہنچ جائیگی۔ چنانچہ میں دیکھ رہا ہوں میرے تمام ساتھی اس دار فانی سے کوچ کر گئے ہیں۔ اب میں صرف اکیلا اور تنہا رہ گیا ہوں اور مجھے اب یقین ہو گیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس آدمی کو صحرا میں انتقال ہونے والا بتایا ہے وہ میں ہی ہوں، لہٰذا میری تجہیز و تکفین کی چنداں فکر مت کرو، لہٰذا تم رونے کی بجائے راستہ پر نظر ڈالو، یقیناً کوئی غیبی امداد آ رہی ہو گی۔ بیوی نے جواب دیا۔ حجاج بھی تو روانہ ہو چکے راستہ بند ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا نہیں جاؤ دیکھو، چنانچہ میں ایک طرف دوڑ کر ٹیلہ سے قافلہ کو دیکھنے کے لئے جاتی، فوراً الٹے پاؤں آپ کی حالت دیکھنے کے لئے بیقرار ہو کر واپس چلی آتی۔ کچھ دیر آپ کے پاس رہ کر پھر راستہ پر چلی جاتی، یہی کیفیت بہت دیر تک رہی۔ آخر کار تھوڑی دیر بعد دور سے ایک جماعت آتی ہوئی دکھائی دی میں ان کو اشارہ کیا کہ وہ لوگ ہمارے پاس آ کر رک گئے۔ اور دریافت کئے یہ کون ہیں۔ میں نے جواب دیا صحابئ رسولؐ ابو ذر غفاری رضؓ ہیں۔ یہ جملہ سننا ہی تھا تمام آدمی ابو ذر کے قریب گئے۔ پہلے ابو ذر غفاری نے حضورؐ کی پیشین گوئی سنائی، پھر وصیت کی، تم میں سے جو شخص حکومت کے عہدہ پر مامور رہا ہے

عقائدِ اہلِ سنّت وجماعت کا اجمالی جائزہ

از افضل العلماء مولوی محمد برہان الدین صاحب عنطری استاذ دارالعلوم لطیفیہ مکان حضرت قطب ویلور قدس سرہٗ

سال گزشتہ "اللطیف" میں "بہتر فرقے" کے عنوان سے میرا مقالہ شائع ہو چکا ہے اور یہ اسی مضمون کا تکملہ ہے جس میں اہل سنت وجماعت کے عقائد کی ترجمانی کی گئی ہے۔ عقائد اہل سنت وجماعت کی پیروی میں ایک مسلمان کی نجات مضمر ہے۔ خدا ہم تمام مسلمانوں کو عقائد اہل سنت وجماعت پر قائم رکھے اور ہر ایک کا خاتمہ بالخیر کرے۔
آمین بجاہ سید المرسلین۔ سید محمد برہان الدین

قرآن اور حدیث کی رُو سے جن احکام شرعیہ کا استنباط کیا گیا ہے وہ دو قسم پر مشتمل ہے۔ ایک کا تعلق قلب سے ہے اور دوسرے کا تعلق اعضاء سے ہے اور جن احکام کا تعلق اعتقاد سے ہے اسمیں صرف ان کی حقیقت پر یقین رکھنا اور ان پر ایمان لانا ضروری ہے جیسے خدا کی وحدانیت پر یقین رکھنا اور اس کی ذات کے یکتا ہونے پر ایمان لانا ایسے احکام کو اصلیہ اور اعتقادیہ کہتے ہیں۔ جن کے اندر عمل کی کوئی ضرورت نہیں اور جن احکام کا تعلق اعضاء سے ہو اس میں صرف ان کی حقیقت پر یقین اور ان کی فرضیت پر اعتقاد رکھنا کافی نہیں بلکہ ان پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے۔ ایسے احکام کو فرعیہ اور عملیہ کہتے ہیں جیسے نماز جس میں عمل کی ضرورت ہے صرف نماز کی حقیقت اور اسکی فرضیت پر ایمان لانا کافی نہیں اعتقادی اور بنیادی احکام کا انحصار چھ باتوں پر ہے۔

خدا پر، فرشتوں پر، خدا کی کتابوں پر، خدا کے رسولوں پر، قیامت پر، اور قضا وقدر پر ایمان لانا ہے۔

خدا پر ایمان

خدائے تعالیٰ کو صفاتِ کمالیہ سے متصف ماننا اور بُری صفات سے عاری اور منزہ قرار دینا اور خدا کے لئے بیس صفات ضروری قرار دینا۔ ان میں سے ایک صفت نفسیہ ہے اور وہ وجود ہے۔ خدا کا وجود اسکی ذات سے ہٹ کر کوئی اور چیز نہیں ہے جس کی وجہ سے اس کو صفت نفسیہ سے متصف قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ مخلوق کا وجود اور ذات دونوں الگ الگ ہیں۔ مخلوق کا وجود عطائی اور ظلّی ہے۔ خدا کا وجود حقیقی اور ذاتی ہے۔ خدا کا وجود مطلق ہے اور مخلوق کا وجود مقید ہے اور خدا کے لئے پانچ صفات سلبیہ کا ماننا ضروری ہے۔ اور وہ یہ ہیں۔ قِدَم، بقا، مخالفة للحوادث

قیام بنفسہ، وحدانیت اور یہ پانچ صفتیں ایسی ہیں جو کسی بھی شکل وصورت اور طریقہ سے مخلوق کے اندر پائی نہیں جاتیں۔

اللہ تعالیٰ قدیم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے وجود کے لئے کوئی ابتداء نہیں، جیسا کہ مخلوق کے لئے ابتداء اور آغاز ہے۔ اس لئے کہ مخلوق حادث ہیں اور اللہ تعالیٰ حادث نہیں ہے۔ بقا کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وجود کے لئے کوئی انتہا نہیں ہے۔ جیسا کہ مخلوق کے وجود کے لئے آخری اور انتہا ہے۔ کیونکہ خدا قدیم ہے، اور جو قدیم ہو اس کا معدوم ہونا بھی محال ہے۔ اور جو معدوم ہوگا اس کا قدیم ہونا بھی محال ہے۔

مخالفۃ للحوادث کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات مخلوق سے بالکل علیحدہ ہے۔ خدا نہ کسی چیز کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے، نہ کوئی چیز اس کے ساتھ مشابہت رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے کسی صفت کو مخلوق کے لئے ثابت کرنا توحید کے منافی ہے۔ اور خدا کو کسی چیز کے ساتھ تشبیہ دینا یا خدا کو جسم یا عرض قرار دینا یا خدا کو زمان یا زمانی قرار دینا یہ تمام باتیں خلاف عقل ہیں اور عقائد اہل سنت وجماعت کے خلاف ہیں۔

وحدانیت، کے معنی ہے یکتا ہونا، وحدانیت دو طرح کی ہوتی ہے۔ توحید ربوبیت، اور توحید الوہیت۔ الوہیت کے معنی یہ ہے کہ ساری چیزوں کا مالک اور ولائے کائنات، مختار کل۔ بس وہی ایک ذات پاک ہے۔ توحید والوہیت کا معنی یہ ہے کہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات عبادت کے لائق اور عبادت کی مستحق ہے۔ اور توحید الوہیت کے اندر توحید ربوبیت شامل ہے۔ اس لئے کہ معبود حقیقی صرف وہی ہو سکتا ہے جو ساری کائنات کا مالک ومولیٰ ومختار کل ہو۔ توحید سے مراد اللہ تعالیٰ کا یکتا ہونا ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ صفات میں افعال میں، اور ذات میں خدا ایک ہے اور ایک سے عدد مراد نہیں ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے برابر کسی مخلوق کی صفات نہیں ہیں۔ اور مخلوق کی صفات اللہ تعالیٰ کی صفات کے مانند نہیں ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی صفات قدیم ہیں اور مخلوق کی صفات حادث ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات کے مانند اور اس کے مثل کوئی ذات نہیں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے افعال کے مانند کسی کے افعال نہیں ہیں۔ اسی کو توحید کہتے ہیں۔ اور یہی توحید ہے جس کو سارے انبیاء کرام لے آئے۔ اور اقرار توحید ہر مکلف پر فرض اولین ہے۔ لہٰذا ہر بندے پر پہلا فرض یہ ہے، کہ وہ دونوں شہادتیں کا معنی سمجھ کر دل میں یقین رکھتے ہوئے زبان سے اقرار کرے۔ جب تک اقرار لسانی اور تصدیق قلبی نہ ہو اس پر کوئی فرض عائد نہیں ہوگا۔

علماء اہل سنت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سن شعور کو پہنچنے سے قبل دونوں شہادتیں پر اقرار کرنے کے بعد پھر دوبارہ اقرار کرنے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ اس پر فروعی احکام عائد ہو جاتے ہیں۔

قیام بنفسہ کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے وجود
میں اور اپنا وجود برقرار رکھنے میں کسی چیز کی طرف محتاج نہیں
ہے بلکہ اپنے آپ قائم ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے ہر کام میں
ہر فعل میں اور اپنے صفات میں کسی کی طرف محتاج نہیں
ہے' اس کے برخلاف مخلوق اپنے وجود میں اور اس وجود
کو برقرار رکھنے میں اور اپنے ہر کام میں اور تمام صفات میں
ہر آن و ہر لمحہ خدا کی طرف محتاج ہے۔ چنانچہ ان پانچ
صفتوں کے اندر سلب حدوث، سلب فنا، و عدم، سلب
مشابہت، سلب افتقار، سلب شرکت کا پہلو پوشیدہ ہے
اسی لئے مذکورہ پانچ صفات کو صفات سلبیہ کہتے ہیں۔
اور صفاتِ ذاتیہ سات ہیں۔ صفاتِ ذاتیہ ان صفات
کو کہتے ہیں جن کی نفی کرنے سے نقیض اور ضد لازم آجائے۔
جیسے حیات کو نفی کرنے سے موت، قدرت کی نفی سے
عجز، ارادت کی نفی سے اضطرار اور عدم اختیار، سمع کی
نفی کرنے سے بہرا پن، بصر کی نفی کرنے سے اندھا پن،
کلام کی نفی کرنے سے گونگا پن، علم کی نفی کرنے سے
جہل لازم آئے گا۔

حیات سے مراد ایک ایسی قدیم اور ازلی صفت
ہے جس پر سمجھ اور فہم کا دار و مدار ہے، مخلوق کے
اندر بھی صفت حیات موجود ہے لیکن فرق اتنا ہے کہ
خدا کی صفت ذاتیہ ہے کیونکہ صفت حیات زائل ہو کر
خدا پہ موت طاری نہیں ہو سکتی، اس کے برعکس مخلوق
کی صفتِ حیات زائل ہو کر اس پہ موت کا طاری ہونا
ضروری ہے۔ اس لئے کہ خدا کی صفت ذاتیہ ہے اور
مخلوق کی صفت عطائیہ ہے۔ خدا کی صفت کامل ہے
اور مخلوق کی صفت ناقص ہے۔ محشر میں فیصلہ سنانے
کے بعد وہاں کی زندگی اور حیات بھی دائمی ہے لیکن
وہ حیات بھی عطائی ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ اپنی قدیم اور
ازلی صفت حیات سے زندہ ہے اور زندہ رہنے والا ہے۔

قدرت ایک ایسی قدیم اور ازلی صفت ہے
جو اپنی مقدورات اور متعلقات میں اثر قائم کر سکتی ہے۔
قدرت کا تعلق ایسے ممکن سے ہے جو وجود میں آسکتا
ہے۔ واجب الوجود اور محال سے قدرت کا تعلق نہیں
ہو سکتا۔ قدرت کا معنی یوں سمجھئے۔ تمام اشیاء کو ہم
تین قسموں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ واجب الوجود لذاتہ
یعنی ایسی چیز جس کا وجود خود بخود واجب اور ضروری
ہو' اور یہ صرف ذات پاک ہے۔ خود بخود وجود میں
آنا ضروری ہونے کی وجہ سے یہاں قدرت کا تعلق
نہیں ہے۔ دوسرا محال الوجود لذاتہ، یعنی ایسی چیز کا
وجود میں آنا محال ہو۔ مثلاً ایک ہی چیز کا ایک ہی
وقت موجود بھی ہونا اور معدوم بھی ہونا اور ایک ہی
وقت ایک ہی جگہ روشنی بھی اور اندھیرا بھی رہنا۔
ایسی چیزیں محال اور ممتنع ہونے کی وجہ سے یہاں بھی
قدرت کا تعلق نہیں ہے۔ یہاں اگر وجود متعلق ہو جائے
اور وہ چیز وجود میں آگئی ہو تو وہ محال سے نکل
کر ممکن بن جائیں گی یہ بھی محال ہے۔ اور قدرت

کا تعلق ہونے کے باوجود وجود میں نہیں آئی، تو اللہ تعالیٰ
کی قدرت کے لئے عجز اور نقص ثابت ہوگا۔ اس لئے ہم
یہ کہتے ہیں کہ قدرت کا محال کے ساتھ تعلق نہیں، اسلئے
ایسی چیزوں پر تکلیف شرعی وارد نہیں ہوتی۔ کیونکہ افعال
العباد کی موجد حقیقی صرف خدا کی ذات ہے۔ اسی قدرت
مؤثرہ سے بندوں کے افعال وجود میں آتے ہیں۔ جب
کبھی انسان خدا کی دی ہوئی قدرت سے کوئی کام اختیار
کرلیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے چاہے تو اس
کام کو وجود میں لاتا ہے یا نہیں۔

یہاں پر اہل سنت وجماعت معتزلہ اور جبریہ
کے درمیان اختلاف ہے۔ معتزلہ کا قول ہے کہ بندے
اپنے افعال کے موجد وخالق ہیں۔ لیکن یہ بات نصوص قرآنیہ
کے بالکل مخالف ہے۔ کیونکہ قرآن بندے کے ہر کام کو خدا
کی جانب منسوب کرتا ہے۔ لہٰذا بندے کے اندر اللہ تعالیٰ
نے جو قدرت رکھی ہے، وہ قدرت مؤثرہ نہیں بلکہ وہ قدرت
کاسبہ ہے۔ یعنی کوئی کام اچھا ہو یا بُرا بندے کو صرف
اختیار کرنے کا حق ہے۔ بندوں کو ہم اپنے افعال کا خالق
نہیں سمجھتے بلکہ کاسب یعنے اختیار کرنے کا حق رکھنے والا
سمجھتے ہیں۔

جبریہ کہتے ہیں کہ بندہ اپنے افعال کا خالق اور
کاسب نہیں، بالکل مجبور اور عاجز ہے، سب کچھ خدا
کرتا ہے لیکن اسطرح بندہ کو مجبور اور عاجز کہہ دیں
تو تکالیف شرعی بیکار سی بات ہوگی۔ اس لئے اہل سنت
وجماعت کہتے ہیں کہ بندہ کو اپنے افعال میں جو چاہے اختیار
کرنے کا حق ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہم صرف خدا کی قدرت
کو مؤثرہ کہتے ہیں۔ خدا ہی بندہ کے افعال کا خالق ہے۔
اس لحاظ سے بندہ نہ مختار کل ہے اور نہ مجبور محض۔ اس
کو یوں سمجھئے، سردی کے موقعہ پر انسان بغیر سوچے سمجھے
کانپتا ہے یہ بھی حرکت ہے۔ دوسرے موقعہ پر وہ اپنے آپ
کو ہلاتا ہے تو یہ بھی حرکت ہے۔ لیکن دونوں میں آپ
فرق ضرور محسوس کرسکتے ہیں۔ یہ فارق بھی ہے۔ پہلی والی
حرکت میں بے اختیار رہے، دوسرے میں با اختیار رہے۔

تیسرا ممکن الوجود لذاتہ۔ یعنی ایسی چیز جس کا وجود
میں آنا بھی ممکن ہے اور نہ آنا بھی ممکن ہے اسی کے ساتھ
قدرت کا تعلق ہے۔ اور اسی میں شرعی تکلیف ہوتی ہے۔
مثلاً ابوجہل کا مومن ہونا فی نفسہ ممکن ہے۔ اس لئے
اس پر مومن ہونے کی تکلیف آئی۔ لیکن وہ مومن نہیں ہوا۔
اس لئے خدا کی مشیت کا تعلق نہیں ہوا۔ خلاصہ یہ ہے
کہ خدا اپنی قدرت ازلیہ سے قادر ہے۔ خدا قادر ہونے
کا معنی یہ ہے کہ اگر وہ چاہے تو ممکن الوجود والی چیز
کو اپنی قدرت ازلیہ سے وجود میں لاسکتا ہے۔ اگر وجود
میں لانا نہیں چاہتا تو اس کو عدم ہی میں رکھ بھی سکتا ہے
اللہ تعالیٰ نے جس قدرت ازلیہ سے انسان کو پیدا کیا،
اسی قدرت ازلیہ سے اس کو مرنے کے بعد دوبارہ پیدا
کرے گا کیونکہ دوبارہ اعادہ کرنا فی نفسہ ممکن الوجود ہے۔
ارادت کے معنی یہ ہے کہ قدرت کے دونوں

متعلقوں میں سے ایک کو ترجیح دینا اور ایک کو اختیار کرنا مثلاً ایک آدمی کو سورج طلوع ہونے کے وقت اور دوپہر کے وقت اور مغرب کے وقت بھی پیدا کرسکتا ہے۔ جب چاہے اور جہاں چاہے پیدا کرسکتا ہے تو اس آدمی کو صبح کے وقت ایک معین جگہ میں پیدا کرنا۔ یہاں تینوں اوقات میں سے دو کو چھوڑ کر کوئی ایک جگہوں میں سب کو چھوڑ کر ایک ہی وقت اور ایک ہی جگہ اختیار کرنا اور ان میں سے ایک کو ترجیح دینا اس کو ارادت کہتے ہیں۔ یہ بھی ازلی صفت ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی قدیم اور ازلی ارادہ سے ارادہ کرنے والا ہے۔ خدا کے ارادہ کے بغیر کوئی چیز چاہے وہ بری ہو یا اچھی، کم یا زیادہ بڑا ہو یا چھوٹا معصیت ہو یا طاعت کفر ہو یا ایمان، خواہ کوئی بھی چیز کیوں نہ ہو خدا کے ارادہ کے بغیر وجود میں آ نہیں سکتی۔ اس سے یہ بات کھل گئی کہ فلاسفہ کے اقوال غلط ہیں، جو یہ کہتے ہیں، کہ اللہ مختار نہیں ہے اور کسی چیز کا ارادہ کرنے والا بھی نہیں ہے۔ بلکہ بالذات موجب اور مضطر ہے۔ اس کے لئے ارادہ نہیں ہے۔ اور بعض معتزلہ کے یہ اقوال بھی غلط ہیں کہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ارادت صفت ازلیہ سے نہیں ہے، بلکہ صفتِ حادثہ ہے۔ اللہ تعالیٰ بری اور قبائح چیز کا ارادہ نہیں کرتا، دنیا میں جتنے بھی گناہ وجود میں آتے ہیں یہ خدا کے ارادہ سے نہیں، بلکہ انسان سے صادر ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نیکی کا ارادہ کرتا ہے۔ کفار سے خدا یہ ارادہ کرتا ہے کہ وہ مومن بن جائیں۔ لیکن خدا کے ارادہ کے خلاف وہ کافر بن جاتے ہیں۔ گویا دنیا میں اکثر کام خدا کے ارادہ کے خلاف چلتے ہیں۔ کیونکہ دنیا میں نیکی سے زیادہ بدی ہے، لیکن اہل سنت وجماعت یہ بات تسلیم نہیں کرتے کیونکہ یہ کئی قرآنی آیتوں کے خلاف ہے۔ اس مسئلہ میں اہلسنت وجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ خدا کے ارادہ کے بغیر کوئی چیز وجود میں آ نہیں سکتی۔ لیکن اللہ تعالیٰ برے کاموں کو پسند نہیں کرتے۔

سمع کا معنی یہ ہے سننا یعنی اللہ تعالیٰ اپنی ازلی صفت سمع سے ہر مسموعات کو سنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو مسموعات کو سننے کے لئے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ جیساکہ مخلوق اگر کوئی آواز کو سنتی ہے تو اس کے لئے کئی چیزوں کی ضرورت ہے۔ مثلاً آواز کو انسان کے کان تک لے آنے کے لئے ہوا کی ضرورت ہے، اور اس آواز کو قبول کرنے والی قوت کا ہونا لیکن اللہ تعالیٰ کے لئے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کو بلند اور پست آواز کے سننے میں کوئی فرق نہیں ہے۔ یہاں تک کہ وہ دل کی بات بھی سن لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یہ صفت ذاتیہ ہے اور مخلوق کی صفت عطائیہ ہے۔

بصر کے معنی دیکھنا، نظر آنا۔ یہ بھی ایک قدیم اور ازلی صفت ہے جو مبصرات سے تعلق رکھتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کو ہر چیز کی طرف دیکھنے کے لئے یہ ایک صفت

کافی ہے اور خداوند قدوس کے پاس دور ونزدیک بڑی اور چھوٹی سب برابر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کے واسطے ہماری جیسی آنکھ کی کوئی ضرورت نہیں ہے، گویا اللہ تعالیٰ اپنی صفت ازلی سمع سے سمیع اور بصر سے بصیر ہے۔

کلام کا معنی یہ ہے، بات کرنا۔ یہاں کلام سے مراد اللہ تعالیٰ کی ایک صفت ازلیہ ہے۔ کلام کو سمجھنے کے لئے قرآن کہہ سکتے ہیں۔ کلام دو معنوں میں مستعمل ہے۔ ایک کلام نفسی دوسرا کلام لفظی۔ کلام نفسی یہ دلالت کرنے اور اس کی ترجمانی کے لئے جو الفاظ استعمال ہوتے ہیں، اس کو کلام لفظی کہتے ہیں۔ مثلاً ایک مقرر منتخب شدہ عنوان پر تقریر کرنے کے لئے مختلف قسم کا مواد اپنے عنوان کے مطابق دل و دماغ میں جمع کرتا ہے اور اس کو الفاظ کا جامہ پہنا کر پیش کرتا ہے اگرچہ کہ وہ جمع کرنے کے وقت ترتیب کے ساتھ جمع کیا ہے اور اپنی زبان سے ادا کرنے کے وقت بھی ترتیب ہی سے ادا کیا ہے، لیکن دل میں اس مواد کے لئے کوئی ترتیب نہیں ہے۔ حقیقتاً دل میں جو بات جمع کیا تھا اسی کو کلام حقیقی کہتے ہیں۔ اور اسے سنانے کے لئے جو الفاظ کو نکالا ان کو کلام لسانی کہتے ہیں۔ اگر انہی الفاظ کو لکھا جائے تو ان کو کلام خطی کہتے ہیں۔

علم کا معنی یہ ہے، جاننا، علم بھی قدیم اور ازلی صفت ہے، اس کے متعلقات غیر متناہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی ازلی صفت علم سے عالم ہے۔ وہ ہر چیز کے بارے میں جانتا ہے، چاہے وہ محال ہو، یا ممکن۔ واجب الوجود ہو یا جزئی یا کلی، اللہ تعالیٰ کے علم سے کوئی چیز خارج نہیں ہے۔ معتزلہ کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم جزئیات سے تعلق نہیں رکھتا اس لئے اللہ تعالیٰ جزئیات کے بارے میں نہیں جانتے۔ لیکن یہ عقل کے خلاف ہے کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ جزئیات کے بارے میں نہ جانے تو خدا کو جزئیات کے بارے میں جاہل قرار دینا پڑے گا۔ صحیح اور سنی عقیدہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے ازلی علم سے ہر چیز کے بارے میں جانتا ہے۔ خدا کا علم ذاتی ہے، اور انسان کا علم ذاتی نہیں بلکہ عطائی ہے۔ چاہے مغیبات ہو یا غیر مغیبات، ہر ایک کے بارے میں جاننا بھی عطائی علم کے ذریعہ ہے۔ گذری ہوی یا گذرنے والی ان تمام چیزوں کے بارے میں خدا اگر کسی کو علم عطا کردے تو یہ بھی علم عطائی ہے، ذاتی نہیں۔ یعنے اگر کسی شخص کو علم ما کان وما یکون عطا کر دیا جائے تو بھی وہ شخص خدا کے ساتھ شریک نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ خدا کا علم ذاتی ہے عطائی نہیں۔ بندہ کا علم ذاتی نہیں بلکہ عطائی ہے۔ مذکورہ بیس صفات سے خدا کو متصف سمجھنا ضروری ہے۔ کیونکہ یہ بیس صفات، صفات کمالی ہیں اور ان صفتوں کو صفات واجبہ بھی کہتے ہیں۔ اور ان صفتوں کے اضداد سے خدا کی ذات کو پاک اور منزہ سمجھنا بھی ضروری ہے۔ اور ان اضداد کو صفات مستحیلہ کہتے ہیں۔ کیونکہ یہ اضداد خدا

کے لئے محال ہیں اور ایک صفت کو اللہ تعالیٰ کے حق
میں جائز ماننا بھی ضروری ہے یعنی ممکن کو وجود میں
لانا اور چاہے تو وجود میں نہ لانا یہ خدا کیلئے جائز ہے۔

خدا کے فرشتوں پر ایمان

فرشتے اللہ تعالیٰ کی ایک خاص مخلوق ہے۔
جو نور سے پیدا کئے گئے ہیں۔ یہ خدا کے فرماں بردار
ہیں۔ یہ نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں اور یہ کبھی خدا کے
حکم کی نافرمانی نہیں کرتے۔ ہمہ وقت خدا کی عبادت میں
لگے رہتے ہیں۔ ان کی اصلی صورت کو سوائے انبیائے
کرام کے کوئی دیکھ نہیں سکتا۔ یہ اپنے اصلی روپ سے
ہٹ کر بھی دوسری اچھی شکل میں آسکتے ہیں۔ فرشتوں
کو اصلی شکل میں دیکھنا یہ انبیاء کرام کی خصوصیت
ہے۔ فرشتوں میں سے چند فرشتے انبیاء کرام اور خدا
کے درمیان وحی پہنچانے کے لئے مقرر ہیں۔ اور بعض
بندوں کے اعمال لکھنے کے لئے اور بعض جنت، اور
دوزخ کی نگرانی کے لئے مقرر ہیں۔ اسی طرح خدا کی
یہ پاک مخلوق مختلف کاموں کے لئے مقرر ہے۔ اور یہ
معصوم ہوتے ہیں۔ خطا اور غلطی سے بالکل پاک ہیں۔
اور جو فرقہ یہ کہتا ہے کہ جبرئیل علیہ السلام نے غلطی سے
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی پہنچائی — یہ قرآن
و حدیث کے بالکل مخالف ہے اور عقلاً بھی ناممکن ہے۔

خدا کی کتابوں پر ایمان

اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبروں پر چار کتابیں اور
سو صحیفے نازل کئے۔ جن کے اندر احکام منہیات اور
وعدہ و وعید ہے۔ یہ سب کتابیں خدا کا کلام ہیں۔
جن کو انبیاء کرام پر بذریعۂ وحی نازل کیا۔ حضرت آدم
علیہ السلام پر دس صحیفے حضرت شیث علیہ السلام پر
پچاس صحیفے، حضرت ادریس علیہ السلام پر تیس صحیفے،
حضرت ابراہیم علیہ السلام پر دس صحیفے نازل کئے گئے۔
توریت حضرت موسیٰ علیہ السلام پر عبرانی زبان میں نازل
کی گئی۔ انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر سُریانی زبان میں
نازل کی گئی۔ قرآن عظیم یہ ہمارے نبی حضور محمد مصطفےٰ
صلی اللہ علیہ وسلم پر عربی زبان میں نازل کیا گیا۔ یہ آخری
کتاب آخری نبی حضرت محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل
کی گئی۔ اس کتاب کے آنے کے بعد تمام کتابیں منسوخ ہوگئیں۔

رسولوں پر ایمان

خدائے تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے چند برگزیدہ
شخصیتوں کو منصب نبوت پر فائز کیا۔ جن کی ذمہ داری
یہ ہے کہ لوگوں تک خدا کا پیغام پہنچائیں۔ یہ حضرات
قدسیہ اچھے اور نیک کاموں پر ثواب اور جزاء کی
خوشخبری دیتے ہیں۔ اور بُرے کاموں پر عذاب سے
ڈراتے ہیں۔ لوگوں کے سامنے شرعی احکام بیان کرتے
ہیں۔ سب سے پہلے پیغمبر حضرت آدم علیہ السلام اور آخری
پیغمبر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ
کے بعد جو بھی منصب نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ جھوٹا
اور کاذب ہے۔ انبیاء کرام خدا اور اس کے بندوں

کے درمیان خدا کے پیغام رساں ہونے کی حیثیت سے ان
کے اندر چار صفتوں کا پایا جانا ضروری ہے۔ صدق
امانت، تبلیغ، فطانت، صدق کا معنی یہ ہے کہ خدا
کی طرف سے لوگوں کو جو بھی سنانے کیلئے کہا گیا ہے اسمیں
کسی قسم کی کم وبیشی اور تغیر وتبدل کے بغیر لوگوں تک
پہنچانا۔ پیغام میں کسی قسم کی کوئی بات پوشیدہ نہ رکھنا
بلکہ خدا نے جو حکم دیا ہے اسکو من وعن ان لوگوں تک
پہنچانے میں صادق رہنا۔ امانت کے معنی یہ ہے کہ ظاہر
اور باطن میں خدا کی مرضی کے خلاف کچھ ہونے سے محفوظ
رہنا۔ یعنی خدا کی مرضی اور خوشنودی کے خلاف کوئی
چیز ان لوگوں سے صادر نہ ہونا۔ اور اللہ تعالیٰ اپنی
مرضی کے خلاف کوئی کام ان سے ہونے بھی نہ دینا۔
تبلیغ کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں تک پہنچانے
کے لئے جو عطا فرمایا ہے اگر اس میں بیان و وضاحت
کی ضرورت پیش آئے تو لوگوں کو وضاحت سے سمجھانا۔
فطانت کا معنی یہ ہے سمجھ بوجھ اور فراست ودانائی
میں سب سے زیادہ کامل رہنا اور اپنے مخالف کی زبان بند
کرنے کی صلاحیت اور اپنے مخالف کے دعویٰ کو باطل کرنے
کی قابلیت رہنا۔ اور ان چار صفتوں کی ضد یعنی جھوٹ
کہنا، گناہ کرنا، چھپانا، غافل ہونا اور ان کے علاوہ
ایسی صفات جو مذموم کہی جائیں اور وہ صفات بھی جو
بعثت کی حکمت ومصلحت کے خلاف ہوں، تو یہ
پیغمبروں کے حق میں محال ہیں۔ بشریت کے لحاظ سے
باقی وہ تمام چیزیں جو نفرت پیدا کرنے والی نہ ہوں،
پیغمبروں کے حق میں جائز ہیں۔ انبیاء کرام کے حق
میں معصیت، غلطی، لغزش اور جھوٹ کی نسبت کرنا
عقائد اہل سنت وجماعت کے بالکل خلاف ہے۔ انسانوں
میں پیغمبروں کے سوا کوئی معصوم نہیں۔
عصمت کا معنی یہ ہے کہ گناہ پر قدرت کے باوجود
اللہ تعالیٰ ان سے گناہ صادر ہونے نہیں دیتا۔

قیامت کے دن پر ایمان

یوم آخرت کے بارے میں یہ اعتقاد رکھنا
ضروری ہے کہ اس دنیا کے ختم ہونے کے بعد برزخی حالات
شروع ہو جاتے ہیں۔ عالم برزخ سے متعلق چیزوں پر بھی
ایمان لانا ضروری ہے۔ مثلاً مرنے کے بعد قبر میں منکر
نکیر کے آنے اور سوال کرنے میں، قبر میں اچھی یا بری زندگی
کے بارے میں، انسان کو دوبارہ پیدا کرنے میں حساب
لینے کے بارے میں نامۂ اعمال میزان میں تولنے کے بارے
میں ان کو اپنے اپنے سیدھے یا بائیں جانب سے دیے جانے
کے بارے میں، پل صراط کے بارے میں، اچھے لوگوں کے
جنت میں داخل ہونے اور برے لوگوں کے جہنم میں جلنے
کے بارے میں ایمان لانا لازمی وضروری ہے کیونکہ یہ تمام
باتیں حق ہیں۔ اہل سنت وجماعت کا یہ اصولی قانون ہے
کہ جو بات فی نفسہٖ ممکن ہو اور جسکے واقع ہونے کے

متعلق انبیاء علیہم السلام نے بتا دیا ہے۔ اس پر بھی ایمان
لانا لازمی و ضروری ہے بعض معتزلہ اور بعض روافض
عذاب قبر کے منکر ہیں۔ اور فلاسفہ انسان کو قبر سے پھر
دوبارہ پیدا کئے جانے کے منکر ہیں۔ نامۂ اعمال تولے جانے
اور ان کو سیدھے یا بائیں جانب سے دئے جانے کے
متعلق معتزلہ انکار کرتے ہیں۔ اور حضور علیہ السلام کا
تشنگان محشر کو حوض کوثر سے سیراب کرنا اور جنت
و دوزخ کے بارے میں ایمان لانا حق ہے۔ نیز اس پر
بھی ایمان لانا کہ جنت و دوزخ فی الحال موجود ہیں، اور
یہ دونوں کبھی فنا نہیں ہونگے اور اس میں رہنے والے
ہمیشہ رہیں گے وہ کبھی فنا نہیں ہوں گے۔ اکثر معتزلہ کہتے
ہیں کہ جنت و دوزخ اس وقت موجود نہیں ہیں، بلکہ انہیں
قیامت کے دن تیار کیا جائے گا لیکن معتزلہ کا یہ قول
ظاہری نص کے بالکل خلاف ہے۔ جہمیہ کہتے ہیں کہ جنت و
دوزخ دونوں فنا ہو جائیں گے۔ یہ عقیدہ بھی نص کے بالکل
خلاف ہے۔ جنت میں ساری نعمتوں کے باوجود جنتی لوگ
دیدار خداوندی سے بھی مشرف ہوں گے۔ انبیاء کرام اور
نیک لوگ گناہگاروں کے لئے شفاعت یعنی سفارش کرینگے۔
لیکن معتزلہ دیدار خداوندی انبیاء کرام اور نیک لوگوں
کی شفاعت کا انکار کرتے ہیں۔ شفاعت کے انکار کرنے
سے توسل و استغاثہ کا بھی انکار کرنا پڑے گا۔ اہل سنت
و جماعت شفاعت کو حق مانتے ہیں۔ اس لئے توسل
و استغاثہ پر بھی ایمان لانا ضروری ہے۔ کیونکہ یہ دونوں
شفاعت طلب کرنے کے معنی میں ہیں۔ توسل و استغاثہ
کو انکار کرنا گویا شفاعت کو انکار کرنا ہوگا۔ اہل سنت
و جماعت خدا کے علاوہ کسی کو فاعل حقیقی نہیں سمجھتے۔
اور بندوں کی قدرت کو قدرت مؤثرہ نہیں سمجھتے اور
خدا کے سوا کسی کو معبود حقیقی نہیں سمجھتے، گویا کہ ہم خدا
کے سوا کسی چیز کو فاعل حقیقی یا مؤثر حقیقی یا معبود حقیقی
نہیں سمجھتے۔ اس لئے توسل و استغاثہ اور زیارت قبور
یہ تمام ہمارے نزدیک جائز ہیں۔ اسی اصول پر ہم یہ
کہتے ہیں کہ اولیاء کرام سے کرامات کا صدور حق ہے۔ اس
پر بھی ایمان لانا ضروری ہے۔ ان تمام باتوں کا انکار اور
اثبات ایک اصولی قانون پر مبنی ہے جو ہم پہلے بیان کر
چکے ہیں، وہ یہ ہے کہ معتزلہ بندوں کی قدرت کو قدرت
مؤثرہ سمجھتے ہیں۔ اہل سنت وجماعت خدا کی قدرت
کے سوا کسی کی قدرت کو قدرت مؤثرہ نہیں سمجھتے۔ اس
لئے خدا اپنے مقرب بندوں کی عزت اور بزرگی بتانے کیلئے
ان کے ذریعہ حاجتمندوں کی ضرورت پوری کردے بھی تو
وہی فاعل حقیقی ہے، جیسا کہ دوا شفا کے لئے ایک سبب ظاہری
ہے اور ڈاکٹر بھی سبب ظاہری ہے۔ اگر کوئی یہ اعتقاد کرے
کہ دوا یا طبیب ہی مؤثر حقیقی اور شافی حقیقی ہے تو وہ اس
فاسد اعتقاد کی وجہ سے خارج اسلام ہوگیا جیسا کہ ہم پہلے
بیان کر چکے ہیں، اگر اس کو سبب ظاہری مان لیا جائے تو کوئی
اعتراض یا اشکال نہیں۔ اہل سنت وجماعت اسی لئے بندوں
کی قدرت کو قدرت مؤثرہ نہیں کہتے۔ اس لحاظ سے ہمارے

نزدیک طبیب اور دوا حقیقی شفا دینے والے نہیں ہیں بلکہ یہ تمام ظاہری اسباب ہیں۔ مؤثر حقیقی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔

قضا و قدر پر ایمان

یہ اعتقاد کرنا کہ بندوں سے ہونیوالے افعال چاہے وہ اختیاری ہوں یا غیر اختیاری۔ اختیاری افعال جیسے اٹھنا، بیٹھنا، کھانا پینا غیر اختیاری جیسے اچانک گر جانا وغیرہ، یہ سب خدا کے ازلی ارادے اور ازلی تقدیر اور ازلی علم سے وجود میں آ رہے ہیں۔ اور جو کچھ وقوع پذیر ہوا ہے، وہ خدا کی ازلی تقدیر کے مطابق ہے۔ جو بھی آنے والا ہے وہ بھی ازلی تقدیر کے مطابق آئیگا۔ ہر مکلف پر یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ اپنے سارے افعال و اقوال اور حرکات و سکنات چاہے وہ خیر ہوں یا شر سب کچھ خدا کی تقدیر سے ہے۔ اگر خیر ہوں تو خدا تعالیٰ ان کو پسند کریگا اور اگر شر ہوں تو ان سے ناراض ہوگا لیکن اچھے یا برے کا اختیار بندہ کا کام ہے۔ اگر خیر سے اپنا دامن آراستہ کیا تو ثواب ہے ورنہ عقاب۔

چند اہم اور ضروری مسائل

اہل سنت وجماعت کے چند اہم اور ضروری مسائل یہ ہیں۔ اسراء اور معراج دونوں حق ہے۔ مکہ مکرمہ سے بیت المقدس تک حضورؐ کا رات میں جانے کو اسراء کہتے ہیں۔ اسراء کے منکر کافر ہیں۔ بیت المقدس سے آسمانوں میں جانے کو معراج کہتے ہیں۔ معراج کا انکار کرنے والا بدعتی و گمراہ ہے۔ اہل سنت وجماعت کے پاس معراج جسمانی ہے۔ حضور کے بعد لوگوں میں سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق ہیں۔ پھر حضرت عمر بن الخطاب پھر حضرت عثمان بن عفان اور پھر حضرت علی بن ابی طالب ہیں۔ اور یہ لوگ حق پر تھے حق ہی پر رہے ہیں۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ صدیق الاکبر عمر الفاروق اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم حضور کے بعد حق سے دور جا پڑے ہیں جیسا کہ روافض کہتے ہیں۔ ہم یہ بھی نہیں کہینگے کہ حضرت علیؓ کافر ہو گئے جیسا کہ خوارج کہتے ہیں۔ ہم سارے صحابۂ کرام سے محبت و الفت رکھتے ہیں۔ صحابۂ کرام سے محبت و الفت رکھنا دین و ایمان ہے۔ اور بغض و کینہ رکھنا کفر و نفاق کی علامت ہے۔ اور ہم ان میں سے کسی کو گالی گلوج نہیں دیتے، ان کا ذکر ہم خیر ہی سے کرینگے۔ سارے صحابۂ کرام عدل پر ہیں۔ ان کے درمیان جو جنگ چلی ہے۔ یہ محض اجتہاد کا نتیجہ ہے۔ اسلئے ہم اس جنگ کے بارے میں کچھ نہیں کہیں گے۔ کوئی مسلمان گناہِ کبیرہ کرنے سے کافر نہیں ہوتا مثلاً کوئی مسلمان شراب پینے کی وجہ سے دائرۂ ایمان سے خارج نہیں ہوگا البتہ سخت گنہگار ضرور ہوگا۔ ہم کہتے ہیں کہ خدا پر کوئی چیز واجب نہیں ہے لیکن معتزلہ کہتے ہیں مطیع کو ثواب دینا اور عاصی کو سزا دینا واجب ہے یہ غلط ہے۔ قیامت کے قریب دجال کا آنا اور یاجوج و ماجوج کا نکلنا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے اترنا اور باقی علامتیں سب حق ہیں۔ گناہگار مومن ہمیشہ جہنم میں نہیں رہینگے۔ بلکہ گناہ کی سزا ختم ہوتے ہی نکال کر جنت میں داخل کر دئے جائیں گے۔ زندہ انسانوں کا مردوں کے لئے دعا کرنا یا کچھ صدقہ وخیرات کرنا مردوں کیلئے فائدہ مند ہے۔ قرآن پڑھ کر ہدیہ کرنے میں بھی مردے کیلئے فائدہ ہے۔ ہم کسی ولی کو کسی نبی سے افضل نہیں سمجھتے۔ ہم کہتے ہیں کہ سارے

کیا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے کرامات ظہور پذیر ہوئیں؟

حافظ بشیر الحق قریشی ادھونی، سکریٹری دار التصنیف والاشاعت۔ دار العلوم لطیفیہ حضرت مکان ویلور

زیر نظر مضمون سے موجودہ دور میں پھیلی ہوئی اس ذہنیت کی تطہیر مقصود ہے جو صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی عظمت اور فضیلت کو کرامات اور خرق عادات امور میں تلاش کرتی ہے۔ حالانکہ کرامات کا صدور، معیار شرف اور بزرگی نہیں ہے۔ اگر ہم ایک طرف صحابۂ کرام کی مقدس زندگیوں کا گہری نظر سے جائزہ لیں اور دوسری طرف ملت کے ہر دور کی اسلامی، ایمانی اور روحانی زندگی کا جائزہ لیں اور صحابہ کا دیگر اسلامی ادوار کے ساتھ تقابلی مطالعہ کریں اور ایک حقیقت پسندانہ تجزیہ کریں تو یہ حقیقت مترشح ہو جائیگی کہ شدید ترین مراحل میں صحابہ کا دین کے ساتھ استقامت کا مظاہرہ اور ان کی عدیم المثال جانی اور مالی قربانیاں اور ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ بھی سراپا کرامت ہے۔ تاہم اس مضمون میں صحابۂ کرام کی زندگیوں میں پیش آمدہ خوارق عادات امور کا جائزہ لیا گیا ہے تاکہ اس بات کی طرف نشاندہی ہو سکے کہ صحابہ کا دامن بھی کرامات سے خالی نہیں۔ یہ موضوع اپنے اندر کافی وسعت رکھتا ہے جس کے حق کی ادائیگی کا ادعا نہیں کیا جا سکتا اور یہ منتشر کلمات بھی ایسے نازک وقت میں صفحۂ قرطاس پر بکھرنے لگے جبکہ اللطیف طباعت کی آخری منزلیں طے کر رہا تھا۔

نیازکیش: بشیر الحق ادھونی

اپنے مقصود اور مطلوب کی وضاحت سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ولایت اور کرامت کی توضیح کر لی جائے تاکہ ان دو چیزوں کی روشنی میں حضرات صحابۂ کرام کے روحانی کمالات باطنی تصرفات اور خوارق عادات کا جائزہ لیا جائے۔ یہ بات تو متفقہ طور پر تسلیم شدہ ہے کہ صحابۂ کرام کی ذات بابرکات کو ساری ملت میں افضل ہونے کا شرف حاصل ہے اور مرتبہ صحابیت عظیم ترین شرف ہے۔

چنانچہ قدوۃ السالکین حضرت مولانا الحاج الحافظ سید شاہ عبد اللطیف قادری المعروف بہ حضرت قطب ویلور اپنے مکتوبات میں مقام صحابہ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں ــ "ایک غیر صحابی کوہ احد کی مقدار میں بھی سونا صدقہ و خیرات کرے تو وہ اجر و ثواب میں وہ حصہ نہیں پا سکتا جو ایک صحابی کو مٹھی بھر گیہوں کے صدقہ میں ملا۔"

صحابۂ کرام کے حق میں بہ کمال ادب و احترام نبی کریم کے ساتھ ان بزرگوں کی نشست و برخاست اور جمال نبوی ﷺ کے دیدار کا پاس و لحاظ نہیں تو اور کیا ہو سکتا ہے؟ اور اس صحبت رسول ﷺ کی نعمت عظمیٰ کی تحصیل کا سبب ہے کہ ان نفوس قدسیہ کو دین کے اندر رجحت اور معیار ہونے

کا شرف حاصل ہوا۔ چنانچہ آنحضرتؐ نے صریح الفاظ میں یہ ارشاد فرمایا اصحابی کالنجوم بایکم اہتدیتم ما انا علیہ واصحابی میرے صحابہ کی اتباع و پیروی ہدایت اور نجات اخروی کا سبب ہے۔ اور آپ نے یہ ارشاد فرماکر بھی ان نفوس قدسیہ کی شان دوبالا کردی الصحابۃ کلھم عدول میرے تمام صحابہ حق پر ہیں اور ان تمام باتوں کے علاوہ حضور اکرمؐ نے یہ فرماکر ملت کے بعض "سعادتمند" افراد کو خاموش رکھنے کی کوشش کی کہ میرے صحابہ پر لعن وطعن مت کرو۔

لیکن حیرت خیز مقام تو یہ ہے کہ ان روشن مثالوں کے ہوتے ہوئے بھی بعض سادہ لوح افراد اپنے ہی اسلاف جن کے صدقہ میں دین کی نعمت نصیب ہوئی ان کی شان میں یہ کہتے نہیں تھکتے کہ "تنقید سے بالاتر کسی کی ذات نہیں"۔

آمدم برسر مطلب۔ ولایت کا معنی قرب اور وصال ہے اور لفظ ولی اس سے مشتق ہے اور اصطلاح شرع میں ولی وہ ہے جس کی تعریف ابن زید رضی اللہ عنہ نے کی ہے کہ ولی ایمان اور تقویٰ کا جامع ہو۔ حضرت ابو الحسن محویؒ ویلوری اپنی کتاب "رسالت محمدی" میں لکھتے ہیں الولی ھو العارف باللہ وصفاتہ المواظب علی الطاعۃ المجتنب عن المعاصی۔ المعرض عن الانہماک فی الشھوات ولی وہ ہے جو خدا کی ذات اور صفات کا عمیق علم رکھتا ہو۔ طاعت پہ مداومت رکھتا ہو، معاصیات سے کنارہ کش ہو اور شہوات ولذات سے اعراض کرتا ہو۔

اور حضرت موصوف ہی کے صاحبزادے حضرت قطب ویلور اپنی کتاب "جواہر السلوک" میں رقمطراز ہیں:۔

" ولایت دو قسم کی ہے، ایک عامہ جس میں سارے مومن شامل ہیں جن کو خدا نے ظلمت سے نور کی طرف لے آیا، دوسری خاصہ جس میں وہ مومن شامل ہیں جو مرتبۂ فنا فی اللہ اور بقا باللہ حاصل کر چکے ہیں۔

مذکورہ وضاحت کے بعد یہ حقیقت عیاں ہوچکی کہ ولی خدا کا مقرب اور برگزیدہ بندہ ہوتا ہے اور منصب ولایت پر فائز ہوجانے کے بعد اس کا ہر کام منجانب اللہ ہوتا ہے اس لئے کہ وہ عالم ناسوت کو فنا کرکے اپنی زندگی کی بنیاد خدا کی صفات پر رکھ دیتا ہے۔ چنانچہ یہی مفہوم ہے اس حدیث کا جس میں یہ کہا گیا۔ فاذا احببتہ فکنت سمعہ الذی یسمع بہ وبصرہ الذی یبصر ویدہ التی یبطش بھا ورجلہ الذی یمشی بھا وان سالتنی لاعطینہ ولئن استعاذنی لاعیذنہ۔

جب میں بندہ کو محبوب بنالیتا ہوں تو اس کا کان ہوجاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ ہوجاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ ہوجاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پیر ہوجاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے، اور جب وہ مجھ سے پناہ طلب کرتا ہے تو میں اس کو اپنی

پناہ میں لے لیتا ہوں اور جب وہ مجھ سے کوئی چیز طلب
کرتا ہے تو اسے عطا کرتا ہوں۔

اس منزل پر پہنچنے کے بعد بندہ اپنا تعلق عالم
ملکوت سے استوار کرلیتا ہے، جس کی وجہ سے وہ کائنات
کے اسرار و رموز سے واقف ہو جاتا ہے۔ صاحب مرقات
نے معقول بات کہی النفوس الزاکیۃ القدسیۃ
اذا تجردت عن العلائق البدنیۃ عرجت واتصلت
بالملاء الاعلی ولم یبق لھا حجاب فتری الکل
کالمشاھدۃ او باخبار الملک لھا۔ حضرات
نفوس قدسیہ بدنی کثافتوں سے نجات پانے کے بعد
ملاءِ اعلیٰ (فرشتوں کی ایک جماعت ہے جو عرش الٰہی کو
اٹھائے رہتی ہے) سے رابطہ قائم کرلیتے ہیں جس کے
بعد ان کیلئے کوئی پردہ نہیں رہتا ہے۔ ہر چیز کو وہ موجود
اور محسوس چیز کے مانند دیکھ لیتے ہیں۔

اس سلسلہ میں حضرت قطب ویلور قدس سرہٗ
کی تفہیم بھی قابل تحسین ہے۔ چنانچہ "جواہر الحقائق"
میں لکھتے ہیں :- "حضرات نفوس قدسیہ کے قلب کی مثال
ایک آئینہ جیسی ہے جس طرح ایک آئینہ میں نظر آنے والی تمام
چیزوں کی شکل وصورت دوسرے آئینہ میں منعکس ہوتی ہے
اسی طرح لوح محفوظ کی تمام چیزوں کا عکس انکے آئینۂ قلب پر
واقع ہوتا ہے جس کی وجہ سے وہ کائنات کے تمام اسرار و رموز
سے واقف ہو جاتے ہیں اور انکے مشاہدہ کا سبب ہے کہ ان حضرات سے
خوارق عادات امور معرض وجود میں آتے ہیں لیکن
عادات اور اسباب کی روشنی میں جب کرامات کا جائزہ
لیا جائے تو یہ چیز ناقابل فہم نظر آئے گی کیونکہ یہ چیز
فراست مومنانہ اور قوت باطن کا کرشمہ ہے۔ قرآن نے
بھی اس کی تائید فرمائی ہے۔ چنانچہ قرآن میں حضرت
سلیمان علیہ السلام اور حضرۃ مریم علیہا السلام کی کرامت
ذکر کی گئی ہے اور اس کے علاوہ امت میں صحابۂ کرام اور
اولیاء کرام کی کرامتوں کا ذکر تواتر سے پایا جاتا ہے۔ لہٰذا
ان شواہد کے بعد انکار کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

حاصل کلام مومن کامل اور صاحب ولایت اور اس سے
وقوع پذیر ہونے والے خوارق عادات امور کی حقیقت
اور ان کی وجہ بتلانے کے بعد یہ حقیقت بے نقاب ہوگئی کہ
صحابۂ کرام بھی اس مقام اور مرتبہ سے مستثنیٰ نہیں ہیں اور
یہ مرتبہ عظمیٰ تو صحابۂ کرام کو حضور اکرمؐ کی ایک نگاہِ کرم سے
حاصل ہو جایا کرتا تھا براہ راست یہ حضرات مشکوٰۃ نبوت
سے فیض اخذ کیا کرتے تھے اور جو مراتب ان حضرات کو
لمحوں میں نصیب ہو جایا کرتے تھے ان کی تحصیل کے لئے
ایک غیر صحابی کو مدت تک محنت، ریاضت، مجاہدہ، مراقبہ
ذکر شغل اور صحبت شیخ کامل وغیرہ سے سابقہ رہتا ہے۔
ایسی صورت میں حضرات صحابہ کرام کو ان صفات سے کیسے عاری
قرار دیا جا سکتا ہے جو ایک مقرب اور برگزیدہ بندے کے صفات
ہو سکتے ہیں اور حضرات صحابۂ کرام کا اتباع سنت کے ساتھ

دین کی راہ پر قائم رہنا یہ بذات خود ان حضرات کی ایک کرامت ہے۔ چنانچہ حضرت جنید بغدادی کی خدمت میں ایک شخص دس سال محض اس لئے رہا کہ آپ سے کوئی کرامت دیکھ لے۔ جب اس نے کوئی کرامت نہ دیکھی تو کہنے لگا حضرت میں کیسے آپ کی بزرگی کا قائل ہو سکتا ہوں جبکہ میں نے آپ سے کوئی کرامت نہیں دیکھی۔ حضرت نے ارشاد فرمایا' اس مدت میں تم نے میرا کوئی فعل دیکھا ہے جو خلافِ سنت تھا؟ اس نے نفی میں جواب دیا۔ اس کے بعد حضرت نے فرمایا' اس سے بڑھ کر کوئی کرامت ہو سکتی ہے۔ اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ اتباع سنت بہت بڑی کرامت ہے اور یہی شان ہم صحابہ کرام کی زندگی میں دیکھتے ہیں' لہٰذا صحابۂ کرام کی سب سے بڑی کرامت اتباع سنت ہے۔

اس کے علاوہ صحابۂ کرام کے کشف و کرامات واضح طور پر نمایاں نہ ہونے کا ایک سبب یہ ہو سکتا ہے کہ آفتاب نبوت کی تیز اور خیرہ کن روشنی کے سامنے کرامات صحابہ کی کرنیں کیونکر چمکتی ہوئی نظر آسکتی ہیں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ کرنوں کا وجود ہی نہیں چیز کا وجود اپنی جگہ ضرور برقرار ہے جیسے ایک روشن چراغ کو سورج کی تیز روشنی میں رکھ دیا جائے تو اس کی لو ابھر کر ظاہر نہیں ہو سکتی اور عہد صحابہ "خیر القرون" کے اعزاز سے مشرف تھا۔ جس کی وجہ سے دور دور تک ظلمت و کثافت کا نام و نشان نہیں' اس کے بعد جب زمانہ پر ظلمت نے قبضہ جمایا تو اس تاریکی میں نور کی ایک کرن بھی نمایاں طور پر نظر آنے لگی۔ یہی وجہ ہے کہ اولیاء کرام کی کرامات کثرت سے عوام کو نظر آنے لگیں اس کے علاوہ کرامات کا صدور عموماً اہل زمانہ کے ایمان کی تقویت کے خاطر ہوتا رہا ہے لیکن عہد صحابہ تو ایمان اور ایقان کی لطافتوں اور برکتوں سے مستغرق تھا۔ ایسی صورت میں یہی بات کہی جا سکتی ہے جو گھر آفتاب سے منور ہو وہاں چراغ کی روشنی کوئی اہمیت نہیں رکھتی گویا عہد صحابہ کی شان تو یہ ہے۔

این خانہ ہمہ آفتاب است

حاصل تحریر خرق عادات امر کے صادر ہونے پر مختلف نام دئے گئے ہیں۔ چنانچہ یہ محیر العقول چیز کا صدور کسی نبی سے قبل نبوت ہو تو ارہاص کہتے ہیں اور بعد نبوت ہو تو معجزہ کہتے ہیں۔ اور کسی صحابی یا ولی سے ہو تو کرامت کہتے ہیں۔ کسی کافر سے ایسی بات ہو جائے تو استدراج کہتے ہیں۔

آئیے اب صحابۂ کرام کی روح پرور کرامات کے ذکر سے اپنے قلب و ذہن کو اور روح کو بالیدگی بخشئے:۔

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے ان سے فرمایا اے دختر سعادتمند' جو کھجور میں نے تمہیں ہبہ کیا تھا اگر تم درخت سے حاصل کر چکی ہوتی تو وہ تمہاری ملکیت قرار پاتے لیکن اب اس کے اندر تمہارے دو بھائی اور دو بہن شریک ہیں۔ لہٰذا تم قرآن کے مطابق حصہ تقسیم کر لو۔ حضرت عائشہؓ نے عرض کیا ابا جان' میں ان کھجوروں کے ہبہ سے دست بردار ہو جاتی ہوں لیکن یہ بات میری سمجھ میں نہیں آرہی ہے کہ میری دو بہنیں ہیں میری بہن تو صرف اسماء ہے۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا مجھے بنت خارجہ کے بطن میں لڑکی نظر آرہی ہے۔ چنانچہ اس واقعہ کے بعد حضرت ام کلثومؓ دنیا میں تشریف لائیں۔

ایک مرتبہ حضرت ابوبکرؓ نے اپنی صاحبزادی حضرت عائشہؓ سے پوچھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا سانحہ عظیم کونسے روز پیش آیا۔ حضرت عائشہؓ نے کہا دوشنبہ۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا اچھا تو میں بھی ایک رات کے بعد اس چیز کا منتظر ہوں۔ چنانچہ اس پیشین گوئی کے مطابق حضرت صدیقؓ نے منگل کی شب میں عالم آخرت کی جانب کوچ فرمایا۔

حضرت عمرؓ کی کرامات کثرت سے منقول ہو چکی ہیں اور ان کی روایت تو درجۂ تواتر کو پہونچ چکی ہے۔ آپ کو دیکھتے ہی شیطان کا فرار ہونا اور مدینہ منورہ میں رہتے ہوئے خطبہ میں یا ساریۃ الجبل الجبل کہہ کر نہاوند میں حضرت ساریہ کی میدان جنگ میں قیادت کرنا اور اپنی تحریر کے ذریعہ خشک نیل کو جاری کرا دینا اور آپ کی اکثر رائے وحی کے مطابق اور موافق ہونا۔ یہ تمام ایسی کھلی کرامتیں ہیں جو امت میں کافی مشہور ہو چکی ہیں۔

حضور اکرم نے حضرت عمرؓ کی شان میں ارشاد فرمایا ”خدا تعالیٰ کسی بندے کے قلب پر اسرار و رموز کا القا کرتا ہے تو میری امت میں بس وہ عمرؓ کی ذات ہے۔ اس حدیث سے آپ کا صاحب الہام ہونا ثابت ہو رہا ہے۔ حدیث میں الہام کی تخصیص کا مطلب یہ نہیں کہ حضرت عمر کے سوا کسی دوسرے فرد کے حق میں الہام کی نعمت ہی نہیں ہے بلکہ اس میں آپ کی خصوصیت اور کثرت الہام کا ذکر مقصود ہے۔

ایک مرتبہ دَورِ فاروقی میں زلزلہ کے آثار ظاہر ہوئے، اور زمین ہلنے لگی۔ حضرت فاروقؓ نے اس صورت حال کا مشاہدہ کیا اور انتہائی خشوع و خضوع اور تضرع سے حمد و ثنا اور تسبیح و تہلیل میں مشغول رہے، دُعا سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے کچھ دیر سکوت فرمایا۔ زلزلہ پھر محسوس ہونے لگا۔ دفعتاً آپ کو جلال آگیا۔ اور اس جلالت اور رعب کے عالم میں درّہ اٹھایا اور زمین پر مارتے ہوئے کہا اقری الم اعدل علیك فاستقرت من وقتھا۔ زمین ساکن ہو جا کیا عمر نے تجھ پر عدل قائم نہیں کیا؟ آپ کی زبان فیض رساں سے یہ کلمات صادر ہونا ہی تھا زمین کی کیفیت بدل گئی اور زلزلہ ختم گیا۔ اور ساری رعایا ایک بلائے ناگہانی سے محفوظ رہ گئی۔

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروقؓ کا گذر ایک قبر کے نزدیک سے ہوا۔ آپ کچھ دیر کے لئے رُکے اور اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمانے لگے جس شخص پر دنیا میں خوف خدا غالب ہے اس کو اللہ تعالیٰ جنت میں دو باغ عطا کرے گا۔ حضرت عمر کا اتنا کہنا ہی تھا کہ صاحب قبر نے آپ سے مخاطب ہو کر کہا اے عمرؓ! خدا نے مجھے ایسے دو باغ عطا کئے ہیں۔ حضرت نے اپنی خلافت کے دسویں سال ایک خواب دیکھا کہ ایک سُرخ مرغ نے آپ کو دو ٹھونگیں ماریں۔ خواب سے بیدار ہونے کے بعد آپ کو اپنی شہادت کا یقین ہو جاتا ہے، اور لوگوں سے کہنے لگتے ہیں کہ عنقریب میں دنیا سے رخصت ہونے والا ہوں۔ چنانچہ اس کے چند ہی دن بعد ابن لؤلؤ نے آپ کو چھرے سے دو وار کیا جس کی وجہ سے آپ شہید ہو گئے۔

حضرت عثمان غنیؓ کا زمانۂ خلافت ہے۔ آپ امورِ خلافت میں مشغول ہیں اچانک ایک عورت حاضر ہوئی اور عرض کرنے لگی امیر المؤمنین مجھ سے زنا سرزد ہوا ہے۔ آپ اس کی بات کو سنی اَن سنی

کر دیتے ہیں اور پھر اپنے کام میں مشغول ہو جاتے ہیں لیکن وہ
پھر غلطی کا اقرار کرنے لگتی ہے تو آپ اپنے آزاد کردہ غلام
مجن سے کہتے ہیں' اس عورت کو باہر کر دو۔ غلام فوراً حکم کی
تعمیل کرتا ہے' لیکن چند ثانئے بھی گذرنے نہ پائے تھے کہ وہ
دوبارہ نمودار ہوتی ہے اور پھر زنا کا اعتراف کرنے لگتی ہے۔
اس مرتبہ بھی آپ مجن کو حکم دیتے ہیں کہ اس کو باہر کر دو حکم
کی تعمیل ہوتی ہے۔ پھر کچھ دیر بھی گذرنے نہ پائی تھی کہ وہ
ظاہر ہوتی ہے اور عرض کرنے لگتی ہے۔ امیرالمومنین! میں نے
تین بار گناہ کا اعتراف کیا ہے' جس کے بعد بھی حد کا اجراء
مجھ پر نہیں کر رہے ہیں۔ آپ نے مجن کو طلب کیا اور کہا کہ اس
عورت کو لے جاؤ۔ پہلے اسے کچھ کھلاؤ پلاؤ اور کچھ دیر آرام
کرنے کے بعد ساز و سامان کے ذریعہ اس کے قبیلہ والوں تک
پہنچا کر آؤ۔ چنانچہ غلام نے حکم کی تعمیل کی اور اشیاء خورد و
نوش کا کافی حصہ لئے ہوئے اس کے قبیلہ والوں کی طرف چل
پڑا۔ اثنائے راہ میں عورت نے غلام سے کہا' میں فقر و فاقہ
اور زندگی کی صعوبتوں سے تنگ آکر چاہتی کہ ارتکاب زنا کا
جھوٹا اقرار کر لوں تاکہ کوڑوں کی مار سے ختم ہو جاؤں لیکن
ایسا نہ ہو سکا۔ یہ بات سننے کے بعد غلام کو معلوم ہوا کہ امیرالمومنین
نے کیوں اس پر حد جاری نہیں کی۔

حضرت عثمان غنی جب بھی باغ کوکب سے گذرتے تو اسکی
طرف دیکھتے ہوئے فرماتے۔ عنقریب یہاں ایک مرد صالح دفن
ہوگا۔ چنانچہ اس جملہ کی حقیقت اس وقت لوگوں پر عیاں ہوئی
جب آپ اس باغ میں دفن ہوئے۔

حضرت عثمانؓ کی شہادت مدینہ طیبہ میں ہوئی۔ انتہائی
مظلومی کی حالت میں آپ شہید کر دئے گئے۔ شہید ہونے کے بعد بھی
تین دن تک آپ کی نعش مبارک بے کفن گھر ہی میں رہی۔ کیونکہ
باغی چاروں طرف چھائے ہوئے تھے۔ گھر تک پہنچنا دشوار تھا۔
حضرت امام مالک روایت کرتے ہیں کہ جب آپ کی لاش مبارک
گھر میں رہی تو آپ کی زبان مبارک سے طق طق دفن دفن کی مسلسل
آواز آرہی تھی۔ آپ کی وفات پر ہاتف غیبی نے آواز دی' کہ
حضرت عثمان کو دفن کر دو۔

خانہ کعبہ کے نزدیک ایک بزرگ نے ایک لنگڑے اور
اندھے شخص کو طواف کرتے دیکھا جو یہ کہہ رہا تھا اے خداوند
قدوس تو رؤف و رحیم ہے' لیکن مجھے یقین ہے کہ تو اس کے
مقابلہ میں میری بخشش نہیں فرمائیگا۔ بزرگ کو یہ باتیں سخت
ناگوار معلوم ہوئیں تو انہوں نے اس سے پوچھا اے خدا کے
بندے' خانہ کعبہ جیسے متبرک اور مستجاب الدعوات مقام پر تو ایسی
باتیں کہہ رہا ہے کہ خدا تیری مغفرت نہیں کریگا۔ اس پر اندھے
نے آہ بھری اور اسکی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب پھوٹ
پڑا اور کہنے لگا' ہاں مجھے یقین ہے۔ حضرت عثمان کی بیوی
کی دعا کے مقابلہ میں میرے دعائے مغفرت کبھی قبول نہیں
ہو سکتی۔ یہ کہتے ہوئے اس نے اپنی داستان شروع کر دی —
میں حضرت عثمان کے سخت دشمنوں میں سے تھا۔ چنانچہ جوں ہی
آپ کو شہید کیا گیا تو میں نے یہ قسم کھالی کہ حضرت عثمانؓ کے

چہرہ پر ایک زوردار طمانچہ ماروں گا۔ چنانچہ میں آپ کے گھر گھس گیا۔ آپ کی لاش کے قریب حضرت نائلہ آنسو بہاتے بیٹھی تھی، اور آپ کے چہرہ پر چادر ڈھکی ہوئی تھی۔ میں جوں ہی لاش کے قریب بڑھنے لگا تو حضرت نائلہ انتہائی غم سے کہنے لگی، کیا ابھی کچھ اور ظلم باقی ہے۔ میں نے کہا ان کے چہرے سے چادر ہٹا دو مجھے ایک زوردار طمانچہ مارنا ہے۔ اور میں یہ کام کسی قیمت پر کر کے رہوں گا۔ کیونکہ میں نے قسم کھائی ہے۔ یہ بات سن کر نائلہ بیتاب ہوگئی اور بہت منت سماجت کرنے لگی اور مجھے حضرت عثمان کی صحابیت کا واسطہ دیا لیکن میں نے ایک نہ سنی اور خود اپنے ہاتھوں سے چادر ہٹایا اور ایک طاقتور طمانچہ رسید کیا۔

حضرت نائلہ چیخ پڑی اور روتے ہوئے کہا خدا تجھے اندھا اور لنگڑا کر دے اور تیرا ہاتھ شل ہو جائے اور کبھی تیری مغفرت نہ کرے۔ اتنا کہہ کر وہ اندھا پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا اور بزرگ سے عرض کیا آپ میری حالت کا تو اندازہ کر ہی رہے ہیں چنانچہ جوں ہی حضرت عثمان کے گھر کی دیوار پھلانگ کر سڑک پر کودا تو دیکھتا ہوں میرا ہاتھ خشک ہو چکا ہے اور پیر ضائع ہو چکے ہیں اور میری آنکھیں بصارت سے محروم ہیں اور حضرت نائلہ کی بددعا میں جو باتیں تھیں وہ پوری ہو چکی ہیں، اس لئے مجھے یقین ہے میری مغفرت بھی نہیں ہو سکتی ہے۔

ایک مرتبہ حج کے زمانہ میں ایک قافلہ مدینہ پہنچا۔ ان میں ایک شخص ایسا تھا جو ہمیشہ حضرت عثمانؓ کی شان میں گستاخی کیا کرتا تھا۔ تمام قافلہ والے حضرت عثمان کی مزار پر حاضر ہوئے اور ایصال ثواب کیا لیکن وہ شخص بغرض تحقیر و تذلیل حضرت عثمان غنی کی مزار پر حاضری نہیں دیا۔ جب قافلہ مدینہ سے نکلا اور رات میں ایک جگہ پڑاؤ کیا تو اچانک تمام قافلہ والوں کے درمیان ایک شیر نمودار ہوا اور اس آدمی کو ختم کر دیا۔ قافلہ والوں کو یہ منظر دیکھنے کے بعد یقین ہو گیا کہ یہ حضرت عثمان کے ساتھ بے ادبی کرنے کا نتیجہ ہے۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نماز فجر کے بعد ایک آدمی سے فرماتے ہیں جاؤ فلاں موضع میں مسجد کے قریب ایک مکان میں میاں بیوی رہتے ہیں ان دونوں کو حاضر کرو۔ قاصد شوہر اور بیوی کو لے آتا ہے۔ حضرت علیؓ شوہر سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کل کی شب تمہارے درمیان سخت جھگڑا ہو گیا۔ نوجوان شوہر جو بہت کم عمر تھا کہنے لگا امیرالمومنین اس عورت کے ساتھ میں نے نکاح کیا لیکن جب بھی یہ میرے سامنے آتی ہے تو مجھے ایک نفرت پیدا ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے جھگڑا ہو گیا تا آنکہ آپ کا قاصد آپہنچا۔ حضرت علی نے عورت سے کہا کیا تو اس نوجوان کو پہچانتی ہے؟ عورت نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ حضرت علیؓ نے کہا اچھا میں کہتا ہوں یہ کون ہے۔ شاید تو پہچان سکے لیکن تو حقیقت سے انکار نہ کرنا۔ حضرت علیؓ نے کہنا شروع کیا۔ تو اپنے ابن عم سے محبت کرتی تھی۔ اور اسی کے نتیجہ میں تم نے زنا کا ارتکاب کیا جس سے ایک بچہ پیدا ہوا۔ زمانہ کی بدنامی سے تو اور تیری ماں نے رات میں راستہ پہ بچہ کو ڈال دیا اور دونوں واپس چل رہے

تھے کہ ایک کتا بچہ کے نزدیک پہنچ کر سونگھنے لگا اور تو نے ایک پتھر کتے پر رسید کیا سوء اتفاق وہ بچے کے سر پر لگا جس سے خون بہنا شروع ہوا۔ اور تو دوڑتی ہوئی آئی اور اپنا دامن پھاڑ کر اس کے سر کو باندھ دی۔ عورت نے اقرار کیا۔ اس کے بعد حضرت علیؓ نے فرمایا تجھے معلوم ہے تیرا لڑکا کہاں ہے۔ عورت نے لاعلمی ظاہر کی۔ اسپر آپ نے فرمایا صبح ہونے کے بعد ایک قافلہ اس راستہ سے گزرا۔ اور اس نے بچہ کو اٹھا لیا اور وہ بچہ سن شعور کو بھی پہنچ چکا ہے اور اس وقت وہ تیرے سامنے کھڑا ہے۔ عورت حیران رہ گئی اور نوجوان کے قریب جا کر اس کے سر سے عمامہ اتار دیا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ زخم کا نشان موجود ہے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا اے عورت خدا کا شکر ادا کر اس نے نوجوان کے دل میں تیری طرف سے نفرت و حقارت ڈال کر ایک غلط کام سے بچا لیا۔

حضرت ابو رافع بیان کرتے ہیں، خیبر کی لڑائی میں ایک یہودی نے حضرت علی کی تلوار اڑا دی تو آپ نے فوراً درِ خیبر کو اکھاڑا اور ایک ہی ہاتھ سے ڈھال کا کام لیتے رہے۔ وہ دروازہ اس قدر عریض اور وزن دار تھا کہ میں اور میرے سات ساتھیوں نے مل کر اٹھانا چاہا لیکن ہم اس کو پلٹ نہ سکے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قوت باطنی کا یہ عالم تھا کہ آپ عالم برزخ کے احوال کا مشاہدہ کرتے تھے چنانچہ حضرت عمرؓ کی تدفین کے بعد آپ مزار کے قریب بہت دیر تک کھڑے رہ گئے۔ منکر نکیر اور حضرت عمر کے درمیان ہونے والی گفتگو سنتے ہی، حضرت عمرؓ منکر نکیر سے فرما رہے ہیں، تمہاری شکل و صورت سے میرے حواس غائب ہو گئے امت مسلمہ تو بہت کمزور ہے لہٰذا میں التجا کرتا ہوں کہ ان کے ساتھ حد درجہ نرمی کیجئے ورنہ وہ کوئی جواب دے سکیگی۔ منکر نکیر نے حضرت عمرؓ کی بات مان لی۔ اس گفتگو کو سن کر حضرت علیؓ نے فرمایا امیر المومنین خدا تم پہ رحمت نازل فرمائے تم نے دنیا سے کوچ کرنے کے بعد بھی ملت کی خدمت انجام دی ہے۔

ایکمرتبہ حضرت علیؓ کسی دیوار سے متصل بیٹھے ہوے۔ دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ دے رہے تھے۔ کہ اچانک ایک آدمی نے کہا اٹھئے دیوار گر رہی ہے۔ آپ نے فرمایا پہلے تم اپنا بیان دو تاکہ فیصلہ ہو جائے میرا خدا محافظ ہے۔ آپ اطمینان سے بیٹھے رہے یہاں تک فیصلہ مکمل ہو گیا تو آپ کھڑے ہو کر ایک دو قدم آگے بڑھے بھی نہ تھے کہ دیوار منہدم ہو گئی اور آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچا۔

حضور اکرم کی وفات کے بعد اہل بیت پر غم اور اداسی چھائی رہی۔ چنانچہ ایک مرتبہ اکابر صحابہ حضور اکرمؐ کے حجرہ پر جمع تھے اچانک حجرہ کے ایک گوشہ سے کسی آدمی کے کہنے کی آواز صاف طور پر آ رہی تھی کہ وہ اہل بیت کو تسلی دے

رہا ہے۔ صحابۂ کرام میں حضرت علی بھی موجود تھے۔ آپ نے صحابۂ کرام سے فرمایا۔ یہ حضرت خضر علیہ السلام ہیں جو تسلی دے رہے ہیں۔ وہ نبی تو نہیں ہے لیکن ولی کامل ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنی شہادت سے قبل ہی اپنے قاتل عبدالرحمن بن ملجم کا پتہ دیتے ہیں کہ یہی میرا قاتل ہے۔ لوگوں نے کہا اس کو گرفتار کیجئے۔ آپ نے فرمایا فعل کا صدور ہی نہیں کیونکر سزا دی جاسکتی ہے۔ چنانچہ ایک روز عبدالرحمن نے نماز فجر کے وقت تاریکی میں آپ پر حملہ کر دیا۔

حضرت امام حسین کی کرامات بھی کثرت سے منقول ہیں۔ حضرت ام فضل کے نزدیک ایک شیشی میں کربلا کی مٹی بھری ہوئی تھی۔ جوں ہی آپ شہید ہو جاتے ہیں وہ مٹی بھی خون بن جاتی ہے۔ جس روز آپ کی شہادت کا عظیم سانحہ پیش آیا بیت المقدس کے پتھر کے نیچے تازہ تازہ خون نظر آنے لگا اور اسی یوم شہادت کی شب میں آسمان سے ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگے اور صبح ہونے پر سخت سورج گرہن نکلا اور کئی دن تک شفق خون آلودہ نظر آنے لگی۔

مکہ مکرمہ میں کافروں نے حضرت خبیبؓ کو ایک لوہے کے چھوٹے سے پنجرے میں قید کر رکھا تھا جس کی وجہ سے آپ باہر نکل نہیں سکتے تھے لیکن بہت سے لوگوں نے دیکھا آپ کے نزدیک انگور کے خوشے اور دوسری غذائیں جمع ہیں۔ حالانکہ ان دنوں میں پھلوں کا موسم ہی نہیں تھا۔ اور جب کافروں نے آپ کو سولی پر لٹکا دیا تو حضور اکرمؐ کو بذریعۂ وحی اطلاع

دی گئی۔ آپ نے چند صحابۂ کرام کو مکہ مکرمہ بھیجا تاکہ حضرت خبیبؓ کی لاش کو لے آئیں۔ صحابۂ کرام اس جگہ پہنچ جاتے ہیں جہاں حضرت خبیبؓ کو سولی دی گئی تھی۔ حضرت خبیبؓ کو سولی دئے ہوئے چالیس دن گذر چکے ہیں نعش مبارک معلق ہی تھی جسم سے مشک وعنبر کی خوشبو مہک رہی تھی اور جسم تازہ اور اس سے خون ٹپک رہا تھا۔ صحابہ کرام لاش کو گھوڑے پر رکھ کر مدینہ کی طرف چلے آرہے تھے کہ درمیان میں کافروں نے تعاقب کرنا شروع کیا۔ حضرت زبیر نے خیال کیا اگر لاش پھر ان کے قبضہ میں چلی گئی تو وہ بے حرمتی کریں گے، اس خیال سے انہوں نے فوراً لاش کو گھوڑے پر سے نکال کر زمین پر رکھ دیا۔ ابھی سوچ ہی رہے تھے کہ زمین نے آپ کی لاش مبارک کو نگل لیا۔ اسی وجہ سے آپ بلیغ الارض مشہور ہیں۔

حضرت حنظلہ حجلۂ عروسی میں تھے کہ اچانک ان کے کان میں آواز پہنچتی ہے کہ میدان جنگ چلنے کے لئے ندا دی جا رہی ہے۔ آپ اسی وقت کھڑے ہوتے ہیں اور جنگ کے لئے نکل جاتے ہیں۔ اس جہاد میں حضرت حنظلہ شہید ہو گئے، تو آپ کی لاش کو ملائکہ اوپر لے جاتے ہیں اور آسمان و زمین کے درمیان چاندی کے طشت میں بارش کے پانی سے غسل دیتے ہیں اور اس کے بعد لاش مبارک کو زمین پر پہنچا دیتے ہیں۔

صحابۂ کرام میں حضرت ابو اسید ساعدی فرماتے ہیں کہ ہم نے دیکھا حضرت حنظلہ غسل شدہ ہیں اور آپکے بالوں سے پانی کی بوندیں ٹپک رہی تھیں۔ ملائکہ کے غسل دینے کی وجہ سے

یہ معلوم ہوئی کہ حضرت حنظلہ نے غسل جنابت نہیں کیا تھا۔ اس حالت میں جہاد کے لئے تشریف لے آئے تھے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اکرمؐ حضرت اسید اور حضرت عبادؓ کے ساتھ رات میں کافی دیر محو گفتگو رہے۔ رات انتہائی تاریک تھی۔ جب یہ دونوں حضرات اپنے مکانات جانے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے تو ان میں سے ایک کے ہاتھ میں لاٹھی روشن ہوگئی۔ اس روشنی میں دونوں نے اپنا راستہ طے کیا۔ جب ایک صاحب کا مکان آپہنچا تو وہ رک گئے اور دوسرے صاحب کو آگے جانا تھا چنانچہ انہوں نے اپنے عصا کو اس سے مس کیا جس کی وجہ سے وہ عصا بھی روشن ہوگیا اور یہ حسب منشا روشنی میں اپنی منزل تک پہنچ گئے۔

حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ جنگ احد کے موقع پر میرے والد نے رات میں مجھے طلب کیا اور فرمایا۔ صبح جنگ میں سب سے پہلے میں شہید ہو جاؤں گا۔ اس لئے میں پہلے ہی وصیت کئے دیتا ہوں کہ فلاں صاحب کا مجھ پہ قرضہ ہے تم اس کو ادا کر دینا اور دوسری بات اپنی بہنوں کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ رکھنا۔ چنانچہ صبح جنگ چھڑ گئی اور صحابہ کرام میں سب سے پہلے حضرت جابرؓ کے والد ہی شہید ہو گئے۔

حضرت ابن منکدر روایت کرتے ہیں کہ سرزمین روم میں لشکر اسلام جہاد کے لئے گیا ہوا تھا، حضرت سفینہ کسی ضرورت سے کہیں تشریف لے گئے، دشمنوں نے انہیں گرفتار کر لیا۔ لشکر اسلام وہاں سے کوچ کر کے دوسری جگہ چلا گیا۔ حضرت سفینہ ایک روز قید سے فرار ہو گئے لیکن لشکر تک پہنچنا ان کے لئے مشکل ہو گیا۔ کیونکہ وہ رستوں سے واقف نہیں تھے۔ چاروں طرف سے دشمن کا خوف تھا۔ جنگل میں گھبراتے ہوئے چل رہے تھے کہ اچانک ایک شیر نمودار ہوا، آپ شیر سے مخاطب ہو کر فرمانے لگتے ہیں، اے ابو الحارث (شیر کی کنیت) میں نبی کریم کا غلام ہوں اور راہ گم کردہ ہوں، جس کی وجہ سے کافی پریشان ہوں، آپ کی زبان سے یہ کلمات نکلنا ہی تھا کہ شیر نے کوئی حملہ نہیں کیا اور اپنی دُم ہلاتے ہوئے سر اطاعت خم کیا اور آپ کے آگے آگے چلنے لگا اور آپ اس کے پیچھے چلنے لگے یہاں تک کہ آپ لشکر اسلام سے جا ملے اور شیر وہاں سے رخصت ہو گیا۔

حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ ایک شب میں حضرت اسید بن حضیر سورہ بقرہ کی تلاوت فرما رہے تھے۔ آپ سے کچھ دور کے فاصلہ پر آپ کا چھوٹا لڑکا یحییٰ محو خواب تھا۔ یحییٰ کے قریب ہی آپ کا گھوڑا بندھا ہوا تھا اور آپ کی آواز رات میں دُور دُور تک پھیل رہی تھی۔ اچانک گھوڑے نے ٹاپیں مارنا شروع کیا۔ آپ نے تلاوت بند کر دی۔ گھوڑا خاموش ہو گیا۔ اس کے بعد پھر دوبارہ تلاوت شروع کی، تو گھوڑے نے وہی حرکت شروع کی۔ آپ پھر خاموش ہو گئے۔ کچھ دیر بعد آپ نے پھر پڑھنا شروع کیا۔ اس مرتبہ بھی گھوڑے نے جولانیت شروع کی تو آپ نے تلاوت چھوڑ دی اور اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوئے اور یحییٰ کو وہاں سے اٹھا کر اپنی جگہ ڈال دیا۔ دفعتاً آپ کی نظریں آسمان کی طرف اٹھ گئیں۔

کیا دیکھتے ہیں کہ ایک سائبان کے مانند کوئی چیز نظر آرہی ہے جس میں ایک چراغ جل رہا ہے۔ کچھ دیر بعد وہ منظر آنکھوں سے اوجھل ہوگیا۔ صبح ہونے کے بعد حضرت اسید نے رات کا واقعہ حضور اکرمؐ کے گوش گذار کیا۔ آپ کے چہرے پر خوشی پھیل گئی فرمایا تم مسلسل پڑھتے ہی چلے جاتے۔ حضرت اسیدؓ نے عرض کیا، خدا کے رسول، میرا لڑکا یحییٰ گھوڑے کے قریب ہی سویا ہوا تھا۔ مجھے خدشہ لاحق ہوا کہ کہیں بچہ کو تکلیف نہ پہنچے۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا اے اسید وہ ملائکہ تھے جو تمہاری آواز سننے کے لئے زمین پر آگئے اور جب تم نے تلاوت روک دی تو وہ چلا گئے۔ تم ایسے ہی صبح تک پڑھتے ہی رہتے تو وہ کسی کی نظروں سے چھپ نہیں سکتے تھے۔

ایکمرتبہ کا واقعہ ہے کہ چند صحابۂ کرام نے ایک ایسی جگہ خیمہ نصب فرمایا جس کے پہلو میں ایک قبر تھی۔ صحابۂ کرام نے سنا کہ قبر میں مردہ سورۂ الملک کی تلاوت کر رہا ہے۔ حضرت ابن عباس نے اس واقعہ کو حضور اکرمؐ کو سنایا۔ آپ نے ارشاد فرمایا اس تلاوت کی برکت سے صاحب قبر نے عذاب سے نجات پائی ہے، یہ کہتے ہوے آپ نے فرمایا سورۃ الملک دافع بلیات ہے۔

حضرت ربیع رضؓ کا انتقال ہوگیا۔ چند آدمی قریب ہی بیٹھے ہوے تھے اور چند آدمی تجہیز و تکفین کی خاطر باہر چلے گئے تھے آپ نے اپنے چہرہ سے چادر ہٹا دیا اور گھر والوں کو سلام کیا۔ وہاں پر جو لوگ موجود تھے حیرت میں پڑجاتے ہیں اور حضرت ربیع سے پوچھتے ہیں، تم دنیا سے رخصت ہوچکے اس کے بعد بھی بات کرتے ہو؟ اس پر آپ نے اثبات میں جواب دیا اور کہنے لگے میں جوں ہی تم لوگوں سے جدا ہوا اپنے رب سے ملا، الحمدللہ مجھ پر بے حد مہربان ہے، آپ لوگ تکفین میں تاخیر مت کرو کیونکہ حضور اکرمؐ میری نماز جنازہ پڑھنے کے لئے منتظر کھڑے ہیں، اتنا کہہ کر وہ خاموش ہوگئے۔

حضرت ابوذر غفاریؓ ایک ماہ تک مکہ مکرمہ میں اقامت پذیر رہے۔ ایکمرتبہ حضور اکرمؐ نے فرمایا اے ابو ذر تمہیں یہاں کھانا کون کھلاتا ہے۔ حضرت ابو ذر نے عرض کیا خدا کے رسولؐ کوئی نہیں میں تو صرف زمزم پی کر رہتا ہوں اور اسی پر ایک ماہ گذر چکا ہے لیکن غذا کے استعمال نہ کرنے کی وجہ میری صحت پر کوئی اثر نہیں پڑا۔

حضور اکرمؐ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے پوچھا۔ کل کی رات تمہارے قیدی نے تم سے کیا کہا؟ حضرت ابو ہریرہ نے عرض کیا خدا کے رسول، مجھ سے کہہ رہا تھا کہ میں تم کو بہت سی باتیں بتلادوں گا جو تمہارے لئے بے حد نفع بخش ہیں۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا تمہارے ساتھ وہ تین راتوں سے باتیں کر رہا ہے۔ کیا تم اسکی حقیقت سے مطلع ہوچکے ہو۔ ابوہریرہ نے عرض کیا، پوری طرح نہیں۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا، وہ ملعون شیطان ہے۔

حضرت سہم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم اعلاء کلمۃ الحق کے لئے نکل چکے تھے ہمارا لشکر پہنچتے پہنچتے ایک مقام پر جا پہنچا

جہاں اپنے رستہ میں سمندر حائل ہوگیا۔ ہم سب وہیں رُک گئے،
کہ اب کیا کیا جائے۔ سمندر کے اُس پار اسلام کا حریف موجود ہے۔
سمندر عبور کرنے کے لئے کشتیاں اور ساز و سامان بھی نہیں ہے،
لیکن ہم نے دیکھا حضرت علاء بن حضرمی ساحل سمندر پر پہنچ گئے
ہیں اور خدا سے عرض کر رہے ہیں، اے خدا ہم تیرا نام بلند کرنے
کے لئے نکل پڑے ہیں، رستہ میں یہ سمندر واقع ہوا۔ اور سمندر کے
اس پار اسلام کا حریف موجود ہے اب تو ہی ہم کو اس تک پہنچا۔ یہ
کہہ کر آپ نے اپنا گھوڑا سمندر میں اُتار دیا اور آگے بڑھنے لگے اور
ہم لوگ بھی ان کی قیادت میں گھوڑے دوڑا دئے اور آسانی کے
ساتھ سمندر کے اُس پار پہنچ گئے، سمندر کا پانی ہمارے گھوڑوں
کے سینہ تک بھی نہ پہنچ سکا۔ کافروں نے جب دیکھا لشکر اسلام سمندر
میں بھی اپنے گھوڑے دوڑاتے ہوئے آرہا ہے تو وہ فرار ہوگئے۔

حاصل تحریر ایسی ایک دو نہیں ہزاروں مثالیں کتب
حدیث و سیر سے فراہم ہوسکتی ہیں لیکن تعجب خیز بات تو یہ ہے کہ
ان روشن مثالوں کے ہوتے ہوئے بھی بعض افراد جب اولیائے
کرام کی کرامات سنتے ہیں تو فوراً بے خوف کہہ دیتے ہیں کہ یہ ساری
کرامتیں بس اولیاء ہی سے صادر ہوئی ہیں، آخر صحابۂ کرام
سے کیوں نہیں صادر ہوئیں۔

اگر صحابۂ کرام کی زندگیوں کا مطالعہ کریں تو یہ حقیقت
منکشف ہوجائے گی، چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق کا ام کلثوم رضی
کی پیدائش سے پہلے خبر دینا، اپنی وفات پر مطلع ہونا، آپ کی رحلت
پر زلزلہ کا جھٹکا محسوس کیا جانا، کعبہ کا تھرا جانا۔ اور حضرت
عمرؓ کا ساریہ کو ہدایت دینا۔ اپنا درّہ مار کر زمین کا زلزلہ ختم
کرنا۔ خط لکھ کر دریائے نیل کو جاری کرنا۔ ایک قبر میں نوجوان
کی حالت کا مشاہدہ کرنا۔ وفات پر مطلع ہوجانا۔ آپ کی آراء
کا وحی کے موافق ہونا۔

اور حضرت عثمان کا ایک عورت کی بے گناہی پر مطلع ہوجانا
روح قبض کئے جانے کے بعد زبان مبارک کا جنبش کرنا۔ آپ کی
تدفین پر ہاتف غیبی کا آواز دینا۔ آپ کی نعش مبارک کے ساتھ
ایک آدمی کی بے حرمتی پر نائلہ کی زبان سے نکلی ہوئی بات اسی وقت
پوری ہوجانا اور حضرت علیؓ کا ایک عورت کی پوشیدہ زندگی
پر مطلع ہوجانا۔ عالم برزخ کا مشاہدہ کرنا۔ در خیبر کو ڈھال بنا
لینا۔ حضرت خضرؑ کو دیکھنا۔ فیصلہ کی خاطر گرتی ہوئی دیوار کو
روک دینا۔ قاتل کی نشان دہی کرنا۔ اور حضرت امام حسین
کی وفات پر عجیب و غریب واقعات کا ظہور پذیر ہونا۔

اور حضرت حنظلہ کو ملائکہ کا غسل دینا اور حضرت
اسید اور حضرت عباد کی لاٹھیاں روشن ہوجانا۔ اور
حضرت جابر کے والد کا جنگ احد میں سب سے پہلے شہید ہونے
پر مطلع ہوجانا۔ اور حضرت سفینہ کو شیر دیکھ کر خاموش ہوجانا
اور آپ کی اطاعت کرنا۔

اور حضرت ربیع کو وفات پانے کے بعد کلام کرنا۔

اور حضرت ابوذر کا صرف پانی پی کر کئی دن تک زندہ
رہنا اور صحت کا برقرار رہنا۔

اور حضرت ابوہریرہؓ کا شیطان کو دیکھنا، قید کرنا

اور اس سے گفت گو کرنا۔

اور بعض صحابۂ کرام کا قبر میں تلاوت کرنے والے مردہ کی آواز سننا۔ اور حضرت علاء بن حضرمی رض کا دریا میں گھوڑے دوڑا دینا۔ یہ تمام حضرات صحابۂ کرام کی کرامات نہیں تو اور کیا ہیں؟

غرض موضوع کی وضاحت کے لئے جتنی مثالیں پیش کی گئی ہیں اگر ان ہی میں غور و فکر کیا جائے، تو یہ حقیقت واضح ہو جائے گی کہ بندۂ مومن جب منصب ولایت پر فائز ہو جاتا ہے تو اس کا رشتہ عالم ملکوت سے قائم ہو جاتا ہے اور وہ اپنے آئینۂ قلب کے ذریعہ لوح محفوظ کا عکس دیکھ لیتا ہے۔ جس کی وجہ سے کائنات کے اسرار و رموز اس پر منکشف ہو جاتے ہیں۔ اور وہ اپنی بصیرت اور ایمانی فراست کے ذریعہ ہر چیز کا مشاہدہ کر لیتا ہے، اور کوئی چیز اس سے اشتباہ اور اخفا میں نہیں رہتی چنانچہ

امام زرقانی فرماتے ہیں:۔

اطلاع العبد علی غیب من غیوب اللّٰہ بدلیل خبر اتقوا الفراسۃ المومن فانہ ینظر من نور اللّٰہ لا یتغرب۔

اور عالم ناسوت کی کثافتوں سے نکل کر فنا فی اللّٰہ اور بقا باللّٰہ کے مقام پہ پہنچ جاتا ہے۔ جس کے بعد اس کا ہر کام من جانب اللّٰہ ہوتا ہے اور کائنات کی ساری چیزیں اسکے قبضۂ تصرف میں آجاتی ہیں۔

جب بندۂ مومن کے اندر یہ شان پیدا ہو جائے، تو صحابی ہو، یا ولی، غوث، قطب، ابدال، مجذوب، ان سے کرامات کے صدور پر تعجب اور حیرت کی بات کیوں؟

اقبال نے سچ کہا:۔

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زور بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

منقبتِ حضرت محبوبِ سبحانی قطبِ ربّانی سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی رح

پیشکش: محمد فاروق اعظم
یادگار زمرۂ درس دارالعلوم لطیفیہ ویلور

شہنشاہِ ولایت عبدِ قادر شاہ جیلانی
امامِ اولیاء و اتقیاء و قطبِ ربّانی

علیؓ و فاطمہؓ شبیرؓ و شبرؓ کے جگر گوشہ
ضیائے نورِ چشمِ مصطفےٰؐ محبوبِ سبحانیؓ

وہی شیخ المشائخ سیّد السادات عالیجاہ
وہی صدر الصدورِ صوفیا و پیرِ لاثانی

فتن نے سر اٹھایا تھا کہ محی دیں ہو پیدا
ہوئی ہے دین کی حضرت سے تجدید و نگہبانی

وہ صوفی بھی تھے عالم بھی سدا ملحوظ تھی انکو
طریقت کی نگہداری شریعت کی نگہبانی

جہاں میں قادری جتنے ہیں سارے ہیں مریدان کے
وہی تھے قادریہ سلسلے کے مرشد و بانی

عمل سے قول سے تصنیف سے تبلیغ و تلقین سے
سدا کرتے رہے وہ خدمتِ توحیدِ ربّانی

کرامت تھی بڑی سب سے تو تھی خود زندگی انکی
کہ کی ہے عمر بھر پابندیِ احکامِ قرآنی

کرامت ایک یہ بھی تھی کہ حضرت کی فراست سے
شکستِ فاش کھایا تھا مجرب کیدِ شیطانی

دروغِ مصلحت آمیز بھی تھا ناگوار ان کو
دکھادی رہزنوں کو بے خطر رہ کی ہمیانی

وہ اک ایسے مسلماں تھے کہ جنکی ذاتِ والا پہ
کریگی فخر پیشِ داورِ محشر مسلمانی

ہے انکا نام زندہ کام زندہ زندگی زندہ
وجودِ صفحۂ ہستی پہ بن کر نقش لاثانی

مریدِ خاص بھی ہوں قادری بھی انکا خادم بھی
محبت اور عقیدت کی ہے مجھ میں بھی فراوانی

بحمد اللہ کہ لکھی منقبت شاہِ ولایت کی
زہے قسمت کہاں کام آئی حیرت کی سخندانی

فقیر احقر حیرت القادری چشتی صبغۃ اللہی میر شاہی

مدرسۂ لطیفیہ

مطلعِ نورِ حق نما مدرسۂ لطیفیہ
مسکنِ آلِ مصطفیٰؐ مدرسۂ لطیفیہ

کشتیٔ دل لگے نہ کیوں ساحلِ امن پر بھلا
قوم کا جب ہے ناخدا مدرسۂ لطیفیہ

پھیلی ہے جس کی روشنی تا بہ افق صدی صدی،
ہے وہ چراغِ فیض کا مدرسۂ لطیفیہ

ناخنِ عقل کو نہیں جس تک ہنوز دسترس،
اس کا ہے یہ گرہ کشا مدرسۂ لطیفیہ

دل ہی سمجھ سکے اسے دل کا معاملہ ہے یہ
دل سے قریب ہے بجا مدرسۂ لطیفیہ

کھلتا ہے رازِ من عرف فیض سے اس کے ہر نفس
حاصلِ ذوقِ مدّعا مدرسۂ لطیفیہ

اس کا مقام ہے بلند اس کی فضا بسیط ہے،
سب میں ہے سب سے ہے جدا مدرسۂ لطیفیہ

جوہرِ آئینہ ہے کیا؟ آئینہ ساز کے لئے
مظہرِ شانِ کبریا مدرسۂ لطیفیہ

فقر میں شانِ خواجگی کیف میں جوشِ آگہی
یہ ہے جہاں وہی فضا مدرسۂ لطیفیہ

اس کے سلف کا مرتبہ کیا کہیں قطبِ وقت تھے
ان کے ہے فیض کا صلا مدرسۂ لطیفیہ

کیوں نہ ہو بارشِ کرم اس پہ یہ فیضِ مصطفیٰؐ
نیّرِ مطلعِ وفا مدرسۂ لطیفیہ

جناب نیّر ربّانی صاحب بی اے
مدرس دارالعلوم سبیل الرشاد بنگلور

رشد و ہدایت

ہدیۂ اعلیٰ ائمۂ عرفاں الیاس بابا ش
سبیلِ عطاء زمرۂ خامسہ لطیفیہ سکان جعفر
دار العلوم قطب و بلویہ

اللہ شکر گذاروں کو بدلہ دیتا ہے اور جزا ملتی ہے اور جو شخص دنیا کا بدلہ چاہیگا ہم اس کو اس میں دیں گے، اور جو شخص آخرت کا ثواب چاہے گا ہم اسکو اس میں دینگے۔ (قرآن حکیم)

اے میرے نبیؐ مجھ سے بھاگنے والا کہاں تک بھاگ کر جائے گا یا گنہگار مجھ سے کہاں تک بھاگیگا۔ قیامت اس کو یکجا نہ کرے گی ؟۔ (قرآن حکیم)

جو اللہ کی راہ میں مرتے ہیں وہ مُردہ نہیں بلکہ زندہ ہیں اور اپنے رب کے پاس سے رزق حاصل کرتے ہیں، اور خدا کے فضل سے مالا مال ہیں اور خوشخبری پاتے ہیں (")

جنتی لوگ جنت میں اس طور سے داخل ہوں گے کہ ان کے بدن کے اوپر کوئی بال نہوگا بلکہ تمام بدن صاف ہوگا (")

یاد رکھو جس کے دل میں رائی کے دانہ کے برابر بھی غرور و تکبر ہوگا تو اس کو خدائے تعالیٰ اوندھے منہ جہنم میں ڈالے گا۔ (سرورِ کائناتؐ)

اللہ پاک ہے پاکیزگی کو پسند کرتا ہے۔ (")

اپنے بھائی کا دل خوش رکھو، اس سے بہتر کوئی آدمی نہیں —— (")

اے لوگو ! آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ، دوسروں سے نفرت نہ کرو، بے غرض ہونا امیری کی دلیل ہے (حضرت ابو بکرؓ)

امیروں کی تعریف کرنے سے بچ کیونکہ ظالم کی تعریف سے غضب الٰہی نازل ہوتا ہے۔ (حضرت عثمان غنیؓ)

خاموشی غصّہ کا بہترین علاج ہے۔ (")

کسی کے ساتھ احسان کرو تو اُسے ظاہر نہ کرو۔ جب تمہارے ساتھ کوئی احسان کرے تو اُسے مت چھپاؤ (حضرت علیؓ)

انسان کے لئے کتنا ہی بُرا ہے کہ باطن بیمار ظاہر حسین رہے۔ (")

ہر شخص کی قیمت معرفت الٰہی سے ہوتی ہے، جس کو معرفت الٰہی حاصل نہوا اسکی کوئی قیمت نہیں۔ (حضرت داتا گنج بخشؒ)

انسان کی نجات دین کی تابعداری میں ہے اور اس کی ہلاکت دین کی مخالفت میں ہے۔ (")

گناہ کرنے سے اتنا نقصان نہیں ہوتا جتنا اپنے کسی بھائی کو حقیر یا ذلیل سمجھنے سے ہوتا ہے۔ (حضرت غریب نوازؒ)

دولت مندی مال و زر کی کثرت سے حاصل نہیں ہوتی غنی وہ ہے جس کا دل غنی ہو۔

ہر عبادت کی قضا ہے لیکن تقویٰ وہ عبادت ہے کہ جسکی کوئی قضا نہیں۔ (مفکرِ اسلام)